تفقہنا فی دین اللہ تعالیٰ ورزقنا من المحسنین کفانا اللہ ہمنا فقہ حنفیین

افسانہ یاران کہن خواندم و رفتم
دریاب کہ لعل و گہر افشاندم و رفتم

تاریخ الفقہ

مصنفہ

قاضی ظہور الحسن ناظم متوطن سیوہارہ ضلع بجنور

مقیم حیدرآباد دکن

مصنف کتاب المغازی و تصحیح التاریخ و محمود اور فردوسی و معجزات اسلام
ومیزان التحقیق و تحفہ عثمانیہ و قرأت المصطفےٰ وغیرہ وغیرہ و مترجم عقیدۃ الطحاوی

۱۳۵۲ھ
شمس الاسلام پریس چھتہ بازار

فہرست مضامین

۷۸۶

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۲	۴	ابتداء	ابتدا
۳	۳	اس لئے ہے	اس لئے امید ہے
۳	۱۹	آراد	آزاد
۴	۷	علیم وخیبر	علیم وخبیر
۶	۵	چیزوں وحرام	چیزوں کو حرام
۷	۱۶	رہ گئی	بڑھ گئی
۷	۱۸	سنت قیاس	سنت وقیاس
۱۲	۱۴	دیکھنے سے	دیکھئے اُسے
۱۸	۲۱	زیادہ	زیادہ
۲۷	۷	کم تی تھی	کم ہوتی جاتی تھی
۲۸	۷	گورنرلو	گورنرکو
۲۸	۱۰	خقہ	فقہ
۲۸	۲۰	کرکے	کرتے
۳۱	۱۰	کرنے اسے	کرنے سے
۳۳	۲	حسن مطلق مراد ہیں کیونکہ الرظن	ظن مطلق مراد نہیں کیونکہ اگر ظن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۳۵	۳	اس شہر	ہر شہر
۴۰	۱۶	بالجلال	بالحلال
۴۲	۲	بنائے	بناۓ
۴۲	۹	اخیرک	اخیر تک
۴۲	۱۰	اوران کے داماد سعید بن مسیب اوران کے اعرج	ان کے داماد سعید بن مسیب اور اعرج
۴۳	۱۶	کے بنوسہم	کے قبیلہ بنوسہم
۴۷	۱۲	بن اسیمان	بن الیمان
۶۷	۸	کاگیا	کاکیا
۷۷	۵	موطابین امام	موطا امام
۷۸	۸	اسیاہی	ایساہی
۸۰	۱۶	شرک	ترک
۸۱	۴	ہے حالا	ہی تھا حالا
۸۶	۱۲	لکھے	لکھتے
۸۸	۴	پڑسے گا	پڑھے گا
۸۸	۷	جرجت	جرأت
۹۰	۱۰	تےن	تے ان
۹۰	۱۱	حمابن	حماد بن
۹۱	شجرہ	امام یوسف	امام ابویوسف
۹۷	۱۶	اسناد	استاد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۹۷	۱۹	بخاری تاریخ	بخاری کی تاریخ
۹۸	۱۲	مسیط	سبط
۹۸	۱۹	نے امام ابوحنیفہ	نے ابوحنیفہ
۹۸	۲۰	کیا	کر دیا
۱۰۲	۷	مدلیس	مدلس
۱۱۲	۲	بقال	یقال
۱۱۳	۲۱	(مناقب الشافعی) حضرت	(مناقب الشافعی) بعض نے پچاس لکھی ہیں حضرت
۱۱۵	۱۲	طیاسی	طیالسی
۱۱۶	۴	ششقہ	ثقہ
۱۱۸	۴	حدیث کا مدار	علم حدیث کا مدار
۱۱۸	۵	معتبر میں	معتبرہ نہیں ہاں باعتبار اصحیت۔
۱۲۱	۴	الحافی	الحاقی
۱۲۱	۱۵	کیا گیا	کیا ہے
۱۳۷	۶	گورنر باقی	گورنر نے باقی
۱۴۵	۹	فاصلہ	فاضلہ
۱۴۵	۱۸	نہ مل سکیں	مل نہ سکیں
۱۴۶	۷	انجام دیسکتا	انجام نہ دیسکتا
۱۴۶	۷	غیرما	غیریا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۴۷	۸	لنو	لہو
۱۵۱	۷	قومی	قوی
۱۵۱	۱۲	کلالہ احکام	کلالہ کے احکام
۱۵۱	۱۷	حمر وخمار	خمر وقمار
۱۵۱	۱۸	مشرب	شرب
۱۵۱	۱۸	ناز	نماز
۱۵۱	۱۹	متراجم	تراجم
۱۵۱	۲۰	ہیں	ہے
۱۵۳	۲۱	تجویز	تجدید
۱۵۴	۴	معکفین	مکلفین
۱۵۶	۱۷	الىد	الیہ
۱۵۷	۲۱	لکھے	لکھتے
۱۶۰	۱۴	ہیں	بین
۱۶۲	۱۶	پھانس	پھانسی

رسالۂ ہٰذا کے متعلق مشہور فضلا کی رائیں

جناب مولانا عبد القدیر صاحب صدیقی پروفیسر صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد

(۱) مولانا قاضی ظہور الحسن صاحب نے تاریخ فقہ نہایت محنت و تلاش کے بعد ترتیب دی ہے مولانا نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے مذہب کی عظمت کو نہایت خوبی سے ثابت کیا ہے آخر میں دیگر مذاہب کے قوانین اور رومن لا سے فقہ اسلام کا مقابلہ کیا ہے اُردو میں یہ کام پہلا ہے۔ مولانا نے تاریخ فقہ کی داغ بیل تو ڈال دی۔ دوسرے دعویداروں کو موقع ہے کہ ہو سکے تو اس پر زیادت کریں۔ بہر حال اللہ تعالےٰ مولانا کو جزائے خیر عطا فرماوے ؛

جناب پروفیسر مولانا قاری سید محمد صاحب رضوی گلبرگہ

(۲) فن تاریخ ہمیشہ ہر ترقی یافتہ اور مہذب قوم کا مرکز نظر رہا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے اس فن شریف کو معراج کمال پر پہنچایا ہمارے اسلاف کرام کا معمول تھا کہ ہر فن ہر ایجاد ہر علم کی تاریخ میں کتابیں اور مضامین مرتب فرماتے تھے دایانان فرنگ نے اُنہیں کی تقلید میں اپنے یہاں یہ سلسلہ قائم کر رکھا ہے درحقیقت کسی شئے کی

صحیح تاریخ کا معلوم نہ ہونا لوگوں کو اس کے متعلق ہمیشہ مغالطہ اور شبہات میں مبتلا رکھتا ہے ہندوستان میں کچھ دنوں سے مسلمانوں کو اس فن کی طرف توجہ ہوئی ہے بعض حضرات نے اردو میں تاریخ اسلام کے متعلق تالیفات کی ہیں انہیں نامور مصنفین میں سے جناب قاضی ظہور الحسن صاحب بھی ہیں۔ قاضی صاحب نے تاریخ اسلام کی بہترین خدمات انجام دی ہیں آپ کی تصانیف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکا پایۂ تحقیق نہایت بلند ہے آپ کی کوئی تالیف مفید جدت سے خالی نہیں ہوتی۔ اردو میں تاریخ فقہ اہل سنت والجماعت کے متعلق کوئی کتاب تالیف نہیں ہوئی بعض کتب مناظرہ اور بعض سوانح عمریوں میں نہایت مختصر عبارت و الفاظ میں تاریخ فقہ کا ذکر ہے کسی مستقل کتاب کے نہ ہونے سے عوام کو حالات فقہ سے بیخبری رہی اور فساد عقائد میں مبتلا ہوئے۔ شکر ہے کہ اس اسلامی ضرورت کو محسوس کرکے قاضی صاحب نے تاریخ الفقہ تالیف کی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب نہایت تحقیق و تلاش و تجسس کے بعد مرتب کی گئی ہے اور اس میں نہایت وسیع اور اہم و مفید معلومات جمع کی گئی ہے۔ میری رائے میں اس کتاب کی حسب ذیل خصوصیات ہیں۔

(۱) یہ اردو میں پہلی کتاب ہے اور اس کی فی زمانہ شدید ضرورت تھی۔

(۲) یہ اس طرز پر لکھی گئی ہے کہ عام خاص کے لئے یکساں مفید ہے۔

(۳) مخالفین نے ہمیشہ مذہب تقلید کو خیر القرون سے باہر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ علماء اہل حق نے اس پر طویل بحثیں کی ہیں۔ قاضی صاحب نے مختصر عبارت میں مستند حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ تقلید ابتدائے اسلام سے ہے اور امام ابوحنیفہ کی تقلید ۲۰۰ھ یعنی ابتدائے قرن ثانی سے شروع ہوئی ہے اور اس عہد کو عہد صحابہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہ تحقیق کسی اور کتاب یا مضمون میں نہیں دیکھی گئی!

(۴) مخالفین نے امام ابوحنیفہ پر جو اعتراضات کئے ہیں ان کا تشفی بخش جواب

دیا ہے اور اس بحث میں بہت سی مفید اور نئی باتیں ہیں۔

(۵) دیگر قوانین سے فقہ اسلام کا مقابلہ کیا ہے لیکن یہ مضمون نہایت مختصر ہے ذرا تفصیل کی ضرورت تھی۔

(۶) پروفیسر شیلڈن کے اس اعتراض کا کہ فقہ اسلام رومن لا سے ماخوذ ہے خوب قلع قمع کیا ہے۔ غرض کتاب نہایت لاجواب ومفید ہے مگر مختصر ہے۔ بہرحال خداوند ذوالجلال مصنف علام کو دارین میں اجر جزیل عطا فرماوے اور مسلمانوں کو توفیق رفیق کرے کہ اس تصنیف ومصنف کی قدر کریں۔

جناب مولانا حافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی شارح مقامات حریری و مصنف سیرۃ ابن ہشام وغیرہ

(۳) الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلاۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد خاکسار نے جناب محترم قاضی ظہور الحسن صاحب دام مجدہم کے رسالہ تاریخ الفقہ کا اکثر و بیشتر حصہ مطالعہ کیا۔ قاضی صاحب موصوف نے نہایت شرح و بسط اور نہایت عمدگی سے اس میں اولاً قیاس اور اجتہاد کی مشروعیت اور اس کی حجیت پر تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے اور کتاب وسنت و آثار صحابہ سے اس کو مبرہن ومدلل کیا ہے یہ بحث خاص طور پر قابل دید ہے اس کے بعد حضرات صحابہ وتابعین کے اختلاف کے وجوہ اور اسباب اور اس اختلاف کا سراسر رحمت ہونا تفصیل کے ساتھ بتلایا ہے بعد ازاں قرن صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے ائمہ مجتہدین کے مختصر حالات ذکر کئے ہیں اور پھر اس امر کو بھی خوب وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ تقلید کی ابتدا کب سے ہوئی اور بعد میں خاص ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید شخصی پر علماء ربانیین کا اجماع کیوں منعقد ہوا۔ عقلاً ونقلاً اس امر کو خوب ثابت کیا ہے۔ اخیر میں ائمہ اربعہ کے

مختصر حالات اور امام المتقین وقدوۃ العلماء الراسخین وراس الائمۃ المجتہدین ومجدد الملت والدین بعد اقران الصحابۃ والتابعین الامام الھمام الذی قرۃ عیناہ برؤیۃ اصحاب سید الاکوان والتبع لھم باحسان مولانا وامامنا ابوحنیفۃ النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورضی ھو عن ربہ المنان کا تابعی ہونا نہایت خوبی سے ثابت کیا ہے اور امام ہمام پر جواب تک طعن کئے گئے ہیں۔ اُن کا شافی وکافی جواب دیا ہے حق تعالیٰ شانہ اِس تالیف کو قبول فرمائے۔ اور سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین پر طعن کرنے والوں کے لئے موجب ہدایت بنائے اور قاضی صاحب موصوف کو دارین میں اِس کا اجر عطا فرمائے۔ آمین۔ اور قیامت کے دن ہم سب کو ان حضرات کے زمرہ میں حشر فرمائے۔

جناب مولوی مسعود علی صاحب محوی بی اے علیگ سابق سشن جج حال رکن دار الترجمہ شعبۂ قانون مترجم اصول فقہ اسلام

(۴) میں نے مولوی ظہور الحسن صاحب کی مولفہ تاریخ الفقہ سرسری طور پر معائنہ کی جو وسیع اور ضروری معلومات کا مجموعہ ہے مولانا قدیم وضع کے بزرگ اور پُرجوش مسلمان ہیں جس کی جھلک ان کی تمام تصنیفات وتالیفات میں پائی جاتی ہے مجھے امید ہے کہ مولانا کی یہ تاریخ طالبان فقہ اسلام اور عامۃ المسلمین کے لئے مفید اور دلچسپ ثابت ہوگی۔

جناب مولوی محمد عثمان صاحب بی اے ایل ایل بی علیگ وکیل ہائیکورٹ

(۵) فقہ اسلام کے متعلق یہ رسالہ اردو زبان میں ایک انوکھی اور نہایت کارآمد

کوشش ہے جس نے اُردو زبان میں ایک اہم کمی کو ایک حد تک پورا کر دیا ہے فقہ اسلام کی یہ مختصر تاریخ پڑھنے والوں کے لئے معلومات کا ذخیرہ رکھتی ہے زبردست فقہائے اسلام کی زندگی اور حالات کا سرسری خاکہ بھی پیش کیا ہے جو موجب ہدایت و رہنمائی ہے مخالفین کے اعتراضات کا جواب بھی ہے غرضکہ ہم خرما ہم ثواب کی مصداق ہے نوجوان انگریزی تعلیم یافتہ حضرات ہر فن اور ہر علم کو یورپ کی عینک سے دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کے عادی بھی ہو گئے ہیں کیونکہ ان کی تعلیم کا مخرج زیادہ تر انگریزی مصنف انگریزی زبان اور انگریزی کتب ہیں۔ انگریزی اسلامی مدارس میں بھی زبان عربی مستثنیات میں سے ہے نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان طلبائے مدارس مروجہ بالعموم تکمیل تعلیم کے وقت تک بھی صحیح تاریخ اسلامی سے بھی ناپلد رہتے ہیں فقہ اسلام اور تاریخ فقہ تو دور کی چیزیں ہیں مصنفین اُردو نے بہت کم ان علوم پر قلم فرسائی کی کوشش کی ہے ہماری زبان کا خزانہ اس قسم کے علوم و فنون سے ابھی تک خالی ہے مجھے افسوس کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اصول فقہ اور رومن لا کے متعلق ہماری معلومات انگریزی زبان کے ذریعہ سے ہیں اور وہ بھی قانونی تعلیم کی بدولت ضرورت ہے کہ ان امور پر زبان اردو میں اس قسم کے رسائل اور کتب لکھے جائیں جن کو ہر غیر متعلق شخص بھی معلومات کے لئے دلچسپی سے پڑھ سکے نہ وہ فنی کتب کی طرح ٹھوس اور سنگلاخ ہوں اور نہ افسانوں کی طرح بے بنیاد اور فروعی اس رسالہ کے بعض اجزا کو میں نے دیکھا میں یہ کہنے کے لئے تیار ہوں کہ یہ اس معیار پر پوری طرح پورا اُترتا ہے۔ یہ رسالہ مصنف کے جانکاہ تجسس تلاش کا آئینہ ہے بعض یورپین مصنفین کے اس دعوے کی کہ فقہ اسلام رومن لا سے مستخرج ہے پُر زور اور صحیح تردید عقلی اور علمی کی گئی ہے فقہ اسلام کا مقابلہ منو کے شاستر اور یونان و روم کے قوانین سے کرتے ہوئے مصنف نے یہ بتایا ہے کہ یہ قانون قانون قدرت کا ترجمان ہے اور فطرت انسانی کی عین مطابق ہے حوالہ جات کے ساتھ دیگر قوانین کی بعض

لغویات اور مخرب اخلاق یا وحشیانہ خصوصیات کا تار و پود بکھیرا ہے فقہ اسلامی بفضلہ قطعاً مبرا
و پاک ہے فقہ اسلامی کی بنیاد کلام الہیٰ ہے جس طرح کلام الٰہی دنیا کی جامع ترین اور
غیر متغیر کتاب ہے اسی طرح اس سے ماخوذ اصول قوانین بھی اٹل اور ناقابل تغییر ہیں فاضل
مصنف نے یہ بتایا ہے کہ قانون اسلام دراصل قانون الٰہی ہے اور دنیا کے اندر یہی
ایسا قانون ہے جس کی بنیاد تقوےٰ اور پرہیزگاری پر ہے جس کا منشاء فطرت انسانی
کی صحیح رہنمائی کرکے اُس درجۂ کمال تک پہنچانا ہے کہ نفس امارہ نفس مطمئنہ کی حیثیت حاصل کرسکے
اور فطرتِ انسانی کو وہ پُرکیف بشارت دی جاسکے کہ (یا ایھا النفس المطمئنہ ارجعی
الی ربک راضیۃ مرضیہ)

میری دلی تمنا ہے کہ فاضل مصنف کی یہ کوشش سعی نامشکور نہ ہو اور زبان اُردو میں
اس جواہر بے بہا کے اضافہ سے ہم بالعموم یہ کہنے کے قابل ہوسکیں۔

گفتۂ بیکن و دیکارٹ ندارم بہائے ۔۔۔ در حدیثے ز رسول دو سرا خواہی ہست

جناب مولوی عبد الصمد صاحب آزاد عتیقی سیوہاروی مصنف تاریخ القرآن وغیرہ

ناظم ملکِ سخن اہل ہنر ۔۔۔ جید گستر د ایں تشریح علم
فکر تاریخش چو کردم ناگہاں ۔۔۔ شد بگوشم من ندا تاریخ علم
۱۳۵۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مدت دراز سے علماء اسلام کی ہمتیں اردو میں اشاعت علوم دین کے متعلق مصروف کار ہیں یعنی قرآن و حدیث و تفسیر و فقہ کی کتابوں اور ان کے مطالب کو اردو کے پیرایہ میں آراستہ کر رہے ہیں اردو زبان اور مسلمانان ہند کو اس کی شدید ضرورت بھی تھی کیونکہ اسرار تنزیل اور معلومات حدیث و فقہ کے لئے اول علوم عربیہ میں مہارت حاصل کرنا ضرور ہے۔ ہندوستان میں کم مسلمان ہیں جو عربی سے ایسی واقفیت رکھتے ہیں کہ کسی عربی کتاب سے کما حقہ استفادہ کر سکیں۔ اس لئے بغیر اس کے چارہ نہیں کہ کتاب و سنت کے فوائد کو اردو میں لکھا جائے تاکہ عام مسلمان اس سے مستفید ہو سکیں کیونکہ جو علوم اساس دین ہیں ان کا اردو میں ترجمہ ہونا مسلمانوں کی دینی ترقی کا باعث ہوگا اور بہت جلد ان میں قدیم اسلامی اخلاق و شائستگی کے آثار پیدا ہو جائینگے علاوہ اس کے اردو زبان ہندوستان میں اقبال اسلام کی زندہ یادگار ہے اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کے خزانہ کو ہر قسم کے جواہرات سے مالا مال کرنے کی کوشش کریں۔ ایک مقدس عالم نے فرمایا کہ کسی ہندوستانی مصنف نے اس وقت تک اردو میں کوئی مستقل کتاب خالص فقہ اہل سنت والجماعت کی تاریخ کے متعلق تالیف نہیں کی یہ ایک بڑی کمی ہے اس کو پورا کرنا ضروری ہے اس قسم کی تالیف سے صاحبان علم کے سوا عام مسلمان بھی فائدہ اٹھا سکیں گے اور فساد عقائد سے محفوظ رہیں گے۔ ادھر

اڈیٹر صاحب رسالۂ ارشاد حیدر آباد نے رسالہ ارشاد بابتہ شعبان ۱۳۵۱ھ میں اس کے متعلق ایک اپیل شائع کی اس لئے اِس حقیر فقیر کو اس قسم کی تالیف کا خیال پیدا ہوا لیکن طویل و شدید علالت اور دیگر مشکلات نے مجھ کو اختصار پر مجبور کیا۔ اس لئے یہ رسالہ اس فن شریف پر جو ایک بے تہا سمندر ہے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ مگر کام کی ابتداد کرنے اور ارباب علم کی ہمت کو متوجہ کرنے کے لئے کافی ہے۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم یعنی تمام زمانہ کے لوگوں سے میرے زمانہ کے لوگ اچھے ہیں پھر اُن کے بعد والے پھر اُن کے بعد والے) اس حدیث میں تین قرن مذکور ہیں۔ بزرگان سلف نے ان کی تفصیل اس طرح کی ہے کہ قرن اول حضور و اصحاب کا زمانہ بعثتِ نبوی سے سنہ ۱۱۰ھ تک ۔ قرن ثانی سنہ ۱۱۰ھ سے سنہ ۱۷۰ھ تک ۔ یہ تابعین کا عہد کہلاتا ہے یعنی اُن بزرگوں کا زمانہ جنھوں نے صحابہ کو دیکھا ہے۔ سنہ ۱۷۰ھ سے سنہ ۲۲۰ھ تک یہ تبع تابعین کا عہد کہلاتا ہے یعنی اُن بزرگوں کا زمانہ جنھوں نے تابعین کو دیکھا ہے اسلام و شریعت اسلام کی جو کچھ تدوین و تکمیل ہوئی ہے وہ انہیں قرون ثلاثہ کے بزرگوں کی سعی کا نتیجہ ہے ان قرون کے ائمہ اور بزرگوں کے اقوال و افعال اسلام میں حجت ہیں۔ قرون ثلاثہ کے بعد بھی بہت سے ائمہ و فقہا ہوئے لیکن وہ بزرگان قرون ثلاثہ ہی کے قدم بقدم تھے اس لئے فقیر نے تاریخ فقہ کو تین دور میں (یعنی قرن وار) تقسیم کرکے لکھا ہے ہر قرن کے اخیر میں اُس کے بعض مشہور مجتہدین کے کسی قدر حالات بھی لکھ دیے ہیں فقہ کی مفصل تاریخ اور ہر دور کے فقہا کے حالات اگر کسی قدر تفصیل سے لکھے جائیں تو کئی ضخیم جلدیں بھی ناکافی ہوں اور اگر اُن میں قرون ثلاثہ کے بعد کے ائمہ اور فقہا کو بھی شامل کرلیا جائے تو بہت سی جلدیں بھی کافی نہ ہوں۔ کیونکہ گیارہویں صدی ہجری تک

ضروریات کا ساتھ نہ دے سکے اور نہ دے سکتے ہیں ان میں آئے دن تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ (اس بحث میں فقیر کا رسالہ معجزات اسلام قابل ملاحظہ ہے) دنیا میں صرف کلام خداوند حمید قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جس کا ایک ایک نقطہ یوم نزول سے لے کر آج تک محفوظ ہے۔ اور اس میں ایسے تمام اصول مذکور ہیں جن سے ہر پیش آمدہ ضرورت کا آسانی حل ہو سکتا ہے۔ اس کا ہر اصول اٹل ہے۔ آج چودہ صدیاں گذریں دنیا نے ہزاروں روپ بدلے لیکن قرآنی اصول نہ بدلے۔ اور وہ ہر حالت میں ہر ملک و قوم کے لئے کافی اور مناسب حال ہی رہے۔ جس شخص کو شریعت اسلام سے تھوڑی سی بھی واقفیت ہوگی اس کو اس امر کے قبول کرنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوگا کہ شریعت اسلام ایک مستحکم قانون ہے اور اس میں یہ استحکام صرف اس لئے ہے کہ اس کے اصول منزل من اللہ ہیں۔ اور ان کی تشریح و توضیح موید من اللہ بزرگوں کے روشن دماغوں اور پاک ہاتھوں نے کی ہے۔ اس قانون شریعت کا دوسرا نام فقہ ہے۔ اعمال و افعال کے متعلق احکام کا بیان کرنا فقہ کا کام ہے۔ یہ علم کتاب و سنت کے مقرر کردہ اصول اور مبادی احکام سے ماخوذ و مستنبط ہے۔ یعنی جو احکام کتاب و سنت کے مبادی اصول سے نکالے جاتے ہیں فقہی کہلاتے ہیں فقہ اور فقیہ کی تعریف علامہ زمخشری نے ان الفاظ میں کی ہے۔ (الفقہ حقیقۃ الشق والفتح والفقیہ العالم الذی یشق الاحکام و تفتیش عن حقایقہا و یفتح ما استغلق. یعنی فقہ کے معنی شق و فتح ہیں۔ اور فقیہ اس عالم کو کہتے ہیں جو احکام میں موشگافیاں کر کے ان کے حقائق معلوم کرے اور مشکل و مغلق امور کو کھول دے۔ فائق)

چونکہ کتاب و سنت میں تمام ضروریات کے لئے اصول موجود ہیں اس لئے فقیہ کی حیثیت موجد یا مصنف کی نہیں۔ بلکہ مفسر و شارح کی حیثیت ہے فقیہ کو ایجاد و تصنیف کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ اس کو سب کچھ کتاب و سنت میں ملتا ہے۔ جب سے اسلام کے

جب ہی سے فقہ اسلام ہے کیونکہ نزولِ قرآن کا سلسلہ (۲۳) برس تک جاری رہا۔ اِس عرصہ میں جب کوئی ضرورت پیش آتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اجتہاد سے حکم دیتے۔ اس ہی کا نام فقہ ہے اور یہی فقہ کا سنگ بنیاد ہے۔ حضور علیہ السلام کا اصول اجتہاد کتاب و قیاس تھا۔ مثلاً

قرآن مجید نے ناپاک چیزوں حرام اور پاک چیزوں کو حلال کیا۔ اِن دونوں کے درمیان میں مشتبہ چیزیں باقی رہیں اُن کے متعلق حضور نے اپنے اجتہاد سے تصریح فرمادی کہ ہر درندہ جانور اور پنجہ دار حرام ہے

قرآن مجید نے اُس مال کی تفصیل نہیں کی۔ جس میں زکواۃ واجب ہے نہ زکواۃ مفروضہ کی تعداد معین کی حضور نے اس کی توضیح فرمادی۔

قرآن مجید نے جان کی دیت بتلادی۔ اعضا کی دیت نہیں بتلائی حضور نے اس کی تفصیل فرمادی۔ قرآن مجید میں حکم ہے واقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم یعنی مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کردو) یہ حکم عام ہے اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں لیکن حضور نے علت حکم پر قیاس فرماکر کہ مشرکین کے قتل کا حکم اس وجہ سے ہے کہ وہ مسلمانوں کو قتل کرتے تھے ضرر پہنچاتے تھے بوڑھے بچے، بیمار کو اس سے مستثنیٰ کردیا کہ یہ اس پر قادر نہیں۔ (نیل الاوطار)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضور سے عرض کیا۔ کہ میری ماں نے حج کی منت کی تھی وہ بغیر ادا کئے مرگئی۔ کیا میں اس کی طرف سے ادا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ تیری ماں پر قرض ہوتا تو اس کو ادا نہ کرتی۔ (بخاری) یہاں حضور نے دین عباد پر دین حق تعالیٰ کو قیاس فرماکر حکم دیا آیہ طوافون علیکم والطوافات سے غلام و کنیز کے پردے کے متعلق بوجہ حرج و دشواری کے۔ اللہ پاک نے سہولت فرمادی کہ چونکہ ان سے پورے پردے کی

صورت میں حرج کا رہے اور بغیر ان کے کام چلنا دشوار ہے۔ اس لئے ان سے اس قدر پابندی نہیں چاہئے۔ اس ہی پر قیاس فرما کر حضور نے بلی کے جھوٹے کو طاہر قرار دیا کہ علت دشواری یہاں بھی موجود ہے۔

قرآنِ مجید نے ماں اور بیٹی اور دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کو حرام قرار دیا۔ حضور نے اس ہی پر قیاس فرما کر بیوی کی پھوپھی، خالہ کو بھی نکاح میں جمع کرنے سے منع فرما دیا۔

(ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ یعنی کوہ صفا و مروہ خدا کی نشانیاں ہیں) اس آیت میں صفا کا نام اول آنے سے حضور نے قیاس فرما کر حکم دیا کہ حج میں سعی کی ابتدا صفا سے کرنی چاہئے۔

(وللہ المشرق والمغرب یعنی خدا ہی کے لئے مشرق و مغرب ہے) اس آیت سے استنباط کیا گیا کہ فرضیت استقبال قبلہ بحالت عذر ساقط ہو سکتی ہے۔

بعض مسائل و معاملات کے متعلق حضور خود حکم دیدیتے تھے بعض میں اصحاب سے مشورہ فرماتے تھے جیسے اذاں کے معاملہ میں یا اسیران جنگ بدر کے معاملہ میں۔ شوریٰ کی عزت ہر صحابی کیلئے نہ تھی بلکہ اُن حضرات سے مشورہ کیا جاتا تھا جن کا علم و عقل و تجربہ وسیع تھا حاضر باشی یا تقوائے و طہارت ہی پر اس کا انحصار نہ تھا جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی اور اکثر اصحاب صحبت رسولِ کریم سے اچھی طرح مستفید ہو لئے تو حضور نے بعض اصحاب کو اجتہاد و فتوے کا مجاز کر دیا۔ ان مجتہد اصحاب کے سوا کوئی دوسرا صحابی فتوے دینے کا مجاز نہ تھا۔ ان اصحاب کا اصول اجتہاد کتاب و سنت قیاس تھا چونکہ رائے و قیاس کا معاملہ تھا سب کا علم و عقل یکساں نہ تھا اس لئے اختلاف ہونا بھی لازمی تھا بعض مسائل میں اختلاف ہو جاتا تھا۔ حضور سُن کر بعض دفعہ فریقین کے اجتہاد کو پسند فرماتے بعض دفعہ ایک فریق کے استنباط پر اظہار پسندیدگی فرماتے۔

صفوان بن سلیم کا قول ہے (لم یکن یفتی فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم غیر عمر وعلی ومعاذ وابوموسیٰ یعنی رسول کریم کے زمانہ میں چار آدمیوں کے سواء کوئی فتویٰ نہ دیتا تھا عمر وعلی ومعاذ وابوموسیٰ) کون نہیں جانتا اور نہیں مانتا کہ ابوبکر سب سے افضل ہیں۔ امین الامۃ ابوعبیدہ بن الجراح عثمان غنی طلحہ زبیر عبدالرحمٰن بن عوف یہ حضرات معاذ وابوموسیٰ سے افضل ہیں۔ لیکن اس فہرست مجتہدین میں ان حضرات میں سے کسی کا نام نہیں جب مسلمانوں کی تعداد میں اور بھی اضافہ ہوگیا اور ضرورتیں بھی بڑھ گئیں تو اس فہرست میں توسیع ہوئی۔ ابوبکر، عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، عمار بن یاسر، حذیفہ بن الیمان، زید بن ثابت، ابودرداء سلمان فارسی بھی مجاز فتویٰ کئے گئے۔ (کشف الغمہ فی افتراق الامہ نواب صدیق حسن خاں) اس فہرست میں بدری صحابی ابوعبیدہ بن الجراح جن کو رسول کریم نے امین الامۃ کا خطاب دیا تھا اور جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور جن سے سقیفہ بنی ساعدہ میں ابوبکر صدیق نے بیعت خلافت لینے کے لئے کہا تھا خالد بن ولید جن کو رسول کریم نے سیف اللہ خطاب عطا فرمایا تھا۔ سعد بن وقاص رسول کریم کے ماموں عشرہ مبشرہ میں سے بھی تھے کسی کا نام نہیں اس معاملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شرف صحبت وتقواے وطہارت کے علاوہ اجتہاد کے لئے کسی اور قابلیت کی بھی ضرورت تھی اور اس کی ہی کمی بیشی پر اس منصب کا انحصار تھا اور وہ عقل کا صحیح قیاس پر پہنچنا تھا ضرورت پیش آنے پر مجتہد صحابی کی عدم موجودگی میں حکم غیر منصوص اور منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں بعض دیگر اصحاب بھی رائے وقیاس سے کام لیتے تھے اور حضور اس کو پسند فرماتے تھے عن طارق رجلا اجنب فلو یصل فاتی النبی صلی اللہ وسلم فذکر لہ ذلک فقال اصبت فاجنب آخر فتیمم وصلی فاتاہ فقال نحوما قال للآخر۔ یعنی اصبت اخرجہ النسائی یعنی طارق سے روایت ہے کہ ایک شخص کو احتلام ہوگیا۔ اس لئے نماز نہ پڑھی اور

رسول کریم سے حاضر ہوکر عرض کیا آپ نے فرمایا تو نے ٹھیک کیا اسی طرح ایک اور شخص کو احتلام ہوگیا۔ اُس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور حضور سے عرض کیا آپ نے فرمایا تو نے ٹھیک کیا۔ نسائیؒ نے اس کی تخریج کی ہے۔ (تیسیر کتاب الطہارت)

عن عمرو بن العاص قال احتلمت فی لیلة باردة فی غزوة ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسلت ان اهلك فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح فذکروا ذلك للنبی صلی الله علیه وسلم فقال یا عمرو صلیت باصحابك وانت جنب فاخبرته بالذی منعنی من الاغتسال وقلت انی سمعت الله عزوجل یقول ولا تقتلوا انفسکم ان الله بکم رحیما فضحك رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم یقل شیئاء اخرجه ابوداؤد یعنی عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ مجھ کو غزوہ ذات السلاسل میں ایک رات احتلام ہوگیا۔ سردی شدید تھی میں ڈرا کہ نہایا تو مر جاؤں گا اس لئے میں نے تیمم کر کے نماز پڑھادی۔ لوگوں نے حضور سے عرض کیا کہ عمرو نے بحالت جنابت نماز پڑھادی۔ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا میں نے تمام واقعہ اور اپنا اندیشہ عرض کر دیا۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو یہ سُن کر حضور ہنسے اور کچھ نہ فرمایا۔ اس کی ابوداؤد نے تخریج کی ہے۔ (تیسیر کتاب الطہارت و منتقی الاخبار) یمن میں حضرت علی کے سامنے ایک واقعہ پیش آیا کہ تین آدمیوں نے ایک عورت سے ایک ہی طہر میں زنا کیا۔ اس کے لڑکا پیدا ہوا اُن تینوں میں سے ہر شخص مدعی تھا کہ یہ لڑکا میرا ہے حضرت علی ان میں سے دو شخصوں کو علیحدہ بلاتے اور دریافت فرماتے کہ آیا تم مانتے ہو کہ بچہ اس تیسرے شخص کا ہے مگر اس طرح کسی نے نہ مانا۔ تو آپ نے قرعہ ڈالا جس شخص کے نام قرعہ نکلا بچہ اُس کو دلا کر دو ثلث دیت اُس شخص سے باقی دو شخصوں کو دلادی۔ جب یہ فیصلہ حضور علیہ السلام نے سنا تو خوش ہوئے (ابوداؤد) حضرت معاذ بن جبل کو جب حضور یمن کو روانہ فرمانے لگے تو اُن سے دریافت فرمایا

کہ اگر کوئی اہم مسئلہ پیش آیا تو کیا کرو گے معاذ نے عرض کیا کہ قرآن و سنت سے جواب دوں گا۔ اگر کتاب و سنت میں وہ صورت نہ ہو گی۔ تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا (بخاری و ترمذی) ایسا بھی ہوتا تھا کہ صحابہ کسی حدیث کو معلل سمجھ کر مقتضائے علت پر عمل کرتے تھے اور ظاہر الفاظ حدیث پر عمل نہ کرتے تھے حضور اس کو پسند فرماتے تھے (عن انس ان رجلا کان یتھم بام ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لعلی اذھب فاضرب عنقہ فاتاہ فاذا ھو فی رکی یتبرد فقال اخرج فتناولہ یدہ فاخرجہ فھو مجبوب لیس لہ ذکر فکف عنہ واخبر بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحسن معہ لہ زاد فی روایتہ وقال الشاھد یرای مالا یری الغایب اخرجہ مسلم یعنی حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک لونڈی ام ولد کے ساتھ متہم تھا۔ رسول کریم نے حضرت علی کو اس کے قتل کا حکم دیا۔ حضرت علی پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک کنوئیں میں اترا ہوا تھا اس سے کہا باہر آ۔ اس نے اپنا ہاتھ ان کو پکڑا دیا اس کے نکالنے میں حضرت علی کی نظر پڑی۔ تو دیکھا کہ وہ مقطوع الذکر ہے حضرت علی نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور واپس آکر حضور سے عرض کیا کہ میں اس کو سزا دینے سے اس وجہ سے باز رہا۔ حضور نے اس کو مستحسن قرار دیا۔ اور فرمایا کہ پاس والا جو دیکھتا ہے دور والا نہیں دیکھتا اس کی مسلم نے تخریج کی ہے۔ (تیسیر کتاب الحدود) عن ابی عبد الرحمن السلمی قال خطب علی فقال وفیہ امۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم زنت فامرنی ان اجلدھا فاتیتھا فاذا ھی حدیثۃ عہد بنفاس فخشیت ان انا جلدتھا قتلتھا فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال احسنت اترکھا حتی تماثل اخرجہ مسلم وابوداؤد والترمذی۔ یعنی ابو عبد الرحمن السلمی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے خطبہ میں کہا کہ مجھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زانیہ لونڈی کے دُرّے

لگانے کا حکم دیا جب میں اُس کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ تھوڑے دن ہوئے ہیں۔ کہ
اُس کے بچہ پیدا ہوا ہے۔ میں نے اس خیال سے اُس کے درّے نہ لگائے کہ مر جائیگی
اور رسول کریم سے عرض کیا آپ نے فرمایا بہت اچھا کیا اُس کو صحت ہونے تک رہنے دو
اس کی مسلم وابو داؤد و ترمذی نے تخریج کی ہے۔ (تیسیر کتاب الحدود) باوجودیکہ حدیث
میں کوئی قید نہ تھی۔ مگر حضرت علی نے دیگر دلائل کلیہ پر نظر کرکے اپنی قوت اجتہادیہ
سے اس حکم کو مقید بقید تحمل سمجھ کر عمل کیا اور حضور نے اس کو پسند فرمایا رسول کریم نے غزوہ
خندق میں فرمایا۔ لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظہ یعنی کوئی شخص عصر کی
نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں پہنچ کر) صحابہ روانہ ہوئے راستہ میں نماز کا وقت جانے لگا
بعض نے نماز پڑھ لی کہ حضور کا مقصد اس حکم سے روانگی میں عجلت کرنا تھا۔ بعض نے ظاہر حکم پر عمل کیا۔ نماز قضا
کردی۔ حضور کو جب معلوم ہوا تو دونوں کو کچھ نہ کہا ایک مرتبہ جماعت ہو رہی تھی اور
سب قعدے میں تھے حضرت معاذ آئے اور قعدہ ہی میں شریک ہوگئے بعد سلام باقی
رکعتیں اٹھ کر پوری کرلیں۔ اس پر رسول کریم نے فرمایا (قد سن لکم فھکذا فاصنعوا۔
یعنی معاذ نے تمہارے لئے ایک طریقہ نکالا ہے ایسا ہی کیا کرو۔ (مسند احمد حنبل) الغرض
حضور خود بھی اجتہاد فرماتے تھے اور رائے وقیاس سے حکم دیتے تھے اور صحابہ بھی اجتہاد
کرتے تھے اور رائے وقیاس سے کام لیتے تھے چونکہ تمام اشخاص کی رائے وقیاس کا
اتحاد ممکن نہیں اس لئے استنباط میں اختلاف ہو جاتا تھا یہ فقہ اسلام کی ابتداء ہے اور اس
ابتدائی زمانہ میں اس کے اصول کتاب وسنت وقیاس تھے یہ اصول جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے خود
حضور کی ایجاد تھے۔ حضور کی وفات تک مسائل وقواعد وضوابط تحریر میں نہیں آئے
جو کچھ تھا در سینہ تھا۔ کیونکہ حضور نے فرمایا تھا (لا تکتبوا عنی شیئاً غیر القرآن)
یعنی مجھ سے سوائے قرآن کے اور کچھ نہ لکھو (مسلم) حضور کی یہ احتیاط غالباً اس بناء پر تھی
کہ کہیں قرآن کے ساتھ حدیث یا فقہی مسائل خلط ملط نہ ہو جائیں فقہ کا حاصل کرنا

مسلمانوں پر واجب ہے۔ خداوند ذوالجلال کا ارشاد ہے (وما کان المؤمنون لینفروا
کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھو فی الدین یعنی تمام مسلمانو
کو جہاد میں نہیں جانا چاہیئے۔ ہر گروہ میں سے کچھ آدمی دین میں فقاہت حاصل کریں (سورۂ
توبہ) فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔ یعنی ایک فقیہ شیطان
پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے (ترمذی روایت ابن عباس) شیخ وکیع محدث
(صحاح ستہ کے راوی ہیں امام احمد وغیرہ کے استاد ہیں) کہا کرتے تھے لوگوں کو حدیث
بغیر فقہ کے فائدہ نہ دیگی۔ (مناقب الامام للکردری)

فقہ عہد خلافت راشدہ میں

رسول کریمؐ کے عہد سعادت مہد میں اسلامی تمدن ابتدائی حالت میں تھا اور
اس تمدن کی بنیاد ایسے ملک میں قائم ہو رہی تھی جہاں کسی تمدن کا سایہ بھی نہ پڑا تھا
عرب کا ملک سادہ اہل عرب کا طرز معاشرت سادہ غیر ممالک اور غیر قوموں سے اُن کے
تعلقات بھی زیادہ وابستہ نہ تھے نہ وہاں علوم و فنون کا چرچا تھا اس لئے مسلمانوں
کی ضروریات محدود اور اُن کا طرز زندگی سادہ تھا صحابہ کرام کا یہ حال تھا کہ جس کام کو
جس طرح رسول کریمؐ کو کرتے دیکھتے اُسی طرح کرنے لگتے۔ نہ حجت نہ تکرار نہ سوچ نہ بچار صرف
اتباع ہی اتباع تھا۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نے دیکھا کہ آپ کے کُرتے کا تکمہ کھُلا ہوا
تھا تو انہوں نے عمر بھر تکمہ کھُلا ہوا ہی رکھا۔ (ابوداؤد) ایک مرتبہ حضرت علیؓ گھوڑے
پر سوار ہو کر ہنسے لوگوں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے اس جگہ رسول کریمؐ
کو گھوڑے پر سوار ہو کر اسی طرح ہنستے دیکھا تھا۔ (بخاری) حضرت عبداللہ بن عمرؓ

مکہ مدینہ کے درمیان ایک درخت کے نیچے قیلولہ کیا کرتے تھے کیونکہ انہوں نے وہاں رسول کریمؐ کو قیلولہ کرتے دیکھا تھا (مصباح الزجاجہ) حضرت ابن عمر سفر میں ایک جگہ اپنی اونٹنی کو گھماتے تھے لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں نے یہاں رسول کریم کو گھماتے دیکھا ہے۔ (شفاء قاضی عیاض) حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول کریم سے بہتر کسی قوم کو نہیں دیکھا کہ وہ حضورؐ سے بہت کم باتوں کو دریافت کرتے تھے جیسا حضور کو کرتے دیکھتے ویسا ہی کرنے لگتے آپ کی وفات تک کل تیرہ مسئلہ دریافت کئے جو سب قرآن میں ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت تک احکام کے موجودہ اقسام پیدا نہیں ہوئے تھے فرض وواجبات وسنن کی موجودہ اصطلاحات نماز و وضو میں بھی نہ تھیں نہ قرآن مجید کے سوا فقہی احکام کی تدوین بصورت کتاب ہوئی تھی۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد ملکی فتوحات کے ساتھ ساتھ تمدن وضروریات میں وسعت ہوئی مختلف ممالک کے باشندوں مختلف المذہب لوگوں مختلف قوموں سے میل جول ہوا معاملات ہونے لگے مختلف دیار وامصار مختلف قوموں مختلف مذہب وملت کے لوگ جوق در جوق داخل اسلام ہونے لگے اس لئے نئے نئے قسم کے واقعات پیش آنے لگے بعض مسائل تو ایسے تھے جن کے متعلق آیت وحدیث صاف وواضح موجود تھی اور کوئی حدیث اس کے معارض نہ تھی لیکن بہت سے مسائل ایسے تھے جن کے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی حکم بہ تصریح موجود نہ تھا یا ایک حدیث کے معارض دوسری حدیث تھی کیونکہ آنحضرت عادات وسنن ومباحات میں اکثر ایک ہی امر کے پابند نہ رہتے تھے اور یہ ممکن بھی نہ تھا۔ اور تمام اصحاب بھی ہر وقت موجود نہ رہتے تھے اس لئے جس صحابی نے جو کچھ حضور کو کرتے دیکھا۔ یا جو زبان مبارک سے سنا اُس کو گرہ باندھ لیا۔ اس لئے اجتہاد واستنباط کی زیادہ ضرورت پیش آئی چونکہ قرآن وحدیث میں تمام جزئیات مذکور نہیں۔ اس لئے ضروری ہوا

کہ جزئیات کے فیصلہ کے لئے اجتہاد اور اجتہاد میں قیاس شرعی سے کام لیا جائے اور یہ
اصول حضور کے عہد مبارک میں قائم ہو چکا تھا جیسا کہ بعض روایات مذکورہ بالخصوص
حضرت معاذ کی روانگی یمن والی حدیث سے ثابت ہو چکا ہے۔ اجتہاد کے یہ معنی ہیں
کہ شارع کے معتبر دلائل یعنی قرآن و حدیث سے حکم شرعی کے استنباط میں پوری کوشش
کی جائے اول قرآن و حدیث کے ظاہر الفاظ سے استنباط کیا جائے یہ اس صورت
میں ہوتا ہے جب یہ الفاظ اس حکم کے محل وقوع کو بھی شامل ہوتے ہیں۔ دوئم یہ کہ
حکم قرآن و حدیث کے عقلی مفہوم سے اخذ کیا جائے مثلاً نص قرآن یا نص حدیث کی
کوئی علت ہو جو یا تو مصرح طور پر بیان کر دی گئی ہو یا استنباط کے ذریعہ سے نکالی گئی ہو
اور وہ محل حکم میں بھی پائی جاتی ہو لیکن قرآن و حدیث کے الفاظ اس میں شامل نہ ہوں
اصطلاح میں اس کو قیاس کہتے ہیں صحابہ کے سامنے جب ایسے مسائل پیش ہوتے تھے
کہ جن کے متعلق قرآن و حدیث میں کوئی تصریح نہیں ہوتی تھی ایسی صورت میں ان کو
مجبوراً قیاس کرنا پڑتا تھا جس کو رائے سے تعبیر کیا جاتا تھا استنباط مسائل کے معاملہ
میں خلفائے راشدین نے کمال احتیاط سے کام لیا جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو پہلے
اس کے متعلق قرآن مجید میں تلاش کیا جاتا ورنہ مجلس صحابہ میں پیش کر دیا جاتا اگر کسی کو اس
کے متعلق کوئی حدیث معلوم ہوتی تو وہ بیان کرتا اس ہی پر عملدرآمد ہوتا ورنہ جماعت کے
مشورہ سے طے کیا جاتا اس مجلس کے صدر خود خلیفہ ہوتے تھے اور اس مجلس کے ارکان
وہ اصحاب تھے جن کا ادراک و فہم ضرب المثل تھا مثل عمر و عثمان و علی و عبدالرحمٰن بن عوف
و معاذ و ابی بن کعب و زید بن ثابت (طبقات ابن سعد) حضرت ابوبکر کے عہد خلافت
میں عمر عثمان علی عبدالرحمٰن بن عوف معاذ ابی زید اہل الرائے اہل فقہ تھے ان کے
فتوے چلتے تھے اور ابوبکر کے بعد بھی ان کے فتوے چلتے رہے (کنز العمال) جب کوئی
قضیہ پیش آتا ابوبکر مطابق کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ کے حکم کرتے اگر خود آیت

یا حدیث نہ جانتے تو صحابہ موجودین سے پوچھ کر حکم دیتے اگر ان کو بھی معلوم نہ ہوتا۔ تو حکم میں اجتہاد کرتے (کشف الغمہ نواب صدیق حسن) منصوصات کتاب وسنت پر غور کیا (صحابہ نے جب بعد نبی کریم کے کوئی مسئلہ پیش آتا) اور اس کی علت کو دریافت کرکے اسی پر پیش آئے ہوئے معاملہ کو قیاس کیا (تقلید وعمل بالحدیث نواب محسن الملک۔ یہ رسالہ نواب صاحب کا تقلید کے رد میں ہے) تو سربرآوردہ لوگوں کو جمع کرکے (حضرت ابوبکر جب مسئلہ قرآن وحدیث میں نہ ملتا) ان کی رائے واجتہاد پر نظر کرتے اگر سب کے سب ایک بات پر متفق ہو جاتے تو اسی کو لیتے اور خود بھی اجتہاد کرتے (سبیل الرشاد مصنفہ مولوی ابویحیی محمد شاہ جہاں پوری اہل حدیث) جب کوئی مسئلہ بغرض انفصال پیش ہوتا تو چونکہ سب کی عقلیں اور قیاس یکساں نہ تھے نہ ہونے ممکن تھے اختلاف آراء ہوتا چنانچہ جب استنباط وتفریع حمل النظیر علی النظیر سے کام لینا پڑا تو اپنے اپنے علم وعقل کی موافق رائیں قائم کیں صحابۂ کرام میں اس اختلاف سے بہتر نتائج پیدا ہوتے تھے کوئی بے لطفی یا رنجش نہ ہوتی تھی بلکہ ایک دوسرے کی رائے پر رواداری سے غور کرتے تھے اس کی قدر کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے خدا نہ کرے کہ کوئی مشکل مسئلہ آپڑے اور علیؓ موجود نہ ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم کو علیؓ کا فتویٰ مل جائے تو پھر کسی کی ضرورت نہیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے ایک شخص نے مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے بتلا دیا اس شخص نے وہی مسئلہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے دریافت کیا اور ابوموسیٰ کا جواب بھی سنا دیا۔ عبداللہ بن مسعود نے ابوموسیٰ کے خلاف فتویٰ دیا۔ اس شخص نے ابوموسیٰ سے جاکر کہا انہوں نے ابن مسعود کا جواب سن کر فرمایا۔ کہ جب تک تم میں یہ عالم موجود ہے مجھ سے مسئلہ نہ دریافت کیا کرو۔ (بخاری وابوداؤد وترمذی)

اگر اختلاف ان میں باہم دگر تھا ———— تو بالکل مدار اس کا اخلاص پر تھا

جھگڑتے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا   خلاف آشتی سے خوش آئندہ تر تھا

یہ پہلی ہی تھی موج اُس آزادگی کی   (مسدس حالی)

ہرا جس سے ہونے کو تھا باغ گیتی

غرض بحث و مباحثہ کے بعد مسائل طے کر کے جاری کیے جاتے تھے اِس مجلس میں ہر شخص آزادی کے ساتھ رائے زنی کرتا تھا۔ نہ کوئی کسی کے اثر سے مرعوب ہوتا تھا نہ مخالفت کرنے والے کے خلاف خلیفہ کوئی نامناسب خیال قائم کرتے تھے حضرت زید بن ثابت کو اجتہادی مسائل میں اکثر حضرت ابوبکر سے اختلاف رہتا تھا مگر حضرت ابوبکر نے اِن کو رکن مجلس شوریٰ مقرر کیا۔ جمع قرآن پر مامور کیا نکتہ چینی پر تحمل کرنا مخالف کی رائے پر تدبر سے غور کرنا اصحاب رسول کریم کا خاص طرز تھا۔

یکے مشکلے بُرد پیش علی   مگر مشکلش را کند منجلی

امیر عدو بند کشور کشائے   جوابش بگفتا زند بیروائے

شنیدم کہ شخصے دراں انجمن   بگفتا چنیں نیست یا ابوالحسن

نرنجید از وحیدر نام جو   بگفت ار توانی ازیں بہ بگو

(بوستان سعدی)

رسول کریم کے عہد تک کتاب و سنت و قیاس اصول اجتہاد تھے حضرت ابوبکر کے عہد سے ان میں اجماع کا اور اضافہ ہوا (قرآن و حدیث کو تپانے کی صورت میں حضرت عمر کو جب کوئی مسئلہ پیش آتا) حضرت ابوبکر کے فیصلہ کو بھی تلاش کرتے (سبیل الرشاد مولوی ابویحییٰ) گویا حضرت عمر کے زمانہ سے اصول اجتہاد میں کتاب و سنت و قیاس و اجماع پر آثار سلف کا اور اضافہ ہوا یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول کریم کی وفات کو تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا آپ کے اہل بیت پاک آل اطہار اور اصحاب جن کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی موجود تھے۔ تیس ہزار صحابی مدینہ میں مقیم تھے (مقدمہ ابن صلاح) اُن میں سے ہر ایک نے رسول کریم کے جمال جہاں آرا کی زیارت

کی تھی اور حضور سے فیض صحبت حاصل کیا تھا۔ آپ کی زبان الہام ترجمان سے مسائل و نصائح سنتے تھے آپ کے اعمال و افعال کو بغور دیکھا تھا اُن میں سے ہر ایک دین کا سچا شیدائی خدا کا فرماں بردار بندہ تھا اُن کی دیانت و تقویٰ پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا وہ اپنی عبادت و معاملات و معاشرت کو سنت رسول کے سانچے میں ڈھالنے کی پوری سعی کرتے تھے با ایں ہمہ فقہی احکام کے استنباط کا ہر ایک مجاز نہ تھا۔ اُس زمانہ میں خلفاء اربعہ ام المومنین عائشہ وام المومنین اُم سلمہ، طلحہ، زبیر، سعد بن وقاص، عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عبداللہ بن عمر، انس بن مالک، ابوسعید خدری، ابوہریرہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص سلمان فارسی، جابر بن عبداللہ، عبدالرحمن بن عوف، عمران بن حصین، ابوبکرہ عبادہ بن صامت معاویہ بن ابی سفیان معاذ بن جبل ابی بن کعب ابوموسیٰ اشعری یہ اصحاب مجتہد تھے انہیں کے فتوے چلتے تھے یہی استنباط مسائل کرتے تھے حالانکہ رسول کریم کی دیگر ازواج مطہرات مثل ام المومنین حفصہ بنت عمر فاروق حضور کے مشہور متقی صحابی ابوذر رسول کریم کے چچا عباس مشہور مدبر و فاتح صحابی عمرو بن العاص موجود تھے لیکن مذکورہ بالا حضرات کے سوا کسی کو فتویٰ و اجتہاد کی اجازت نہ تھی۔ حضرت علی نے اس معاملہ کو بالکل صاف فرما دیا ہے (عن ابی جحیفۃ قال قلت لعلی یا امیر المؤمنین ھل عندکم من سوداً فی بیضاء لیس فی کتاب اللہ عز وجل قال لا والذی فلق الحبۃ وبرا النسمۃ ما علمتہ الا فہما یعطیہ اللہ رجلا فی القران اخرجہ البخاری والترمذی والنسائی یعنی ابی جحیفہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت علی سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس کچھ ایسے مضامین ہیں جو قرآن میں نہیں انہوں نے قسم کھا کر فرمایا کہ ہمارے پاس کچھ نہیں لیکن ایک فہم خاص ہے جس کسی کو اللہ تعالیٰ قرآن میں عطا فرما دے۔ اس کی تخریج بخاری و ترمذی و نسائی نے کی ہے۔ (تیسیر باب القصاص) حضرت علی کے دقیق استنباط کو دیکھ کر بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید ان کے پاس رسول کریم کے زمانہ کی کچھ

یادداشتیں ہیں۔ اس پر یہ سوال کیا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ ہم کو قرآنی مضامین کے سمجھنے کے لئے خدائے کریم نے فہم خاص عطا فرمائی ہے۔ باقی صحابہ مجتہد صحابہ سے مسائل دریافت کرکے عمل کرتے تھے۔ اگرچہ وہ خود خوب حدیث و قرآن سے واقف تھے مگر جانتے تھے کہ نصوص کا سمجھنا اور نصوص سے استنباط کرنا ہر ایک کا کام نہیں، اگر ظاہر الفاظ نصوص ہی کافی ہوتے تو کسی مجتہد و اجتہاد کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔

(عن سلیمان بن یسار ان ابا ایوب الانصاری خرج حاجًا اذا کان بالبادیۃ من طریق مکۃ اضل رواحلہ وانہ قدم علی عمر بن الخطاب یوم النحر فذکر ذالک لہ فقال اصنع ما یصنع المعتمر ثم قد حللت فاذا ادرکت الحج قابلا ما حج واہد ما استیسر من الہدی اخرجہ مالک یعنی سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ ابو ایوب انصاری حج کو چلے راستہ میں اُن کی قربانی کی اونٹنیاں گم ہوگئیں وہ حج کے بعد حضرت عمر کے پاس آئے اور سارا واقعہ بیان کیا حضرت عمر نے کہا جو عمرہ والا کرتا ہے وہی تم کرو تمہارا احرام کھُل جائے گا۔ پھر سال آئندہ حج و قربانی کرو اس کی مالک نے تخریج کی ہے۔ (تیسیر کتاب الحج) حضرت ابو ایوب انصاری خود جلیل القدر صحابی تھے چونکہ صاحب اجتہاد نہ تھے اس لئے ایک مجتہد صحابی سے دریافت کرکے عمل کیا (عن جابر بن زید و عکرمۃ انہما کان یکرہان البسر وحدہ و یاخذان ذلک عن ابن عباس اخرجہ ابوداؤد یعنی جابر بن زید اور عکرمہ سے روایت ہے (خیسایندہ کے لئے) خرمائے نیم پختہ کو ناپسند کرتے تھے۔ اور اس فتوے کو ابن عباس سے اخذ کرتے تھے۔ (تیسیر کتاب الشراب) یہ دونوں حضرات بھی ایک مجتہد صحابی کا اتباع کرتے ہیں۔ قطع نظر دیگر امور کے عقل و فہم و تجربہ میں صحابۂ کرام ضرور ایک دوسرے سے کم زیادہ تھے بعض حضرات ایسے ضرور تھے جو باعتبار ریاضت و مجاہدات و عبادات دوسروں سے زیادہ تھے۔ اور فیضان صحبت رسول کریم سے بھی وہ بہ نسبت دوسروں کے

زیادہ مستفید ہوئے تھے مگر خلفانے بوجہ تفاوت فہم و تجربہ ان کو افتا کا مجاز نہیں کیا تھا فتویٰ دینے کے وہی حضرات مجاز تھے جو علاوہ تقویٰ اور طہارت کے علم و دانش و تجربہ میں بھی ممتاز تھے وسیع النظر تھے۔ مثل عثمانؓ، علیؓ، ابوہریرہؓ، ابودرداؓ، زید بن ثابتؓ، ابی بن کعبؓ، معاذ بن جبلؓ، عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہ ان کے سوا، اور کوئی فتویٰ دینے کا مجاز نہ تھا (ازالۃ الخفا) اسی جماعت کے فیصلے فتوے مفصلات میں بھیج دیے جاتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اوقات نماز پنجگانہ کے متعلق ایک مفصل ہدایت مرتب کر کے بھیجی۔ (موطا امام مالک) دو نمازوں کے جمع کرنے کے عدم جواز کے متعلق مفصلات میں احکام بھیجے۔ (موطا امام محمد) بعض دفعہ بیرونجات سے بھی حضرت عمرؓ کے پاس مسائل آتے تھے اُن کا جواب بارگاہ خلافت سے ارسال ہوتا تھا۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں اس قسم کے فتوے منقول ہیں۔ حضرت عمر اپنے عہد خلافت میں اس امر کی سخت نگرانی کرتے تھے کہ مقررہ اصحاب کے سوا کوئی اور فتوے نہ دے تاکہ مسائل میں گڑبڑ نہ ہو اور اہل ہوا مختلف لوگوں سے مسائل پوچھ کر اُن کے اختلاف رائے سے اپنی خواہش کے موافق فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کریں۔ اگر کسی غیر مجاز صحابی نے ناواقفیت یا بھول چوک سے فتوے دیدیا تو اُس کو منع کر دیا گیا۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا (مسند دارمی) حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کی ہر قسم کی تعلیم و تنظیم کے لئے علیحدہ علیحدہ ایسے اصحاب مقرر کئے تھے جو اس خدمت کے اہل تھے اُن کے سوا دوسرا اس کام کو نہ کرسکتا تھا۔ چنانچہ سفر شام میں بمقام جابیہ خطبہ میں فرمایا (من اراد القرآن ایتا من اراد ان یسال الفرائض فلیات زیدا من اراد ان یسال من الفقہ فلیات معاذا یعنی جو شخص قرآن سیکھنا چاہے ابی بن کعب سے سیکھے جو فرائض سیکھنا چاہے وہ زیدؓ سے سیکھے جو فقہ سیکھنا چاہے وہ معاذؓ سے سیکھے) دور و دراز مقامات و دیار و امصار پر ایسے حکام اور افسر مقرر کئے جاتے تھے

جو صاحب علم و فقہ ہوتے تھے (کتاب الخراج امام ابویوسف) چنانچہ ایک خطبہ میں حضرت عمرؓ نے فرمایا (انی اشھد کم علی امراء الامصار انی لم ابعثھم الا یفقھوا الناس فی دینھم یعنی میں تم لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے حکام کو اس لئے مامور کیا ہے کہ وہ لوگوں کو دینی مسائل کی تعلیم دیں۔ (کتاب الخراج) عبد الرحمٰن بن معقل کو معلم فقہ بنا کر بصرہ میں متعین کیا۔ (اسد الغابہ) عمران بن حصین کو بصرہ میں اس ہی خدمت پر مامور کیا (طبقات الحفاظ) عبد الرحمٰن بن غنم کو شام میں معلم فقہ بنا کر بھیجا۔ (طبقات الحفاظ) حبان ابن ابی جبلہ کو بصرہ میں تعلیم فقہ کی خدمت پر مامور کیا۔ (حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ امام سیوطی) تمام صحابہ صاحب فتویٰ نہ تھے اور نہ سب دینداری کی تعلیم دیا کرتے تھے بلکہ فتویٰ و تعلیم کا کام حاملین قرآن اور ناسخ و منسوخ جاننے والے اور متشابہ و محکم آیات سے خبر رکھنے والے صحابہ کرام کے ساتھ مخصوص تھا جن کو خصوصیت کے ساتھ تعلیم نبوی سے مستفید ہونے کا موقع ملا تھا یا صحابہ کبار سے سن کر احکام مذہبی سے کما ینبغی آگاہی حاصل کی تھی۔ یہ لوگ ابتداء اسلام میں قراء کہلاتے تھے یعنی وہ لوگ جو کتاب اللہ کو پڑھنے اور جانتے تھے۔ عرب چونکہ عموماً اُمی اور اَن پڑھ تھے اس لئے قراء اُن میں بسا غنیمت سمجھے جاتے تھے اور تعلیم و تلقین انہیں کے ہاتھ میں تھی (مقدمہ تاریخ ابن خلدون) جن حکام و فقہا کو مامور کیا جاتا تھا وہ مجاز تھے کہ جدید اور غیر منصوص مسائل میں رائے و قیاس سے فیصلہ کریں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ جو چیز تم کو قرآن و حدیث میں نہ ملے۔ خوب غور کرو اور اس کے ہمشکل مسائل و واقعات دریافت کر کے قیاس کرو (دارقطنی) اسی طرح قاضی شریح کو حکم دیا (جس شہر میں جو صحابی ہوتا تھا وہ موافق حدیث کے حکم کرتا تھا۔ ورنہ اس شہر کا امیر اپنے اجتہاد سے حکم دیتا تھا (کشف الغمہ) رسول کریم کی وفات کے بعد بعض قبائل عرب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے اُن پر جہاد کا ارادہ کیا۔

حضرت عمرؓ نے کہا اُن پر جہاد کیونکر ہوسکتا ہے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا ہے۔ (فمن قال لا الٰہ الا اللہ فقد عصم منی مالہ ونفسہ یعنی جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اسنے اپنی جان و مال کو مجھ سے بچالیا) حضرت ابو بکرؓ نے اپنے اجتہاد سے جواب دیا کہ اُن پر اس لئے جہاد کیا جائیگا۔ کہ وہ نماز و زکواۃ میں فرق کرتے ہیں۔ حالانکہ دونوں حقوق اللہ ہیں اس کو سب نے تسلیم کیا۔ (بخاری و مسلم) اس واقعہ کا ذکر کر کے قاضی شوکانی نے لکھا ہے۔ کہ ابو بکرؓ نے قیاس کیا اور ابو بکرؓ کی صحت رائے عمر پر منکشف ہو گئی۔ (نیل الاوطار) خدا جانے کون سی آیت یا حدیث اُس وقت حضرت ابو بکرؓ کے پیش نظر تھی۔ جس نے اِس حدیث کے ترک پر مجبور کیا۔ یا اسی حدیث سے کسی دوسری نص کی مدد سے اس علت حکم کو نکالا اور سب نے اس اجتہاد کو قبول کیا۔ اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حدیث کے وہی معنی اور مطلب معتبر ہے۔ جو مجتہد کے ذریعہ سے پہنچے حضرت ابن مسعود کے پاس ایک عورت قبیلہ بنی اسد کی آئی اور اس طرح گفتگو کی۔

عورت۔ میں نے سنا ہے کہ آپ اُن عورتوں پر لعنت کرتے ہیں جو حسن کی غرض سے بال چنواتی ہیں اور دانت رتواتی ہیں۔

ابن مسعود۔ ہاں۔

عورت۔ آپ کیوں لعنت کرتے ہیں۔

ابن مسعود۔ جس پر قرآن میں لعنت موجود ہے اُس پر لعنت کرنے میں مجھے کیا تامل ہوسکتا ہے۔

عورت۔ میں نے بارہا قرآن پڑھا ہے۔ قرآن میں یہ کہیں نہیں۔

ابن مسعود۔ کیا تو نے نہیں پڑھا (ما اٰتاکم الرسول فخذوہ) یعنی جو رسول تم کو حکم دیں وہ کرو اور جس سے منع کریں باز رہو۔

عورت۔ ہاں پڑھا ہے اس میں کہیں لعنت کا ذکر نہیں۔

ابن مسعود۔ رسول کریمؐ نے ان باتوں کو منع فرمایا ہے۔ (درمنثور)
رسول کریمؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص غلہ خرید کرے جب تک اس پر قبضہ نہ کرلے دوسرے کے ہاتھ فروخت نہ کرے۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ہر چیز مثل غلہ کے ہے جب تک قبضہ نہ کرلے فروخت نہ کرے۔ (مسلم) رسول کریمؐ نے حضرت عائشہؓ کو رضاعی چچا کے سامنے آنے کی اجازت دی تھی۔ یعنی اُن سے پردہ نہ کریں۔ حضرت عائشہؓ نے قیاس کرکے فتویٰ دیا کہ جو نسبی رشتے حرام ہیں وہ رضاعی رشتے بھی حرام ہیں (مسلم) یہ امر کئی بار مذکور ہو چکا ہے کہ قرآن و حدیث میں تمام جزئیات مذکور نہیں۔ اس لئے ضرورت پیش آنے پر مجتہد رائے لگانے پر مجبور ہوتا تھا۔ اور جب رائے و قیاس کا دخل آگیا۔ تو اختلاف لازمی ہوا۔ اسی وجہ سے صحابہ میں بعض مسائل میں اختلاف ہوا۔ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ کو ماں کہا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا میں عورتوں کی ماں نہیں مردوں کی ماں ہوں یہ اس لئے فرمایا کہ آیت (وازواجہ امہاتہم) یعنی اس کی (نبی کی) بیویاں تمہاری مائیں ہیں) میں (امہاتکم) کی ضمیر مردوں کی طرف پھرتی ہے لیکن حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ میں جس طرح مردوں کی ماں ہوں اسی طرح عورتوں کی بھی ماں ہوں۔ انہوں نے قیاس فرمایا کہ یہاں امت کی ماں مراد ہے۔ امت میں مرد بھی ہیں عورتیں بھی ہیں (درمنثور) ایک شخص مرا اس کی وارث ایک بہن ایک ماں ایک دادا تھے حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ ترکہ میں سے بہن کو نصف، ماں کو ثلث، باقی دادا کو دلایا جائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا بہن کو نصف باقی میں سے ماں کا ایک ثلث، دادا کا دو ثلث حضرت عثمانؓ نے کہا کل مال کے تین حصے کرکے ایک ایک حصہ تینوں کو دیدیا جائے۔ حضرت علیؓ نے کہا بہن کا نصف، باقی میں ماں اور دادا کا حصہ برابر حضرت زید بن ثابتؓ نے کہا ماں کا ثلث باقی میں دادا کا دو ثلث، بہن کا ایک ثلث (رواہ تاج الدین اسماعیل تونوی) رسول کریمؐ حج سے واپسی میں بمقام ابطح اُترے۔ حضرت ابوہریرہ و

حضرت ابن عمرؓ اس کو سنن حج میں قرار دیتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ و حضرت ابن عباسؓ امر اتفاقی قرار دیتے ہیں طواف میں رمل کرنا سب سنت کہتے ہیں۔ مگر حضرت ابن عباسؓ امر عارضی قرار دیتے ہیں ایک یہودی کا جنازہ دیکھ کر رسول کریمؐ کھڑے ہو گئے۔ بعض صحابہ کی رائے ہے کہ آپ ملائکہ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوئے۔ بعض نے کہا ہول میت کے لئے کھڑے ہوئے بعض نے کہا کہ کافر کا جنازہ آپ کے سر مبارک سے اونچا نہ ہو اس لئے کھڑے ہوئے رسول کریمؐ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے کو منع فرمایا۔ لیکن حضرت جابرؓ نے آپ کی وفات سے ایک سال قبل آپ کو اس کے خلاف کرتے دیکھا اور حضرت ابن عمرؓ نے قبلہ کی طرف پشت کر کے قضاء حاجت کرتے دیکھا۔ حضرت جابرؓ نے حدیث اول کو منسوخ سمجھا اس کے متعلق دو قول ہو گئے۔ ایک یہ کہ قبلہ کی طرف منہ یا پشت نہ کرنا صحرا کے لئے مخصوص ہے دوسرا یہ کہ حکم عام محکم ہے حضور کا اس کے خلاف عمل کرنا آپ کی خصوصیات میں سے ہوگا۔ سورہ بقرہ میں بیوہ عورت کی عدت (اربعۃ اشھر و عشرا یعنی چار مہینہ دس دن) مذکور ہے اور سورہ طلاق میں حاملہ بیوہ کی عدت (ان یضعن حملھن یعنی وضع حمل تک) بتلائی گئی ہے اس پر حضرت علیؓ کا فتویٰ ہے کہ سورہ بقرہ کی مقرر کردہ عدت چار مہینہ دس دن اور سورہ طلاق کی بتلائی ہوئی عدت یعنی وضع حمل تک کا زمانہ دونوں میں سے جو مدت طویل ہو وہ حاملہ بیوہ کی عدت ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا فتویٰ ہے کہ آخر الذکر آیت اول الذکر آیت کی حد اختلاف تک ناسخ ہے اور حاملہ بیوہ کی عدت وضع حمل تک ہے (توضیح) ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی صحابی نے کوئی حدیث بیان کی تو اس پر خلفا یا کسی مجتہد صحابی نے شہادت طلب کی اور بعد شہادت اس کو قبول کر لیا۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک مجتہد صحابی نے دوسرے مجتہد صحابی کے حکم کو منسوخ کیا ہو حضرت ابو بکرؓ سے ایک شخص نے دادی کے حصہ کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کے متعلق میں نے رسول کریمؐ سے کچھ نہیں سنا اور پھر عام صحابہ سے دریافت کیا

تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ رسول کریم دادی کو چھٹا حصہ دلاتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ تمہارے سوا اور کوئی بھی اس سے واقف ہے تو محمد بن مسلمہ نے اس کی تصدیق کی۔
حضرت ابن مسعود سے فتویٰ پوچھا گیا کہ ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر مہر نکاح کیا اور خلوت صحیحہ سے پہلے ہی اُس شخص کا انتقال ہو گیا۔ اُس عورت کے لئے کیا حکم ہے ابن مسعود نے کہا کہ اس کے متعلق میں نے رسول کریم سے کچھ نہیں سنا۔ اور ایک مہینہ تک غور کرتے رہے آخر کہا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں۔ اگر میں اس اجتہاد میں صواب پر پہنچ گیا تو یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہوئی تو یہ مجھ سے اور شیطان سے ہے اور فتویٰ دیا کہ اُس عورت کا مہر اس قبیلہ کی عورتوں کی مثل ہوگا اور اس کو عدت کرنی چاہئے۔ میراث میں اس کو حصہ دلایا جائے گا۔ یہ سُن کر معقل بن سنان الاشجعی کھڑے ہوئے اور کہا کہ رسول کریم نے بروع بنت واشق کے حق میں ایسا ہی حکم فرمایا تھا یہ سن کر ابن مسعود بہت مسرور ہوئے۔ لیکن حضرت علیؓ نے کہا کہ ہم ایسے اعرابی کی بات کا اعتبار نہیں کرتے جو غایت درجہ کا جاہل ہے اس عورت کو میراث دلائیے مہر وغیرہ کچھ نہیں (ترمذی) فاطمہ بنت قیس نے بیان کیا کہ مجھ کو میرے شوہر نے تین طلاقیں دیں۔ رسول کریمؐ نے میرے واسطے مکان اور نفقہ مقرر نہیں کیا حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک ایسی عورت کے کہنے سے نہ چھوڑیں گے کہ جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ صحیح کہتی ہے یا غلط یا بھول گئی (ترمذی) ایک شخص نے حالت مرض میں اپنی بیوی کو طلاق دی اور وہ مر گیا۔ قاضی شریح نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اگر وہ عورت عدت میں ہے تو اُس کو وراثت دلا دی جائے۔ اگر عدت گزر گئی ہے تو وراثت نہ دلائی جائے ایسا ہی واقعہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا پیش آیا تو حضرت عثمانؓ نے عدت گزر جانے کے بعد بھی عورت کو میراث دلائی۔ حضرت ابوبکرؓ کے

عہد میں تین طلاقیں ایک سمجھی جاتی تھیں حضرت عمرؓ نے تین طلاقوں کو طلاق بائن قرار دیا۔ حضرت عثمانؓ کی صاحبزادی کا انتقال ہوا۔ عورتیں رونے لگیں حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کے صاحبزادے سے کہا کہ آپ عورتوں کو رونے سے منع نہیں کرتے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ اہل میت کے رونے سے میت پر عذاب کیا جاتا ہے اس پر حضرت ابن عباسؓ نے کہا حضرت عمرؓ بھی کچھ ایسا ہی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے جب اس کا تذکرہ حضرت عایشہؓ سے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ خدا عمرؓ پر رحم کرے رسول کریمؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ کسی کے رونے سے مسلمان پر عذاب ہوتا ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ رونے سے کافر پر عذاب ہوتا ہے (بخاری) حضرت عثمانؓ کا مسلک تھا کہ اگر کوئی شخص حج کے موقع پر اقامت کی نیت کرے تو منا میں نماز قصر نہ کرے۔ حضرت علی منا میں قصر ضروری خیال کرتے تھے حضرت عثمانؓ حج تمتع یعنی حج و عمرہ کے لئے علیحدہ علیحدہ نیت کرنے سے اس لئے روکتے تھے کہ اب وہ علت باقی نہیں رہی۔ یعنی خوف کفار حضرت علی اس کو جائز رکھتے تھے حضرت عثمانؓ حالت احرام میں نکاح کو ناجائز قرار دیتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے اس کی ممانعت رسول کریمؐ سے سنی تھی مگر حضرت علیؓ اور دیگر اصحاب جائز سمجھتے تھے (مسند احمد حنبل) صحابۂ کرام مجتہد صحابی کو بھی اُس سے پہلے مجتہد کے اتباع کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیتے تھے چنانچہ حضرت عثمانؓ سے بیعت خلافت ہوئی تو اُن سے اقرار لیا گیا کہ قرآن و حدیث و سنت شیخین پر عمل کرونگا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ جد کی میراث کے معاملہ میں میں نے ایک رائے سوچی ہے۔ اگر تمھارے نزدیک مناسب ہو تو اس کا اتباع کرو انہوں نے کہا کہ اگر ہم آپ کی رائے کا اتباع کریں تو بھی درست ہے مگر آپ سے پہلے بزرگ (ابوبکرؓ) آپ سے زیادہ ذی رائے تھے اُن کا اتباع بہتر ہوگا۔ (سنن دارمی) حضرت علیؓ نے کوفہ میں دوران خطبہ میں کہا کہ میری رائے اور عمر کی رائے عدم جواز بیع ام ولد پر

متفق تھی لیکن اب میں ام ولد کا بیچ کرنا صحیح خیال کرتا ہوں۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ آپ کی رائے جماعت کی رائے کے ساتھ ہمارے نزدیک آپ کی تنہا رائے سے بہتر ہے یہ سن کر حضرت علیؓ نے سر جھکا لیا۔ (بیہقی)

اختلافِ صحابہؓ کے بعض وجوہ

(۱) ایک صحابی نے ایک حدیث رسول کریمؐ سے سنی دوسرے نے نہ سنی۔ یا ان کو وہ حدیث قابل اطمینان ذریعہ سے نہ پہنچی اس لئے انہوں نے اجتہاد سے کام لیا اور اپنے اجتہاد پر قایم رہے۔

(۲) صحابی کو حدیث پہنچی لیکن وہ اس کے شانِ نزول سے آگاہ نہ ہوئے اس لئے انہوں نے اس کو عام حکم سمجھا اور جن کو شان نزول معلوم تھا۔ انہوں نے خاص سمجھا۔

(۳) صحابی کو حدیث پہنچی لیکن ان کو اس کے خلاف حدیث معلوم تھی۔ اس لئے انہوں نے اس حدیث کو منسوخ سمجھا۔

(۴) ایک صحابی نے حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کیا۔ دوسرے نے غور کر کے علت خاص پر عمل کیا۔

(۵) بعض حدیثوں کی عبارت میں کئی کئی پہلو نکلتے ہیں۔ اس لئے استنباط میں اختلاف ہوا۔

(۶) ایک صحابی نے حدیث کو عادت پر محمول کیا دوسرے نے عبادت سمجھا۔

(۷) تفاوت فہم و فراست۔

(۸) اشتباہ فی الحدیث یعنی کسی کو حدیث کی صحت میں شک ہوا۔ دوسرے کو نہ ہوا۔

(۹) دو مختلف حدیثوں کے جمع کرنے میں اختلاف ہوا۔

فقہ خلافتِ راشدہ کے بعد

خلافت راشدہ کے بعد خلفا کو اپنی سیاسی الجھنوں کی وجہ سے دینی امور کی طرف توجہ کم رہی۔ اس لئے زمانہ خلافت راشدہ کا انتظام درہم و برہم ہو گیا۔ جو صحابی جہاں تھا خود مجتہد تھا۔ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جاتا تھا۔ صحابہ کی تعداد کم ہوتی تھی اور جماعت تابعین میں سے مجتہد پیدا ہوتے جاتے تھے اُن کے اجتہاد کو عالم اسلام نے تسلیم کیا تابعین میں بعض ایسے عظیم المرتبت مجتہد ہوئے کہ صحابہ اُن سے مسائل دریافت فرماتے تھے جیسے علقمہ بن قیس نخعی۔ تابعین مجتہدین میں زیادہ مشہور مدینہ کے فقہائے سبعہ ابو بکر بن حارث۔ سلیمان بن یسار۔ خارجہ بن زید۔ قاسم بن محمد۔ سعید بن مسیب۔ عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ۔ سالم بن عبد اللہ تھے ان کے علاوہ تابعین میں مکہ مدینہ کوفہ بصرہ۔ شام۔ وغیرہ ممالک میں بہت سے مجتہد ہوئے اُن میں زیادہ مشہور عروہ بن زبیر امام زین العابدین۔ امام حسن مثنیٰ۔ امام محمد باقر۔ امام جعفر صادق۔ نافع بن سرجس مولا عبد اللہ بن عمر۔ یحیٰ بن سعید الانصاری۔ مکحول بن عبد اللہ۔ طاؤس بن کیسان۔ ابراہیم نخعی حماد بن ابی سلیمان۔ عبد اللہ بن دینار۔ ہشام بن عروہ بن زبیر۔ علقمہ بن قیس نخعی۔ عطا بن ابی رباح۔ امام شعبی۔ امام زہری۔ ربیعہ رائی۔ امام حسن بصری۔ اسود بن یزید نخعی۔ محمد بن منکدر۔ خلیفہ عمر بن عبد العزیز۔ قتادہ۔ شعبہ۔ عبد الرحمٰن بن قاسم۔ امام ابو حنیفہ

ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف ہوئے ہیں اور بھی بہت سے بزرگ مجتہد تھے۔ لیکن زیادہ نامور یہی حضرات تھے خلیفہ عمر و بن عبد العزیز نے جب وہ مدینہ کے گورنر تھے ایک مجلس قائم کی تھی جس کے رکن فقہائے سبعہ تھے اس مجلس میں مسائل طے ہو کر جاری کیے جاتے تھے (اخبار الطوال ابو حنیفہ دینوری) تابعین نے اصول اجتہاد میں آثار صحابہ کا اور ضروری اضافہ کیا لیکن اس قرن میں مسائل فقہ کی تدوین بصورت کتاب نہیں ہوئی جو کچھ تھا صحابہ اور تلامذہ صحابہ کے سینوں میں محفوظ تھا اس قرن میں عہد خلافت راشدہ کے بعد لوگ حدیث کی طرف زیادہ متوجہ ہوئے خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے خدام حدیث و فقہ کی حوصلہ افزائی کی۔ انہوں نے اپنے ایک گورنر کو فرمان میں لکھا۔ (انظر الی قوم الذین نصبوا انفسہم للفقہ وحبسوھا فی المسجد عن طلب الدنیا فاعط کل رجل منہم مائتہ دینار یستعینون بھا علی ما ھم علیہ من بیت مال المسلمین حین یاتیک کتابی ھذا) یعنی جن لوگوں نے ترک دنیا کر کے فقہ کی تعلیم کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ اُن میں سے ہر ایک کو سو دینار بیت المال سے دو تاکہ وہ اس حالت کو قائم رکھ سکیں۔ (سیرت عمر و بن عبد العزیز) حدیث کی خدمت کرنے والوں کے دو گروہ ہو گئے تھے۔ ایک محدثین جو تمام قسم کی حدیثوں مواعظ و سیر و قصص و فضائل کی روایات کا استقصاء کرتے تھے احادیث کی جمع روایت و روایات کی تصحیح و تضعیف اتصال و انقطاع رفع و ارسال کی توثیق و تضعیف وغیرہ مباحث میں من حیثیت الروایت مشغول تھے۔ دوسرے مجتہدین زیادہ تر انہیں احادیث سے غرض رکھتے تھے۔ جن سے شرعی احکام مستنبط ہوتے تھے۔ احادیث کا تضاد و تطابق نسخ و تطبیق اور اُن سے احکام کا استنباط و تفریع اُن کے فرائض و سنت و استحباب کی تقسیم غیر مصرح بالنص احکام کا قیاس صحیح احکام کے علل و مصالح معلوم کرتے ضروریات انسانی کی موافق احکامات کو مرتب کر کے یہ فقہا اور اہل الرائے کہلاتے تھے۔ فقہاء کا عظیم الشان گروہ مثل امام مالک و امام ابو حنیفہ امام سفیان ثوری امام اوزاعی اس ہی

لقب سے مشہور ہوا۔ (کتاب المعارف محدث ابن قتیبہ) مدینۃ الرسول کے مفتی اعظم وصدر المدرسین امام مالک و امام حسن بصری کے استاد ابو عثمان ربیعہ جو کبار تابعین میں سے ہیں۔ جن کی تعریف امام احمد حنبل و ابن شیبہ جیسے اکابرنے کی ہے اس طرح اہل الرائے مشہور ہوئے۔ کہ رائے اُن کے نام کا جز و قرار پاگیا۔ ربیعہ رائے کہلائے گئے۔ یہ گروہ عقل و قیاس کی روشنی میں حدیث و مسائل پر غور کرتا تھا۔ اور احادیث کے جانچنے میں زیادہ سخت تھا۔ جس طرح حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی متشدد فی الروایت مشہور تھے (امام ذہبی) اسی طرح اکثر فقہاء متشدد فی الروایت تھے۔ ان کا تشدد بیجا نہ تھا۔ کیونکہ خلافت راشدہ کے بعد روز بروز حدیث کا چرچا عام ہونے لگا۔ بہت سے صالحین ایسے تھے کہ جو حدیثیں روایت کرتے تھے مگر صاحب فہم نہ تھے۔ بہت سے ایسے تھے جو بلا سند روایتیں کرتے تھے ان کا مدار صرف حسن ظن پر تھا پھر اسلام میں فرقہ بندی پیدا ہونے سے ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے تھے جو حدیثیں گھڑتے تھے۔ بلکہ تحریروں میں بھی تحریف کرتے تھے اس لئے مجتہدین کو تشدد سے کام لینا پڑا۔ امام مسلم نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ پہلے لوگ رواۃ حدیث سے سند کا مطالبہ نہ کرتے تھے لیکن جب فتنہ وفساد پیدا ہوا تو اُن سے رواۃ کا مطالبہ کیا گیا۔ تاکہ دیکھا جائے کہ اگر وہ اہل سنت ہے تو حدیث قبول کی جائے اور اگر اہل بدعت ہے تو رد کی جائے۔ امام مسلم نے ابوالزناد اور عبداللہ بن ذکوان سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے کہا میں نے مدینہ میں سو آدمی پائے جو سب کے سب مامون تھے لیکن اُن کی حدیث قبول نہ کی جاتی تھی۔ کہا جاتا تھا کہ یہ اس کے اہل نہیں۔ سفیان سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے جابر کو سنا وہ تیس ہزار حدیثیں بیان کرتے تھے لیکن میں اُن میں سے ایک کا بھی بیان کرنا جائز نہیں سمجھتا اسماعیل بن اویس اپنے ماموں امام مالک سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے ان ستونوں کے پاس ستر آدمیوں کو روایت بیان کرتے سنا مگر اُن سے

ایک حرف نہیں لیا وہ متدین اور صالح ضرور تھے۔ لیکن اس فن کے اہل نہ تھے۔ مطرف بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ امام مالک نے فرمایا کہ مدینہ کے بعض صالحین حدیث بیان کرتے تھے لیکن میں نے اُن سے حدیث اس لئے نہیں سنی۔ کہ وہ جو کہتے تھے اس کو سمجھتے نہ تھے۔ ایک مرتبہ بشیر عدوی حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس آیا اور ایک حدیث بیان کی۔ ابن عباس متوجہ نہ ہوئے۔ بشیر نے کہا اے ابن عباس میں حدیث بیان کرتا ہوں تم توجہ نہیں کرتے۔ ابن عباس نے کہا پہلے ہماری یہ حالت تھی کہ جب کوئی حدیث بیان کرتا ہم ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے لیکن جب سے لوگوں نے نیک و بد کی تمیز اٹھا دی ہم انھیں حدیثوں کو سنتے ہیں جن کو خود بھی جانتے ہیں۔ (مقدمہ صحیح مسلم) حضرت ابن عباس ایک مرتبہ حضرت علی کے کسی فیصلہ کی نقل لے رہے تھے۔ لیکن درمیان میں الفاظ چھوڑتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ علی نے ہرگز یہ فیصلہ نہیں کیا ہوگا (مسلم) امام مسلم نے ابوبکر بن عیاش سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے مغیرہ کو کہتے سنا ہے۔ کہ علی سے جو لوگ روایت کرتے ہیں اُن میں سے صرف عبداللہ بن مسعود کی روایت کی تصدیق کی جاتی ہے۔ عبدالکریم وضاع نے خود اقرار کیا۔ کہ اس نے چار ہزار حدیثیں وضع کی ہیں۔ فرقہ زنادقہ نے چودہ ہزار حدیثیں وضع کیں۔ (فتح المغیث) خلیفہ کے دربار میں ایک زندیق نے اقرار کیا کہ اُس نے ایک ہزار حدیثیں وضع کی ہیں (تذکرۃ الحفاظ و تہذیب التہذیب) اس جعل و فریب کی وجہ سے ہمارے ائمہ کو بڑے بڑے مصائب و مشکلات کا سامنا ہوا۔ اُن کی جاں نثاری و ایثار نے اسلام کا راستہ صاف کیا۔ انہوں نے ایک ایک حدیث کی تلاش میں مہینوں کے سفر کئے بے آب و گیاہ دشت و جبل طے کئے۔ اپنا جان و مال سب ہی اس طلب کی نذر کر دیا۔ امام زہری مالدار آدمی تھے۔ تلاش حدیث میں اپنی ساری دولت خرچ کر دی آخر گھر کا شہتیر بھی بیچنا پڑا۔ شیخ ابن المبارک نے چالیس ہزار درہم شیخ یحییٰ

ابن معین سنے دس لاکھ ذہبی نے پندرہ لاکھ ابن رستم نے بتیس لاکھ عبداللہ نے ستر لاکھ درہم خرچ کئے۔ امام بخاری نے صحیح کو جمع کیا تو چھ لاکھ حدیثوں میں سے ۷۲۹۷ حدیثیں منتخب کیں ان میں سے اگر مکررات کو منہا کر دیا جائے تو بخاری شریف میں ۲۷۶۱ حدیثیں باقی رہتی ہیں۔ امام ابوداؤد نے پانچ لاکھ حدیثوں میں سے منتخب کر کے سنن کو مرتب کیا۔ جب تک حضور علیہ السلام کا زمانہ رہا۔ امت کو احکام وحی والہام اور حضور کے اقوال و افعال کے ذریعہ سے پہنچتے رہے۔ کسی کو رائے وقیاس کی زیادہ ضرورت نہ پڑی حضور کی وفات کے بعد یہ امر ناممکن ہو گیا تو صحابہ نے ان امور کو جو کتاب وسنت میں صریح منصوص نہ تھے اپنے شورے و رائے وقیاس سے طے کیا جب رائے وقیاس کا معاملہ ہوا تو اختلاف لازمی ہوا۔ ہر ایک نے اپنی فہم و فراست کے موافق استدلال کیا اس استدلال پر نظر کرتے اسے صاف نظر آتا ہے کہ وہ اشباہ کو اشباہ اور نظائر کو نظائر پر قیاس کرتے تھے اس لئے آنے والی نسلوں کے لئے اجماع وقیاس بھی داخل ادلہ شرعی ہو گیا۔ علماء کا اتفاق ہے کہ کتاب وسنت و اجماع وقیاس یہ چار دن احکام شرعیہ کے اصل اصول ہیں۔ نواب محسن الملک بھی تسلیم کر کے لکھتے ہیں۔ قیاس جو شرعاً جائز ہے اور جو صحابہ اور تابعین میں جاری تھا۔ (تقلید اور عمل بالحدیث) اخرج ابن ابی حاتم من طریق مالك ابن انس عن ربیعة قال ان الله تبارك وتعالیٰ انزل الیك الكتاب مفصلا وترك فیه موضعًا للسنة وسن رسول الله صلی الله علیه وسلم وترك فیها موضعًا للرائے یعنی اللہ پاک نے کتاب مفصل نازل فرمائی۔ مگر حدیث کے لئے جگہ باقی رکھی۔ رسول کریم نے حدیث بیان فرمائی۔ مگر رائے کے لئے جگہ باقی رکھی (درمنثور) یہاں یہ خیال ہو سکتا ہے کہ بعض اصحاب و ائمہ سے رائے کی مذمت منقول ہے جیسے حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے اہل رائے سے۔ بچو وہ اعدائے سنت ہیں (کنز العمال امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے دین میں کوئی بات رائے سے کہنا درست نہیں (فتوحات

مکیہ) امام حسن بصری کا قول ہے (عن الحسن انہ تلا ھذہ الآیۃ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین قال قاس ابلیس وھو اول من قاس) یعنی امام حسن بصری نے یہ آیت پڑھی (خلقتنی من نار) اور فرمایا کہ ابلیس نے قیاس کیا اور اول جس نے قیاس کیا وہ ابلیس ہے) اس روایت میں تامل کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو بات قرآن وحدیث سے صراحۃً ثابت ہو اس کے ابطال کی غرض سے جو قیاس پیش کیا جائے وہ مردود ہے جس طرح ابلیس نے کیا یعنی خداوند ذوالجلال نے صاف وصریح حکم دیا آدم کو سجدہ کرنے کا تاکہ آدم کی فضیلت ظاہر ہو ابلیس نے سجدہ نہ کیا اور یہ قیاس پیش کیا کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے آگ مٹی سے افضل ہے۔ اس قیاس سے اس نے چاہا کہ سجدہ کے حکم اور آدم کی فضیلت کو باطل کردے۔ یہ قیاس نص صریح کے مقابلہ میں تھا اس لئے مردود ہے یہاں قیاس شرعی امام حسن بصری کا مقصود نہیں۔ قیاس خود حدیث واقوال وافعال صحابہ وتابعین سے ثابت ہے۔ اس موقع پر وہ رائے وقیاس مراد ہے جو نص قطعی کے مقابلہ میں ہو یعنی حکم نص کے مقابلہ میں اپنی رائے سے اس کے خلاف حکم لگایا جائے اور اپنے قیاس کو معارض و مقابل حکم شریعت کا بنایا جائے جیسے ابلیس کا قیاس یا جس طرح جہم وغیرہ اہل مذاہب باطلہ رائے لگا کر حدیثوں کو رد کیا کرتے تھے (جامع بیان العلم) وہ رائے وقیاس جو کسی دلیل شرعی سے مستند نہ ہو بلکہ محض تخمین عقلی سے ہو مردود ہے مجتہد ایسے اٹکل کے داؤں نہیں لگاتا بلکہ جب وہ علت نص کو دریافت کرتا ہے کسی وجہ سے خواہ اشارت النص ہو یا عبارت ودلالت ہو خواہ استنباط ذہنی سے جو فحوائے کلیات شرع سے معلوم ہوا اور پھر بہ سبب اس علت کے مرتفع ہونے کے نص پر عمل نہیں کرتا ظاہر بین کو ایسے موقع پر خیال ہوتا ہے کہ اپنی رائے پر عمل کیا اور نص کو چھوڑا۔ وہ اس کو قیاس بمقابلہ نص سمجھتا ہے۔ یہ خیال نہیں کرتا کہ نص کا ترک دوسری نصوص کلیہ کے حکم سے واقع ہوا ہے نہ قیاس فاسد سے۔ لہذا یہ عمل بالنص ہے نہ ترک نص

اس کے نظائر پہلے مذکور ہو چکے ہیں اسی طرح آیۂ کریمہ ان الظن لا یغنی من الحق شیاء یعنی ظن افادہ حق میں ناکافی ہے، ظن سے مراد زعم باطل ہے۔ ظن مطلق مراد نہیں کیونکہ اگر ظن مطلق مراد لیا گیا تو اول یہ آیت اُن احادیث سے معارض ہوگی جن سے جواز قیاس ثابت ہے جو نقل کیجا چکی ہیں دوم اکثر حدیثیں اخبار احاد ہیں اور اخبار احاد مفید ظن ہوتی ہیں اور بعض متواتر حدیثیں بھی محتمل وجوہ متعددہ ہیں ان میں سے ایک کی تعین و ترجیح ظنی ہوگی تو لازم آئیگا کہ حدیث پر عمل جائز نہ رہے اور یہ دونوں امر باطل ہیں۔ رسول کریمؐ کے عہد مبارک اور صحابۂ کرام کے زمانہ کے واقعات رائے و قیاس سے لبریز ہیں۔ نہ کسی شریعت اور کسی قانون کا نظام رائے و قیاس کے چل سکتا ہے اگر رائے و قیاس کا دخل نہ ہوتا تو صحابہ میں استنباط مسائل میں اختلاف نہ ہوتا۔ رسول کریمؐ اذاں و اسیران بدر کے معاملہ کو صحابہ پر پیش نہ فرماتے اور اس میں اختلاف رائے کے ساتھ رائے زنی نہ ہوتی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا انی اری ان تامر بجمع القران یعنی میری رائے ہے کہ آپ جمع قرآن کا حکم دیں (تیسیر کتاب تالیف القرآن) حضرت معاذ بن جبلؓ نے خود حضور سے عرض کیا کہ میں قیاس کروں گا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ وغیرہ نے خود حضور سے اپنے قیاسات بیان کئے۔ حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو قیاس کرنے کا حکم دیا۔ سمت قبلہ نہ معلوم ہونے پر قیاس ہی پر مدار ہوتا ہے۔ درحقیقت رائے و قیاس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک محمودؔ دوسری مذموم۔ اجتہاد میں رائے و قیاس محمود سے کام لیا جاتا ہے۔ جو دلائل شرعیہ سے مستند ہوتا ہے اور رائے و قیاس مذموم مردود ہے۔ شیخ عبدالعزیز بن رواد و شیخ لیس زیات نے کہا ہے اصحاب الرائے اعداء السنة وھم الحرورية واھل الھوا و امام ابوحنیفہ و اصحابہ فھم قاسو علی السنة یعنی اصحاب رائے سنت کے دشمن ہیں جیسے فرقہ حروریہ (خوارج) اور اہل ہوا (بدعتی وغیرہ) لیکن ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب نے سنت پر قیاس کیا ہے (مناقب الامام للکردری) جس طرح رسول کریمؐ نے غضب کی مذمت فرمائی ہے اگر غضب مطلق مراد لیا جائے اور قوت غضبی کو بالکل مستاصل کردیا جائے۔ تو پھر انسان کو نصرت حق کی طاقت نہ رہے اور جہاد فی سبیل اللہ و اعلائے

کلمۃ الحق ناتمام رد جائے۔ اس لئے یہاں ہم کو غضب کی وہی دو قسمیں کرنی پڑتی ہیں
محمود و مذموم اور یہی حضور کی مراد ہے۔ غضب محمود وہ غضب جو اللہ کے واسطے ہو۔ اس
غضب کے نظائر خود سیرت طیبہ میں موجود ہیں۔ الغرض جو قیاس کسی دلیل شرعی سے
مستند ہو جیسے ائمہ مجتہدین کا قیاس اس کا استعمال قولاً و فعلاً رسول کریم اور صحابہ سے ثابت
ہے جس کے متعلق بعض روایات ذکر کی جا چکی ہیں نص قطعی الثبوت وقطعی الدلالت
کو قیاس سے رد کرنا کفر ہے۔ اور دلیل شرعی کے ساتھ قیاس کو قائم کرنا صواب ہے۔
(عن عمرو بن العاص انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا حکم
الحاکم فاجتہد فاصاب فلہ اجران و اذا حکم ثم اجتہد ثم اخطا فلہ اجر
یعنی عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم سے سنا کہ جب کوئی حکم کرنے والا
(مفتی) حکم کرے (فتوے دے) اور اجتہاد میں صواب پر پہنچے (یعنی اس کی رائے
صحیح قائم ہو) تو اس کو دو اجر ملیں گے اور اگر خطا کی (یعنے غلط رائے قائم ہوی) تو ایک اجر ملیگا (بخاری) حضرت عمر جب فتوے
دیتے تو فرماتے یہ عمر کی رائے ہے اگر صواب ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اگر خطا ہے تو عمر کی طرف سے ہے (میزان شعرانی) اہل الرائے
حدیث کو جانچ کر لیتے تھے اور اس حدیث کو ہرگز نہ چھوڑتے تھے جو صحیح ثابت ہو جائے
حدیث صحیح ملنے پر رائے پر عمل نہ ہوتا تھا۔ امام محمد اس بحث میں کہ قہقہہ نماز ناقض
وضو ہے۔ امام ابو حنیفہ کی طرف سے استدلال کر کے لکھتے ہیں لولا ما جاء من
الاثار کان القیاس علی ما قال اھل المدینۃ ولکن لا قیاس مع اثر ولا
ینبغی الا ان ینقاد للاثار یعنی قیاس وہی ہے جو اہل مدینہ کہتے ہیں۔ مگر
حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس کوئی چیز نہیں) امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے اترکوا
قولی بخبر الرسول) یعنی حدیث کے مقابلہ میں میرے قول کو چھوڑ دو (الیواقیت
والجواہر) امام شافعی نے فرمایا ہے کہ جو حدیث میرے قول کے خلاف پایۂ ثبوت
کو پہنچ جائے۔ اس پر عمل کیا جائے۔ (انتباع) اس دور میں اصول فقہ یا فقہ کی

کوئی کتاب مدون نہیں ہوئی۔ نہ کام میں پوری باقاعدگی تھی۔ ہر صحابی ہر تابعی کا درس تھا۔ ہر ایک مفتی تھا صحابہ اور تابعین مختلف ممالک میں منتشر تھے۔ اپنے اپنے مقام پر ہر ایک مجتہد تھا اس شہر کے لوگ اپنے ہی مجتہد کے فتوے پر عمل کرتے تھے نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں پھر تابعین آئے وہ بھی بلاد متفرقہ میں تھے انہوں نے تفقہ اسی صحابی سے کیا جو ان کے شہر میں تھا وہ اس صحابی کے فتوے سے تجاوز نہ کرتے تھے (کشف الغمہ) مجتہدین قرن اول کے اگر صرف اسماء لکھے جائیں تو ایک کتاب مرتب ہو جائے اگر ان کے حالات میں ایک ایک سطر بھی لکھی جائے تو کئی ضخیم جلدوں کی ضرورت ہو یہ مختصر کسی صورت میں بھی قابل تحمل نہیں اس موقع پر بعض خاص الخاص حضرات کے متعلق نہایت مختصر طور پر لکھا جاتا ہے۔ جن حضرات کے حالات زیادہ مشہور ہیں ان کے متعلق خاص طور پر اختصار سے کام لیا گیا ہے بعض حضرات کے متعلق دوسروں سے زیادہ لکھا گیا ہے ایسا ضرورتاً ہوا ہے میرا مقصد کسی کو کم زیادہ کرکے دکھلانا نہیں ہے۔ سب میرے پیشوا و مقتدا ہیں۔ مجھ کو سب سے محبت ہے اور ان سب کی محبت و عظمت میرا ایمان ہے ؎

مجتہدین قرن اول کے حالات

اصحاب مجتہدین

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

عبداللہ نام ابوبکر کنیت صدیق و عتیق لقب ان کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں

رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے یہ سب سے پہلے مسلمان ہیں، ۳۸ سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔ رسول کریم کے یار غار تھے۔ عشرہ مبشرہ واصحاب بدر واحد بیعت الرضوان میں سے ہیں رسول کریم کے خسر یعنی ام المومنین عائشہ صدیقہ کے باپ ہیں۔ حضور کے بعد ۱۲ ربیع الاول یوم سہ شنبہ سنہ ۱۱ھ میں خلیفہ ہوئے۔ اور ۲۲ جمادی الثانی شب سہ شنبہ میں بعمر ۶۳ سال سنہ ۱۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عمر نام ابوحفص کنیت فاروق لقب ان کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ عشرہ مبشرہ واصحاب بدر و احد وبیعت الرضوان میں سے ہیں۔ رسول کریم کے خسر یعنی امّ المومنین حفصہ کے باپ ہیں۔ رسول کریم کے ہمزلف بھی ہیں۔ کیونکہ ام المومنین ام سلمہؓ کی بہن قریبہ سے بھی انہوں نے نکاح کیا تھا چونکہ وہ مسلمان نہیں ہوئی۔ اس لئے صلح حدیبیہ کے بعد سنہ ۶ھ میں اس کو طلاق دیدی تھی۔ حضرت علی کے داماد ہیں۔ یعنی حضرت ام کلثوم بنت علی (ازبطن حضرت فاطمہ زہرا) سے ان کا نکاح ہوا تھا۔ ہجرت سے چالیس سال قبل پیدا ہوئے سنہ ۶ نبوی میں مسلمان ہوئے۔ یہ چالیسویں مسلمان تھے۔ سنہ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکر کے بعد خلیفہ ہوئے یکم محرم سنہ ۲۴ھ کو شہید ہوئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

عثمان نام ابوعبداللہ وابوعمر کنیت ذوالنورین وغنی لقب۔ ان کا سلسلہ نسب

پانچویں پشت میں رسول کریمؐ کے نسب سے مل جاتا ہے۔ واقعہ فیل سے چھٹے سال پیدا ہوئے ۳۴ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے یہ سینتیسویں مسلمان تھے۔ عشرہ مبشرہ و اصحاب بدر و احد و بیعت الرضوان میں سے ہیں۔ رسول کریم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔ ۴ محرم یوم دوشنبہ کو حضرت عمر کے بعد خلیفہ ہوئے۔ ۳۵ھ میں شہید ہوئے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

علی نام، ابوتراب و ابوالحسن کنیت، حیدر لقب۔ رسول کریم کے چچازاد بھائی اور داماد تھے۔ عشرہ مبشرہ و اصحاب بدر و احد و بیعت الرضوان میں سے ہیں۔ بعثت نبوی سے دس سال قبل پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں مسلمان ہوئے ۳۵ھ میں حضرت عثمان کے بعد خلیفہ ہوئے۔ ۴۰ھ میں کوفہ میں شہید ہوئے حضرت علی نے احادیث کا ایک مجموعہ بھی مرتب کیا تھا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

طلحہ نام ابومحمد کنیت ان کا سلسلہ نسب چھ واسطوں سے رسول کریم کے سلسلۂ نسب سے مل جاتا ہے۔ یہ آٹھویں مسلمان تھے عشرہ مبشرہ و اصحاب بدر و احد و بیعت الرضوان میں سے ہیں۔ یہ جنگ بدر میں شامل نہ تھے۔ لیکن رسول کریم نے ان کو اور حضرت سعید بن زید کو غزوہ بدر ہی کے متعلق قریش کی تفتیش حالات کے لئے بھیج رکھا تھا۔ اس لئے حضور نے ان کو اصحاب بدر میں شامل فرمایا اور غنیمت میں حصہ

دیا۔ غزوہ احد میں انہوں نے خاص خدمات انجام دیں۔ رسول کریم کی حفاظت میں ان کے ستر زخم آئے۔ ہاتھ بیکار ہو گیا۔ مگر یہ سینہ سپر رہے۔ حضور نے فرمایا طلحہ نے اپنے اوپر جنت واجب کر لی۔ اور فرمایا جو کوئی زمین پر چلتے پھرتے جیتے جاگتے شہید کو دیکھنا چاہے وہ طلحہ کو دیکھ لے۔ ۳۶ھ میں جنگ جمل میں شہید ہوئے اس وقت ان کی عمر ساٹھ برس کی تھی۔ قبر بصرہ میں ہے۔ حضرت علی کو جب ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو گھبرائے ہوئے لاش پر آئے اور اپنے دامن سے ان کے چہرے کی گرد صاف کی اور فرمایا کاش میں اب سے بیس برس پہلے مر جاتا۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

زبیر نام۔ کنیت ابو عبداللہ و ابو طاہر ان کا سلسلہ نسب چار واسطوں سے رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ رسول کریم کے پھوپھی زاد بھائی بھی تھے اور ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ حضرت ابوبکر کے داماد تھے۔ یعنی رسول کریم کے ہم زلف بھی تھے۔ عشرہ مبشرہ و اصحاب بدر و احد و بیعت الرضوان میں سے ہیں۔ رسول کریم نے فرمایا ہے کہ زبیر میرا حواری ہے۔ ۳۶ھ میں جنگ جمل میں میدان جنگ سے دور شہید ہوئے۔ یہ جنگ سے دست بردار ہو کر حضرت علی سے گفتگو کر کے واپس جا رہے تھے کہ ایک شخص نے ان کو شہید کر دیا اور خون آلودہ تلوار لے کر حضرت علی کے پاس آیا۔ حضرت علی نے تلوار دیکھ کر افسوس سے کہا کہ یہ وہ تلوار ہے جو مدتوں رسول کریم کی خدمت کر چکی ہے۔ یہ سن کر ان کے قاتل نے خود کشی کر لی۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

عبدالرحمٰن نام۔ ابو محمد کنیت ان کا سلسلہ نسب پانچ واسطوں سے رسول کریمؐ
ب سے مل جاتا ہے۔ ایام جاہلیت میں ان کا نام عبد الکعبہ تھا۔ عام الفیل کے
برس بعد پیدا ہوئے۔ ۳۱ھ میں وفات پائی۔ عشرہ مبشرہ و اصحاب بدر و احد
ت الرضوان میں سے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

سعد نام ابو اسحاق کنیت ان کا سلسلہ نسب چھ واسطوں سے رسول کریم کے
ب سے مل جاتا ہے۔ سترہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ یہ ساتویں مسلمان تھے
ھ میں نوے سال کی عمر میں وفات پائی۔ عشرۂ مبشرہ و اصحاب بدر و احد
ت الرضوان میں سے تھے۔ رسول کریم کے رشتے میں ماموں تھے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

معاذ نام، ابو عبدالرحمٰن کنیت قبیلہ خزرج کی شاخ اُدی بن سعد سے تھے
ر قبلتین کے قریب ان کا مکان تھا۔ نبوت کے بارھویں سال اٹھارہ سال
مر میں مسلمان ہوئے۔ عہد رسول کریم میں بنو سلمہ کے محلہ میں مسجد تعمیر ہوئی تو یہ
ی کے امام بنائے گئے۔ ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد حضور نے ان کو اہل مکہ کے

تعلیم کے لئے وہیں چھوڑ دیا تھا۔ ۹ھ میں حضور نے ان کو امارت یمن پر مامور کیا (ان کی تقرری کے فرمان میں حضور نے تحریر فرمایا تھا انی بعثت لکم خیر اھلی یعنی میں تم پر اپنے آدمیوں میں سے بہتر آدمی کو بھیجتا ہوں) جب یہ یمن کو روانہ ہونے لگے تو حضور نے دور تک ان کی اس طرح مشایعت کی کہ یہ اونٹ پر سوار تھے (الامر فوق الادب) اور حضور ساتھ ساتھ پیدل چل رہے تھے رخصت کرتے وقت حضور نے ان کو دعا دی۔ حضور کی وفات کے بعد یہ خود ہی یمن سے واپس آ گئے۔ حضرت ابوبکر نے ان کو مجلس شوریٰ کا رکن بنا لیا۔ پھر انہوں نے شام میں سکونت اختیار کر لی حضرت عمر کے عہد میں شام کی لڑائیوں میں شریک رہے۔ ۱۴ھ میں جب رومیوں کے سپہ سالار نے سپہ سالار اسلام حضرت امین الامتہ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ کوئی اپنا سفیر بھیجو تاکہ اُس سے گفتگوئے مصالحت کی جائے تو حضرت ابو عبیدہ نے ان کو بھیجا تھا۔ ۱۸ھ میں حضرت ابو عبیدہ کے وفات پر یہ افواج شام کے سپہ سالار اعظم بنائے گئے اس ہی سال ۳۶ برس کی عمر میں طاعون سے شہر بیسان میں وفات پائی۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ (بیسان صوبہ غور کا جو بیت المقدس اور دمشق کے درمیان تھا۔ ایک ضلع تھا اس ہی شہر کے مشرق میں وہ مقام ہے جہاں سے حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے گئے تھے) ان کی مرویات کی تعداد ۱۵۰ ہے۔ رسول کریم نے فرمایا ہے اعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل یعنی حلال وحرام کا سب سے زیادہ جاننے والا معاذ ہے) ایک عورت کا شوہر دو سال سے روپوش تھا وہ حاملہ ہوئی۔ حضرت عمر نے اس کو زنا کی علت میں سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت معاذ نے کہا اس کے پیٹ میں بچہ ہے عورت کو سنگسار کرنے کا آپ کو حق ہے بچہ کے سنگسار کرنے کا آپ کو کیا حق ہے۔ حضرت عمر نے بچہ پیدا ہونے تک اُس کی سزا ملتوی کر دی۔ جب بچہ پیدا ہوا اُس کا شوہر بھی آ گیا۔ اور اُس نے

قبول کیا کہ یہ میرا بچہ ہے حضرت عمر نے کہا اگر معاذ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ حضرت عمر سے دم واپسیں جب جانشین نامزد کرنے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر معاذ زندہ ہوتے تو میں اُن کو خلافت کے لئے نامزد کر دیتا۔ معاذ جب شام گئے تھے تو معلوم ہوا کہ اہل شام وتر نہیں پڑھتے۔ چنانچہ امیر معاویہ نے اُن سے دریافت کیا کہ کیا وتر واجب ہیں انہوں نے کہا ہاں۔ اُس وقت سے اہل شام نے وتر پڑھنا شروع کئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

یہ جب مسلمان ہوئے تو مسلمانوں کی تعداد پانچ تھی۔ یہ خلوت و جلوت میں رسول کریم کے ساتھ رہتے تھے۔ اصحاب بدر میں سے ہیں۔ حضرت حذیفہ کا قول ہے کہ رسول کریم سے طرز و روش میں قریب تر عبداللہ بن مسعود ہیں۔ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں ان کو اہل کوفہ کی تعلیم پر مامور کیا تھا۔ ۳۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

زید نام ابوسعید و ابوخارجہ و ابوعبدالرحمٰن کنیت۔ ہجرت سے چھ سال قبل پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو نجار سے تھے۔ جنگ تبوک میں مالک بن النجار کا علم رسول کریم نے ان کو دیا تھا۔ غزوہ خندق میں اور اُس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ کاتب وحی تھے حضرت ابوبکر و حضرت عثمان نے اپنے اپنے عہد خلافت میں ان کو جمع قرآن پر مامور کیا تھا۔ حضرت ابوبکر کے عہد میں جماعت شوریٰ کے رکن بھی تھے۔ حضرت عثمان نے

انکو بیت المال کا افسر بنایا۔ حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ جب باہر جاتے ان کو اپنا قائمقام بنائے۔ امیر معاویہ کے عہد حکومت میں ۴۵ھ میں بعمر ۶۵ سال وفات پائی۔ قاسم بن محمد بن ابوبکر صدّیق و خارجہ بن زید ان کے خاص شاگرد تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

یہ غزوۂ خندق میں شریک تھے۔ حدیثیں کثرت سے روایت کی ہیں ان کے بیٹے سالم اور ان کے مولا نافع ان کے خاص شاگرد تھے۔ ۷۳ھ میں وفات پائی ان کا زہد و اتقا مشہور تھا۔ (۲۶۳۰) حدیثیں ان سے مروی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

۷ھ میں غزوۂ خیبر کے بعد رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اخیر تک رہے اور ان کے داماد سعید بن مسیب اور انکے اعرج ان کے خاص شاگرد تھے۔ صرف کوفہ میں ان کے آٹھ سو شاگرد تھے۔ ۵۸ھ میں وفات پائی۔ ان سے (۵۳۴۶) حدیثیں مروی ہیں۔
تین ہزار حدیثوں پر مدار احکام ہے اُن میں سے پندرہ سو ان کی روایتیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

رسول کریم کے چچا زاد بھائی تھے۔ ہجرت سے دو سال قبل پیدا ہوئے۔ ۶۸ھ میں طائف میں وفات پائی۔ ان کی مرویات کی تعداد (۲۶۶۰) ہے۔

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ

انس نام۔ ابو حمزہ کنیت۔ قبیلہ نجار (معززین مدینہ کا قبیلہ تھا) سے تھے۔ رسول کریم کے خادم خاص۔ اور رشتے میں خالہ زاد بھائی تھے۔ ام سلیم ان کی والدہ رسول کریم کی رشتے کی خالہ تھیں ہجرت سے دس سال قبل مدینہ میں پیدا ہوئے ان کی والدہ بیعت عقبہ ثانیہ سے پہلے مسلمان ہو چکی تھیں اس پر ان کا باپ ناراض ہو کر شام چلا گیا اور وہیں مر گیا۔ یہ تقریباً تمام غزوات میں رسول کریم کے ساتھ رہے حضرت ابو بکر نے ان کو وصول صدقات کا افسر بنایا تھا۔ حضرت عمر نے معلم فقہ بنا کر بصرہ بھیجا تھا۔ حجاج بن یوسف نے ان پر ظلم کیا تو انہوں نے خلیفہ عبد الملک کو اس کی شکایت لکھی۔ خلیفہ نے حجاج کو لکھا کہ فوراً جا کر معافی چاہو حجاج نے آ کر معافی چاہی انہوں نے معاف کر دیا۔ ۹۳ھ میں وفات پائی۔ ان سے (۲۲۸۶) حدیثیں مروی ہیں بخاری میں (۸۰) مسلم میں (۷۰) متفق علیہ روایات کی تعداد (۱۲۸) ہے امام حسن بصری امام زہری و ابو بکر بن عبد اللہ مزنی و یحیی بن سعید الانصاری و ربیعہ رائے و سعید بن جبیر و حماد بن ابی سلیمان ان کے خاص شاگرد تھے امام ابو حنیفہ نے ان کو کئی بار دیکھا اور ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

قریش کے بنو سہم سے تھے ان کا سلسلہ نسب آٹھ واسطوں کے بعد

رسول کریمؐ کے نسب سے مل جاتا ہے۔ عام الفیل سے ستائیسویں سال پیدا ہوئے۔ یہ اپنے باپ سے بیس برس چھوٹے تھے۔ (ابن یونس) اپنے باپ سے پہلے مسلمان ہوئے رسول کریم نے فرمایا ہے۔ عبداللہ کا کیا اچھا گھرانا ہے۔ وہ اچھا اُس کا باپ اچھا۔ اُس کی ماں اچھی۔ حضرت ابوہریرہ کہا کرتے تھے۔ کہ رسول کریم کے اقوال مجھ سے زیادہ کسی کو یاد نہیں۔ مگر عبداللہ بن عمرو بن العاص کو کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے۔ (اصابہ) انہوں نے حضور سے حدیثیں قلمبند کرنے کی خاص طور سے اجازت حاصل کر لی تھی ایک مجموعہ مرتب کر کے اس کا نام صادقہ رکھا تھا (طبقات ابن سعد) اِس مجموعہ میں ایک ہزار حدیثیں تھیں۔ المجاہد نے یہ مجموعہ ان کے پاس دیکھا تھا۔ آخر میں ان کے پرپوتے عمرو بن شعیبؒ کے قبضہ میں تھا۔ یہ شام و مصر کی فتوحات میں شریک تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اول کوفہ کا پھر مصر کا گورنر مقرر کیا۔ جنگ یرموک (علاقہ مصر) میں یہ سخت زخمی ہوئے۔ تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان کے باپ نے حال دریافت کر کے بھیجا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو جان دینے آئے ہیں۔ ان زخموں کا کیا ذکر ہے۔ یہ سنکر حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا۔ میرا سچا بیٹا ہے۔ ۶۵ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

عبادہ نام ابوالولید کنیت قبیلہ خزرج کے خاندان سالم سے تھے بنو سالم کے مکانات مدینہ کے غربی سنگستان کے کنارہ قبا کے متصل تھے۔ یہاں ان کے کئی قلعے تھے جو اطم و قواقل کے نام سے مشہور تھے۔ مدینہ کے جن چھ آدمیوں نے سب سے پہلے بیعت کی ان میں یہ بھی تھے۔ (فتح الباری) یہ اُس زمانے میں نوجوان تھے

غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ بنی قینقاع ان کے حلیف تھے لیکن جب انہوں نے رسول کریم سے بغاوت کی تو انہوں نے اُن سے قطع تعلق کرلیا۔ بنی قینقاع کے اخراج بلد کا کام انہیں کے سپرد ہوا تھا۔ (زرقانی) آیت (یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود و النصاری) اس ہی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی تھی یہ بیعت الرضوان میں بھی شریک تھے۔ رسول کریم نے ان کو وصول صدقات کا افسر بنایا تھا۔ اور حضور نے اصحاب صفہ کی تعلیم کا جو سلسلہ جاری فرمایا تھا اُس کے صدر مدرس بھی یہی تھے یہ قرآن بھی پڑھاتے تھے۔ اور لکھنا بھی سکھاتے تھے۔ حضرت ابوبکر کے زمانہ میں شام کی بعض لڑائیوں میں شریک رہے حضرت عمر نے اپنے زمانہ میں جو فوج فتح مصر کے لئے بطور کمک بھیجی تھی۔ اُس میں ایک رسالہ کے افسر یہی تھے یہ جب وہاں پہنچے تو سپہ سالار اعظم حضرت عمرو بن العاص نے ان کو سپہ سالار بنا دیا۔ انہوں نے پہلے ہی حملے میں شہر فتح کرلیا۔ حضرت عمر نے ان کو فلسطین میں قاضی مقرر کیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ گورنر شام نے ان کو حمص میں نائب مقرر کیا۔ اِس ہی زمانہ میں انہوں نے لاذقیہ فتح کیا۔ اِس جنگ میں انہوں نے ایک خاص ایجاد کی تھی یعنی بڑے بڑے گہرے گہرے گڑھے کھدوائے جس میں ایک آدمی مع گھوڑے کے چھپ سکے یہ طریقہ بہت کامیاب ثابت ہوا (فتوح البلدان) یہ طرز آج کل یورپ میں بھی رائج ہے۔ ۳۴ھ میں بہتر سال کی عمر میں وفات پائی ان سے (۱۸۱) حدیثیں مروی ہیں امیر معاویہ نے طاعون عمواس پر جو خطبہ دیا تھا اُس میں تسلیم کیا ہے کہ عبادہ مجھ سے زیادہ فقیہ تھے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

ابی نام ابوالمنذر و ابوالطفیل کنیت قبیلہ بنو نجار کے خاندان معاویہ (جو بنی حدیلہ

مشہور تھا) سے تھے بیعت عقبۂ ثانیہ میں شریک تھے۔ بدر سے لیکر طائف تک تمام غزوات میں شریک رہے۔ رسول کریم نے ان کو عامل صدقہ مقرر کیا تھا حضرت ابوبکر نے ان کو جمع قرآن پر مامور کیا تھا حضرت عمر کے عہد میں مجلس شوریٰ کے رکن تھے حضرت عثمان نے ترتیب قرآن پر مامور کیا۔ جمعہ کے دن ۳۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

سعد نام ابو سعید کنیت خاندان خدرہ سے تھے۔ ہجرت سے دس سال قبل پیدا ہوئے۔ بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد مسلمان ہوئے۔ بدر کے علاوہ اکثر غزوات میں شریک رہے۔ ان کی مرویات کی تعداد (۱۱۷۰) ہے۔ ۷۴ھ میں جمعہ کے دن مدینہ میں وفات پائی۔ عطاء بن ابی رباح ان کے خاص شاگرد تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

جابر نام ابو عبداللہ کنیت قبیلہ خزرج سے تھے اٹھارہ سال کی عمر میں بیعت عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہوئے۔ علاوہ بدر و احد کے بعض غزوات میں شریک رہے۔ بیعت الرضوان میں شامل تھے۔ ان کی مرویات کی تعداد (۲۵۴۰) ہے۔ حجاج بن یوسف نے ان پر مظالم کئے۔ ۷۴ھ میں وفات پائی۔ امام باقر محمد بن منکدر عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری ان کے خاص شاگرد تھے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ

عویمر نام ابو درداء کنیت، حکیم الامت لقب۔ قبیلہ خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے تھے۔ ۲ھ میں مسلمان ہوئے۔ بدر کے علاوہ اکثر غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت عمر نے ان کو شام میں تعلیم پر مامور کیا تھا۔ حضرت عثمان نے دمشق کا قاضی مقرر کیا۔ امیر معاویہ جب کبھی باہر جاتے ان کو اپنا قائم مقام بناتے۔ ۳۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ

عمران نام ابو نجید کنیت، خیبر کے سال یعنی ۷ھ میں مسلمان ہوئے اور بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ حضرت عمر نے ان کو تعلیم فقہ پر مامور کیا تھا۔ عبداللہ بن عامر گورنر بصرہ نے (غالباً ۳۳ھ میں) ان کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔ امام حسن بصری و ابن سیرین ان کے خاص شاگرد تھے۔ ۵۲ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

حذیفہ نام۔ ابو عبداللہ کنیت ان کے باپ حسل کا لقب یمان تھا۔ یہ صاحب سر رسول اللہ مشہور تھے۔

جنگ احد میں شریک تھے اس ہی جنگ میں ان کے باپ شہید ہوئے۔ شب غزوہ احزاب میں ان کو رسول کریم نے ایک سریہ کا سردار بنا کر بھیجا تھا حضرت عمر نے

ان کو ہمدان کا گورنر مقرر کیا۔ یہ جنگ نہاوند میں شریک تھے۔ جب سپہ سالار اسلام نعمان بن مقرن شہید ہو گئے تو انہوں نے علم سنبھالا۔ ہمدان ورے و دینور انہی کے ہاتھ پہ فتح ہوا۔ حضرت عثمان کی شہادت سے چالیس دن بعد ۳۶ھ میں وفات پائی۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

سلمان نام ابو عبداللہ کنیت سلمان خیر لقب۔ یہ آتش پرست تھے۔ ان کا اصل نام مابہ بن بوذخشان تھا۔ مدینہ میں مسلمان ہوئے رسول کریم نے فرمایا ہے کہ جنت سلمان کی مشتاق ہے۔ ۳۵ھ میں وفات پائی۔

حضرت معاویہ بن ابی سُفیان رضی اللہ عنہ

یہ رسول کریم کے خسر پورے (سالے) یعنی ام المومنین ام حبیبہ کے بھائی تھے۔ ان کا نسب چار واسطوں کے بعد رسول کریم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ فتح مکہ سے قبل اپنے باپ ابو سفیان سے پہلے مسلمان ہوئے۔ رسول کریم کے عہد میں کتابت وحی پر مامور تھے۔ اور دیگر ملکی خدمات بھی انجام دیں۔ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کے عہد میں حاکم و والی رہے۔ ۴۱ھ میں خود خلیفہ ہو گئے۔ ۶۰ھ میں وفات پائی۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

عمار نام ابو الیقظان کنیت ان کے والد اور والدہ اور یہ خود مسلمان ہوئے

یہ تیس سے زاید آدمیوں کے بعد مسلمان ہوئے۔ ان کی والدہ سمیہ پہلی مسلمان خاتون ہیں جو کفار کے مظالم سے شہید ہوئیں۔ ان پر بھی کفار نے بے حد مظالم کئے اصحاب بدر میں سے ہیں۔ جنگ یمامہ میں بعہد حضرت ابوبکر ان کا ایک کان شہید ہو گیا تھا۔ جب رسول کریم مدینہ تشریف لے گئے تو مسجد قبا کی تجویز و تعمیر کی ابتداء انہوں ہی نے کی تھی۔ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں ان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا اور اہل کوفہ کو لکھا (فانی قد بعثت الیکم عمارا امیرا و عبد اللہ بن مسعود وزیرا و معلماء ھما من نجباء اصحاب محمد فاقتدوا بھما۔ یعنی میں تم پر عمار کو امیر اور عبداللہ بن مسعود کو وزیر و معلم بنا کر بھیجتا ہوں۔ یہ اصحاب نبی کریم میں سے خاص لوگ ہیں۔ ان کی اطاعت کرو) جنگ صفین میں بعمر ۹۳ سال ربیع الاول ۳۷ھ میں شہید ہوئے۔ جب یہ شہید ہوگئے تو دو شخص آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔ ہر ایک کہتا تھا میں نے ان کو قتل کیا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص نے سن کر فرمایا کہ یہ دونوں دوزخ کے لئے آپس میں جھگڑتے ہیں۔ ایک کہتا ہے میں دوزخی ہوں دوسرا کہتا ہے میں دوزخی ہوں۔ ان سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں تابعین میں سے محمد بن عمار و ابن مسیب و ابوبکر بن عبد الرحمن و محمد بن حنیفہ و علقمہ ان کے خاص شاگرد تھے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

نام عبداللہ بن قیس۔ ہجرت حبشہ سے پہلے مسلمان ہوئے اور اپنے وطن کو چلے گئے۔ بعد فتح خیبر رسول کریم کے پاس آگئے۔ حضور نے ان کو یمن وغیرہ میں حاکم بنا کر بھیجا۔ اور حضرت عمر و عثمان نے کوفہ میں مقرر کیا۔ یہ جنگ صفین میں حضرت علی کی طرف سے حکم (پنچ) تھے۔ صحابہ و تابعین میں سے بہت سے اشخاص نے ان سے روایت کی ہے۔ سعید بن مسیب بھی ان کے شاگرد تھے۔ حضرت عمر نے وصیت کی تھی

کہ کوئی عامل (گورنر) ایک جگہ ایک سال سے زیادہ نہ رہے۔ مگر ابوموسیٰ چار سال رہا۔ میں
۴۴ھ میں ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت ابوبکرہ ثقفی رضی اللہ عنہ

نفیع بن مسروح نام جنگ طائف میں مسلمان ہوئے ۵۲ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔ امام حسن بصری کا قول ہے کہ بصرہ میں جس قدر صحابی آئے اُن میں سب سے زیادہ بزرگ ابوبکرہ و عمران بن حصین تھے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ

حسن نام کنیت ابومحمد لقب نقی و سید رمضان ۳ھ میں پیدا ہوئے۔ رسول کریم کے نواسے اور حضرت علی کے بڑے بیٹے تھے۔ رسول کریم سے بہت مشابہ تھے۔ (طبرانی) حضرت علی کے بعد ۴۰ھ میں خلیفہ ہوئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ ۴۹ سال کی عمر میں ۴۹ھ میں مدینہ میں زہر سے شہید کئے گئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حسین نام ابوعبداللہ کنیت۔ سید و شہید لقب۔ ۴ شعبان ۴ھ بروز سہ شنبہ پیدا ہوئے۔ حضرت علی کے دوسرے بیٹے اور رسول کریم کے نواسے تھے۔ محرم ۶۱ھ میں

کربلا میں شہید کئے گئے۔

۵۱ قاضی شریح بن حارث رضی اللہ عنہ

ان کے متعلق اختلاف ہے عموماً ان کو تابعین میں شمار کیا گیا ہے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان وغیرہ جلیل القدر اصحاب سے روایتیں کی ہیں۔ رسول کریم سے انہوں نے مرسلاً روایت کی ہے یہ دلیل بھی ان کے صحابی نہ ہونے کی قرار دی گئی ہے۔ لیکن مرسلاً روایت کرنا یا بالکل روایت نہ کرنا صحابی نہ ہوتے کے لئے کافی دلیل نہیں۔ ایسے بھی جلیل القدر مسلم الثبوت صحابی ہیں جن سے ایک بھی روایت نہیں۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلمہ بدری صحابی قاضی شریح کے متعلق اصابہ و تہذیب التہذیب و دیگر کتب میں جو بیانات ہیں ان کو پڑھ کر میرا یہ خیال قائم ہوا ہے کہ یہ صحابی ہیں کیونکہ ابن السکن اور ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ انہوں نے رسول کریمؐ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا اور حضور کے حکم سے اپنے اہل و عیال کو لینے کے لئے یمن گئے۔ جب واپس ہوئے تو حضور کی وفات ہو چکی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنہ ۱۰ھ کے آخر میں مسلمان ہوئے۔ اس کے ساتھ ان کی صحابیت کو اس دلیل سے بھی تقویت ہوتی ہے کہ حضرت عمر نے ان کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔ حضرت عمرؓ صحابی و غیر صحابی کے فرق کرنے میں نہایت سخت تھے بلکہ اصحاب میں بھی بدری و غیر بدری میں فرق کرتے تھے ماہرین فن سیر آگاہ ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کی سپہ سالاری پر حضرت عمرؓ کو یہ بھی اعتراض تھا کہ ایک قابل بدری صحابی ابو عبیدہ بن الجراحؓ پر ان کو کیوں افسر بنایا جائے۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں صحابہ کثیر تعداد میں موجود تھے۔ پس ایک تابعی کو حضرت عمرؓ کا قاضی مقرر کرنا

مشکل سے قیاس میں آتا ہے۔ اِن کے سن وفات کے متعلق بھی اختلاف ہے ۷۸ھ سے لیکر ۹۹ھ تک مختلف سن بیان کیئے گئے ہیں۔ بوقت تقرر عہدہ قضا ان کی عمر چالیس سال اور بوقت وفات ایک سو بیس سال بیان کی گئی ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ ساٹھ برس تک مسلسل قاضی رہے۔ اور حجاج بن یوسف کی بدعنوانیوں سے برداشتہ خاطر ہو کر مستعفی ہوئے۔ ان بیانات پر غور کرنے سے اِن کا سن وفات ۹۳ھ ثابت ہوتا ہے۔ حجاج بن یوسف کو خلیفہ عبد الملک بن مروان نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے شہید کرنے کے صلہ میں کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی شہادت ۷۳ھ میں ہوئی۔ اس لئے یہ سن ۷۳ھ یا ۷۴ھ میں مستعفی ہوئے اِس لئے (۷۳ - ۶۰ = ۱۳) اس لئے (۱۲۰ - ۴۰ = ۸۰) اس لئے (۸۰ + ۱۳ = ۹۳) لہذا ۹۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اس حساب میں اور گنجائش بھی نکل سکتی ہے لیکن بصورت گنجائش سن وفات ۹۳ھ سے آگے بڑھے گا۔ غرض بروئے حساب ۹۳ھ سے قبل ان کی وفات کا ثابت ہونا مشکل ہے۔

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہما

رسول کریمؐ کی ازواج مطہرات سے دو ہزار آٹھ سو بائیس حدیثیں بتفصیل ذیل صحاح و غیر صحاح میں موجود ہیں۔

حضرت عائشہؓ۔ دو ہزار دو سو دس ان میں سے ایک سو چوہتر متفق علیہ چون افراد بخاری سرسٹھ افراد مسلم ہیں۔

حضرت سودہؓ۔ پانچ ایک بخاری میں چار دوسری کتابوں میں۔

حضرت حفصہؓ۔ ساٹھ ان میں سے چار متفق علیہ ہیں۔

حضرت ام سلمہ رض۔ تین سو اٹھتر ان میں سے تیرہ متفق علیہ۔ تین افراد بخاری۔
تیرہ افراد مسلم ہیں۔

حضرت زینب بنت جحش رض۔ گیارہ ان میں نو متفق علیہ ہیں۔

حضرت جویریہ رض۔ سات ان میں سے دو افراد بخاری دو افراد مسلم۔

حضرت ام حبیبہ رض۔ پینسٹھ ان میں دو متفق علیہ ایک افراد مسلم۔

حضرت صفیہ رض۔ دس ان میں ایک متفق علیہ۔

حضرت میمونہ رض۔ چھتر ان میں سے سات متفق علیہ ایک افراد بخاری۔ ایک افراد مسلم۔

لیکن تمام ازواج مطہرات میں سے اجتہاد کا منصب زیادہ تر حضرت عائشہ رض و حضرت ام سلمہ رض سے متعلق رہا ہے۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت ابوبکر رض کی بیٹی تھیں۔ رسول کریم ص نے ہجرت سے دو سال قبل ان سے نکاح کیا۔ اس وقت ان کی عمر سات سال کی تھی ۵۷ھ میں وفات پائی۔ ان سے بہت سے اصحاب مثل حضرت عمر و عبداللہ بن عمر و ابوہریرہ و ابوموسیٰ و زید ابن خالد و عبداللہ بن عباس و ربیعہ ابن عمرو الجرشی و سائب ابن یزید و عبداللہ بن عامر بن ربیعہ و عبداللہ بن الحارث بن نوفل و صفیہ بنت شیبہ نے روایت کی ہے اور ان کے رشتہ داروں میں سے ان کی بہن ام کلثوم اور ان کے رضاعی بھائی عوف ابن الحارث اور ان کے دو بھتیجے عبداللہ و قاسم پسران محمد اور دو بھتیجیاں حفصہ و اسماء دختران عبدالرحمن اور عبدالرحمن کے پوتے عبداللہ ابن ابی عتیق

اور اسماء بنت ابوبکر صدیق کے دو لڑکے عبداللہ بن زبیر و عروہ بن زبیر اور عبداللہ بن زبیر کے دو لڑکے عباد و حبیب اور کلثوم بنت ابوبکر صدیق کی لڑکی عایشہ بنت طلحہ اور ان کے غلام ابوبکر و ذکوان و ابویونس و ابن فروح اور تابعین میں سے سعید بن مسیب و عمر ابن میمون و علقمہ بن قیس و مسروق و عبداللہ بن حکیم و اسود ابن یزید و ابوسلمہ ابن عبدالرحمن و ابووائل نے ان سے روایت کی ہے

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا

انکا نام ہند تھا۔ ان کا سلسلہ نسب مرہ میں رسول کریمؐ کے نسب سے مل جاتا ہے ان کے باپ کا نام ابی امیہ تھا ان کا پہلا عقد ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی سے ہوا تھا۔ یہ ابوسلمہ رسول کریمؐ کی پھوپھی برہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ نے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ غزوہ احد کے بعد رسول کریمؐ نے ابوسلمہ کو ڈیڑھ سو اصحاب پر افسر کر کے طلحہ ابن خویلد و سلمہ ابن خویلد کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا۔ وہاں سے واپسی کے بعد ۲۷ جمادی الآخر کو ابوسلمہ کا انتقال ہوگیا۔ ۴ھ میں رسول کریمؐ نے ان سے عقد کیا۔ چوراسی سال کی عمر میں ۶۲ھ میں انہوں نے وفات پائی ان سے بعض اصحاب مثل عبداللہ بن عباس و ابوسعید خدری و حضرت عایشہؓ نے روایت کی ہے اور ان کے بیٹے (شوہر سابق کی اولاد) عمر اور ان کی بیٹی زینب اور ان کی غلام نبہان اور ان کے بھائی عامر ابن ابی امیہ نے روایت کی ہے۔ اور عبداللہ بن رافع نافع سفینہ ابوکثیر سلیمان بن یسار نافع مولا ابن عمر عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام قبیصہ ابن ذوئب نے بھی روایت کی ہے۔

تابعین مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

فقہائے سبعہ مدینہ

ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث حضرت عمر کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔ اپنے باپ و دیگر اصحاب سے حدیث حاصل کی۔ ۹۴ھ میں وفات پائی۔ امام زہری ان کے خاص شاگرد تھے۔

سعید بن مسیب ۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابوہریرہ کے داماد و شاگرد تھے۔ حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے کہ سعید بن مسیب مفتیوں میں سے ایک مفتی ہیں۔ امام حسن بصری کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو ان سے دریافت کرتے ۱۰۱ھ میں وفات پائی۔

خارجہ بن زید بن ثابت اپنے باپ زید بن ثابت کے شاگرد تھے۔ ۹۹ھ میں وفات پائی۔

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود حضرت عائشہ و ابوہریرہ و ابن عباس سے حدیث حاصل کی۔ ۱۰۲ھ میں وفات پائی۔

امام قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق اپنی پھوپھی حضرت عائشہ و ابن عباس و ابن عمر سے علم حاصل کیا سنہ ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔

سالم بن عبداللہ بن عمر فاروق اپنے باپ و حضرت عائشہ و ابوہریرہ سے حدیث حاصل کی سنہ ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔

سلیمان بن یسار ام المومنین حضرت میمونہ کے مولا و شاگرد ہیں حضرت عائشہ و ابوہریرہ سے بھی حدیث حاصل کی سنہ ۱۰۷ ہجری میں وفات پائی۔

دیگر مشہور مجتہدین تابعین

علقمہ بن قیس نخعی رسول کریم کے عہد میں پیدا ہوئے اکابر صحابہ مثل حضرت عمر و عثمان و علی و ابن مسعود سے حدیث حاصل کی حضرت ابن مسعود فرمایا کرتے تھے کہ میری معلومات علقمہ سے زیادہ نہیں۔ امام شعبی کا قول ہے کہ بصرہ و کوفہ و شام و حجاز میں کوئی اُن سے بڑا عالم نہ تھا۔ ان سے صحابہ بھی مسائل دریافت کرتے تھے۔ سنہ ۶۲ھ میں وفات پائی ابراہیم نخعی ان کے خاص شاگرد تھے۔

عطا ابن ابی رباح حضرت عمر کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے حضرت عائشہ وابوہریرہ وغیرہ سے حدیث حاصل کی۔ حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ اے اہل مکہ تم میرے پاس جمع ہوتے ہو حالانکہ تمہارے پاس عطا موجود ہیں۔ یہ دوسو اصحاب سے

ملے تھے صحابہ ان کو مجتہد مانتے تھے۔ ایام حج میں حکومت کی طرف سے منادی ہوجاتی تھی کہ کوئی شخص عطا کے سوا فتویٰ نہ دے۔ ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔

اسود بن یزید حضرت عائشہ و علی و معاذ و ابن مسعود وغیرہ سے حدیث حاصل کی۔ ۹۵ھ میں وفات پائی۔ ابراہیم نخعی ان کے شاگرد تھے۔

امام شعبی ۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت عائشہ و ابن عمر و علی و ابوہریرہ وغیرہ سے حدیث حاصل کی۔ حضرت ابن عمر نے ان کو مغازی کا درس دیتے دیکھا تو کہا واللہ یہ شخص مجھ سے اچھا اس فن کو جانتا ہے۔ امام زہری کا قول ہے کہ عالم چار ہیں۔ سعید بن مسیب، حسن بصری، مکحول، شعبی۔ ابن سیرین کا قول ہے کہ صحابہ کی موجودگی میں لوگ ان سے فتویٰ لیتے تھے یہ کوفہ کے قاضی تھے۔ انہوں نے پانسو اصحاب کو دیکھا تھا۔ ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔

عبدالرحمٰن ربیعہ رائی حضرت انس وغیرہ اصحاب سے حدیث حاصل کی مدینہ کے مفتی و مدرس تھے۔ امام حسن بصری، امام مالک۔ امام اوزاعی ان کے شاگرد تھے ۱۴۳ھ میں وفات پائی۔

امام حسن بصری ۲۱ھ میں پیدا ہوئے۔ حضرت انس و حضرت حسن بن علی سے حدیث حاصل کی ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔

عروہ بن زبیر حضرت عثمان کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔ اپنی خالہ ام المومنین عائشہ سے حدیث حاصل کی۔ ۹۴ھ میں وفات

پائی۔ ان کے فرزند ہشام و امام زہری و ابو الزناد ان کے خاص شاگرد تھے۔ بعض نے ابو بکر بن عبدالرحمن کی جگہ ان کو فقہائے سبعہ مدینہ میں شمار کیا ہے۔

ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف

اپنے باپ و حضرت عائشہؓ سے حدیث حاصل کی۔ ۹۴ھ میں وفات پائی۔ امام زہری و یحییٰ بن سعید ان کے شاگرد ہیں۔ بعض نے ان کو بجائے سالم کے فقہائے سبعہ مدینہ میں شمار کیا ہے۔

امام زین العابدین

علی الاصغر نام کنیت ابو بکر و ابو محمد لقب سجاد و زین العابدین ۳۶ھ میں پیدا ہوئے ان کی والدہ شہر بانو بنت یزدجرد شہنشاہ ایران اور ان کے والد امام حسینؓ شہید کربلا تھے یہ جنگ کربلا میں موجود تھے مگر بوجہ علالت شریک جنگ نہ ہو سکے۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے بھی ان کو چند روز قید رکھا تھا اپنے والد امام حسینؓ اور چند اصحاب سے حدیث حاصل کی تھی۔ محرم ۹۴ھ میں وفات پائی۔

امام حسن مثنیٰ

امام حسن بن علی کے بیٹے اپنے باپ اور چچا امام حسینؓ کے شاگرد تھے ۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ۹۷ھ ہجری میں وفات پائی۔

محمد بن منکدر

اپنے باپ منکدر بن عبداللہ و حضرت عائشہؓ سے حدیث حاصل کی۔ ۱۳۱ھ میں وفات پائی۔ امام ابو حنیفہؒ امام جعفر صادقؒ، امام مالک، امام زہری امام سفیان ثوری ان کے شاگرد تھے۔

نافع بن سرجس مولا عبداللہ بن عمر

یہ نسباً دیلمی تھے۔ حضرت ابن عمر کے علاوہ حضرت عائشہ و ام سلمہ و ابوہریرہ سے بھی حدیث حاصل کی ان کو خلیفہ عمرو بن عبد العزیز نے معلم فقہ بنا کر مصر بھیجا تھا۔ فن حدیث میں جس حدیث کی روایت مالک عن نافع عن ابن عمر ہوتی ہے وہ سلسلۃ الذہب (سونے کی لڑی) کہلاتی ہے۔ امام مالک امام اوزاعی امام زہری ان کے شاگرد تھے۔ سنہ ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

امام زہری

محمد ابن شہاب نام سنہ ۵۱ھ میں پیدا ہوئے حضرت ابن عمر و انس سے حدیث حاصل کی سنہ ۱۲۴ھ میں وفات پائی امام مالک امام لیث امام اوزاعی ان کے شاگرد تھے۔

امام باقر

محمد نام ابوجعفر کنیت باقر لقب بروز جمعہ صفر سنہ ۵۷ھ میں پیدا ہوئے اپنے باپ امام زین العابدین سے علم حاصل کیا۔ حضرت جابر صحابی نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا تھا سنہ ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔ امام ابوحنیفہ ان کے شاگرد تھے۔

ہشام بن عروہ بن زبیر

حضرت عبداللہ بن زبیر و سہل بن سعد و ابن عمر سے حدیث حاصل کی۔ امام مالک و امام سفیان ثوری ان کے شاگرد تھے سنہ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے سنہ ۱۴۶ھ میں وفات پائی۔

خلیفہ عمرو بن عبد العزیز

عمر نام ابوحفص کنیت ان کے باپ مروان بن الحکم کے بیٹے تھے۔ ان کی والدہ ام عاصم بنت عاصم بن عمر فاروق تھیں سنہ ۶۱ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے حضرت انس و

وصالح بن کیسان سے علم حاصل کیا۔ علامہ ذہبی نے ان کے متعلق لکھا ہے۔ کان اماماً فقیھاً مجتھداً عارفا بالسنن کبیر الشان ثبتاً حجۃ حافظا یعنی وہ بڑے فقیہ بڑے مجتہد حدیث کے ماہر تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ) و توسطہم عمر بن عبد العزیز فنزع الی الطریقۃ الخلفاء الاربعۃ والصحابۃ جھدہ یعنی عمر بن عبد العزیز مروانی سلسلہ کی درمیانی کڑی تھے انہوں نے اپنی تمام توجہ خلفاء راشدین و صحابہ کے طریقہ کی طرف مبذول رکھی (ابن خلدون) خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ان کو خناصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ ۸۶ھ میں خلیفہ ولید بن عبد الملک نے مدینہ کا گورنر مقرر کیا تو انہوں نے شرط کی کہ مجھ سے پہلے جو گورنروں نے ظالمانہ احکام جاری کئے ہیں۔ میں ان کی پابندی نہ کروں گا۔ خلیفہ نے کہا آپ حق پر عمل کیجئے۔ خواہ ہم کو وہاں سے ایک درہم بھی وصول نہ ہو۔ کہ وطایف بھی ان ہی کے ماتحت تھا۔ ۹۳ھ میں انہوں نے استعفا دیدیا تھا۔ ۹۹ھ میں یہ خود خلیفہ ہو گئے۔ ۱۰۱ھ میں بعمر چالیس سال چند ماہ وفات پائی ان کے حالات میں اکابر اسلام نے کتابیں لکھی ہیں مثل محدث ابن جوزی و محدث عبد اللہ بن الحکم مصری و علامہ عبدالملک بن حبیب بن سلیمان طبقات میں ابن سعد نے بھی ان کا مفصل تذکرہ کیا ہے۔

ابراہیم نخعی — حضرت عائشہ و زید بن ارقم وغیرہ اصحاب کو انہوں نے دیکھا تھا علقمہ و اسود و مسروق سے علم حاصل کیا۔ یہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ محدث تھے فقیہ تھے۔ صالح تھے ثقہ تھے۔ سعید بن جبیر کہا کرتے تھے لوگو تم مجھ سے فتویٰ لیتے ہو حالانکہ تم میں ابراہیم نخعی موجود ہیں حماد بن ابی سلیمان ان کے خاص شاگرد تھے۔ ۹۵ھ میں وفات پائی۔

طاؤس بن کیسان — حضرت زید بن ثابت و ابوہریرہ سے حدیث سیکھی۔ عمرو بن دینار کا قول ہے میں نے طاؤس کے مثل کسی کو نہیں دیکھا ۱۰۶ھ میں مکہ میں وفات پائی۔

قتادہ بن دعامہ — حضرت انس و ابی الطفیل و عبداللہ بن سرجس سے علم حاصل کیا۔ ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ امام ابوحنیفہ ان کے شاگرد تھے۔

مکحول بن عبداللہ — کابل کے رہنے والے تھے قبیلہ ہذیل کی عورت کے مولا تھے محمود بن ربیع و حضرت انس سے حدیث سیکھی ۱۱۸ھ میں وفات پائی۔

شعبہ بن الحجاج — حضرت انس و عمرو بن سلمہ سے علم حاصل کیا۔ ۱۶۰ھ میں وفات پائی امام ابوحنیفہ ان کے شاگرد تھے۔

عبداللہ بن دینار — حضرت انس و ابن عمر سے حدیث سیکھی ۱۲۷ھ میں وفات پائی۔

یحییٰ بن سعید الانصاری — حضرت انس سے علم حاصل کیا۔ مدینہ کے قاضی تھے ان کی روایت سے تین سو حدیثیں ہیں۔ امام مالک امام سفیان ثوری ان کے شاگرد ہیں ۱۴۳ھ میں وفات پائی۔

عبدالرحمٰن بن امام قاسم یہ حضرت ابوبکر صدیق کے پرپوتے ہیں حضرت عائشہ کو انہوں نے دیکھا تھا۔ ۱۲۶ھ میں وفات پائی۔

حماد بن ابی سلیمان حضرت انس وابراہیم نخعی کے شاگرد تھے۔ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ فقیہ العراق وصیبر فی الحدیث ان کا لقب تھا اپنے استاد ابراہیم نخعی کے جانشین تھے۔ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کی بہت تعریف کی ہے۔ ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ امام ابوحنیفہ ان کے شاگرد وجانشین تھے۔

امام جعفر صادق ۱۳ ربیع الاول روز دوشنبہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اپنے والد امام باقر اور عروہ بن زبیر سے علم حاصل کیا۔ حضرت انس کو انہوں نے دیکھا تھا۔ ۱۵ رجب یوم جمعہ ۱۴۸ھ میں وفات پائی امام ابوحنیفہ امام مالک امام سفیان ثوری ان کے شاگرد تھے۔

ہر ایک تابعی نے بہت سے اصحاب سے علم حاصل کیا۔ اس کتاب میں بنظر اختصار ایک ایک دو دو نام لکھے گئے اسی طرح ہر ایک صحابی اور تابعی کے سینکڑوں ہزاروں شاگرد ہیں۔ اُن میں بھی دو ایک مشہور ناموں پر اکتفا کیا گیا۔ امام ابوحنیفہ اجلہ تابعین میں سے ہیں انہوں نے پچیس سے زیادہ اصحاب کو دیکھا ہے اور کئی صحابہ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ اِس اعتبار سے اُن کا تذکرہ اس قرن میں ہونا چاہئے تھا لیکن یہ فقہ کی تاریخ ہے جو قرون کے اعتبار سے لکھی جارہی ہے اور امام ابوحنیفہ کا اجتہاد قرن ثانی میں شروع ہوا اِس لئے اُن کا تذکرہ قرن ثانی میں کیا جائے گا اگرچہ ذکر آچکا ہے مگر آخر میں یہ کہنا بے موقع نہ ہوگا کہ اس قرن میں فقہ کی کوئی تالیف وتصنیف نہیں ہوئی زبانی یاد پر مدار رہا۔ اصولِ اجتہاد کتاب[۱] وسنت[۲] وقیاس[۳] اور اجماع[۴] وآثار صحابہ[۵] تھے۔

فقہ کا دوسرا دور

قرن ثانی میں

سنہ ۱۱۰ھ لغایتہ سنہ ۱۷۰ھ

مسلمانوں میں پولیٹیکل اختلاف کے ساتھ مذہبی اختلاف بھی شروع ہوگیا تھا۔ لیکن اول الذکر کے مقابلہ آخر الذکر کی رفتار تیز تھی اور اس کا اثر بھی بہت گہرا تھا۔ حکومت اہل ہوس، عیش پسند اشخاص کے ہاتھوں میں تھی جن کو مذہب سے پوری دلچسپی نہ تھی اس لئے وضع حدیث اور نئے نئے فرقوں کے وجود میں آنے کی روک تھام نہ ہوسکی۔ اہل حق کو عقائد حقہ کی حفاظت دشوار ہوگئی۔ حدیث سازی و تحریف کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ سوائے زبانی یاد کے کوئی مسائل کا ذخیرہ کسی کے پاس نہ تھا اس لئے اہل بدعت کی بن پڑی۔ خدا رحمت کرے ائمہ اسلام پر کہ انہوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر دودھ کا دودھ پانی کا پانی کرکے دکھلا دیا۔ ان کو ضروری معلوم ہوا اور درحقیقت اس کی شد بد ضرورت تھی کہ حدیث و فقہ فن کی صورت اختیار کرے۔ اس لئے انہوں نے حدیث کے اقسام اور اس کی جانچ پڑتال کے قواعد علم فقہ اور اصول فقہ کو بزرگان قرن اول کے اصول پر مدون کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ قدیم اصول پر حسب ضرورت بنظر احتیاط اضافہ کیا۔ حدیث کے مراتب رواۃ کے مراتب قائم کئے۔ اصول حدیث و

اسماء الرجال اصول فقہ (وہ علم جسکے اجمالی دلائل سے شریعت کے فروعی احکام کے استنباط اور تفصیلی دلائل کی تطبیق کی کیفیت معلوم ہوتی ہے (مسلم الثبوت) اور فقہ کو عالم وجود میں لائے یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ تابعین کے عہد میں اجتہاد کا مدار کتاب سنت قیاس آثار صحابہ اجماع پر تھا اس دور میں مذاہب سلف اور علم لغت کا ضروری و مفید اضافہ کیا گیا۔ یہ کل سات علوم ہوئے۔ اکثر بزرگوں نے ان سات کو پانچ اس طرح قرار دیا ہے۔ کتاب (قرآن مجید) سنت (قول وفعل رسول) قیاس مذاہب سلف۔ (اجماع و آثار صحابہ و فتاوائے تابعین) لغت ائمہ مجتہدین استنباط میں تعامل سلف کی بھی رعایت کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ کی اصطلاح میں اس کو عرف اور امام مالک کی اصطلاح میں مصلحت عامہ کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے اجتہاد میں استحسان بھی داخل ہے (مجتہد کا ایسی تجویز کو اختیار کرنا جو انسانی فلاح و بہبود کو خوبی سے پورا کر سکے) امام مالک کے یہاں اس کے ہم شکل استدلال و مصالح المرسلہ والاستصلاح ہے۔ غرض عرف ہو یا مصلحت عامہ استحسان ہو یا استدلال۔ یہ سب مذاہب سلف و قیاس کے تحت میں آسکتے ہیں اس لئے ان کو جداگانہ اصول اجتہاد میں ذکر نہیں کیا جاتا امام ابوحنیفہ نے اجماع کو وسیع کیا۔ بعض اس کو صحابہ تک بعض تابعین تک محدود کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہ نے اس کو ہر زمانہ کے لئے جائز قرار دیا۔ علامہ بغوی کا قول ہے کہ مجتہد کے شرائط علم کتاب اللہ علم حدیث علم علماء سلف، علم لغت علم قیاس ہیں اب اس کی تفصیل بھی کسی قدر معلوم کر لینی چاہیئے کہ مجتہد کو ان علوم میں کس قدر دسترس ہونی چاہیئے۔ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت مسلم و بے نظیر ہے۔ اس کا سمجھنا آسان نہیں۔ علماء کرام نے ایک ایک آیت کے کئی کئی معنی بیان کئے ہیں۔ ان معنوں کا سمجھنا بھی ہر شخص کا کام نہیں اور جس طرح عبارت قرآن سے مسائل نکلتے ہیں دلالت واشارت و اقتضاء سے بھی مسائل مستنبط

ہوتے ہیں ناسخ ومنسوخ آیتوں کا تعین قراین حالیہ ومقالیہ سے متعلق ہے۔ یہی صورتیں احادیث میں ہیں قرآن وحدیث میں جس طرح الفاظ معانی موضوع لۂ میں مستعمل ہیں اسی طرح معانی غیر موضوع لۂ میں بھی مستعمل ہیں۔ پس قرآن وحدیث میں اس قدر دستگاہ ہو کہ ان تمام امورات کو بخوبی سمجھ سکتا ہو علم لغت میں ایسا کمال ہونا چاہیئے۔ کہ الفاظ کے لغوی واصطلاحی معنی اور محاورات زبان پر کامل عبور حاصل ہو امام احمد حنبل سے کسی نے دریافت کیا کہ ایک لاکھ حدیث فتوی دینے کے لئے کافی ہیں کہا نہیں پھر دریافت کیا کہ پانچ لاکھ تو فرمایا مجھے امید ہے کہ یہ اُس کے لئے کافی ہو۔ (غایتہ المنتہی) اجتہاد کے لئے چار لاکھ حدیث حفظ ہونے کی قید ہے (اعلام الموقنین مصنفہ ابن قیم) علم قیاس میں قیاس صحیح کے شرائط اور کیفیت نظر (مقدمات قیاس کو اس طرح مرتب کرنا کہ نتیجہ صحیح برآمد ہو) میں ماہر ہو اور تعین مناط (جب کسی اصل سے جو قرآن وحدیث میں ہو فرع پر حکم لگانا چاہیں تو دونوں میں کوئی وصف مشترک دیکھ کر اس کو حکم کی علت قرار دینا) میں ملکہ حاصل ہو۔ مذاہب سلف میں اس امر سے بخوبی آگاہ ہو کہ علماء سلف میں کس کس مسئلہ میں کس کس کو اختلاف ہوا ہے اور کس کس کو اتفاق ہے اور وجوہ اختلاف و اتفاق کیا ہیں شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں ان پانچوں علوم کا جامع ہو اور خواہشات نفسانی و بدعات سے محترز ہو۔ متقی ہو۔ کبیرہ گناہ نہ کرتا ہو (الانصاف) مجتہدین کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ ایک مجتہد فی الشرع جس کو مجتہد مطلق اور مجتہد مستقل بھی کہتے ہیں۔ جو قواعد واصول استخراج قائم کر سکتا ہو اور کتاب وسنت سے استخراج احکام پر قدرت رکھتا ہو آیات واحادیث و آثار کو خوب تلاش کر چکا ہو اور متعارض دلیلوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی قابلیت رکھتا ہو اور اُن کے معانی ومطالب جس قدر ہو سکتے ہوں اُن میں سے راجح کو مدلل بیان کر سکتا ہو۔ احکام کے ماخذ سے واقف ہو۔ جدید

جواب طلب مسائل کا جواب اُن دلائل سے نکال کر دے سکتا ہو جن سے سلف نے جواب دیئے ہیں۔ جیسے امام ابو حنیفہ امام مالک وغیرہ دوسرا مجتہد فی المذہب جس کو مجتہد منتسب بھی کہتے ہیں۔ جو کسی مجتہد مطلق سے نسبت رکھتا ہو اور اپنے استاد کے اصول کی مدد سے دلائل کے ماخذ پہ آگاہ ہو اور انہیں اصول و قواعد سے استخراج مسائل پر قادر ہو اگر فروعی مسئلہ میں استاد سے اختلاف کرے تو اپنی رائے کو دلائل قویہ سے استاد کے دلائل کے مقابل پیش کر سکے۔ جیسے امام ابو یوسف امام محمد وغیرہ تیسرا مجتہد فی المسائل جو دونوں مذکورہ بالا مجتہدین کی تقلید کامل کے ساتھ مسائل کا استنباط کر سکتا ہو اپنے امام اور اوسکے مذہب کے دیگر ائمہ کے اقوال کا ماہر ہو اور امر جدید پیش آنے پر اُن سے نظائر تلاش کر کے مدلل فتوے دیسکتا ہو جیسے امام طحاوی و شمس الائمہ حلوائی و شمس الائمہ سرخسی و فخر الاسلام قاضی خان وغیرہ چوتھے صاحب تخریج جو کسی قسم کا اجتہاد نہیں کر سکتا۔ بلکہ کسی امام کے اتباع میں کسی قول مجمل ذو جہتین کی تفصیل اور کسی حکم مبہم محتمل امرین کی تشریح کر سکتا ہو جیسے امام رازی وغیرہ پانچویں صاحب ترجیح جو کسی امام کے اتباع میں بعض روایات کو بعض پر ترجیح دینے کی قدرت رکھتا ہو۔ جیسے ابو الحسن قدوری و صاحب ہدایہ وغیرہ چھٹے اصحاب الفتوے جو کسی امام کا تبع ہو اور اُس کے مذہب سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔ فروعی پیش آمدہ مسئلہ میں مدلل رائے قائم کر سکتا ہو جیسے عام علما و فقہا و محدثین۔

جماعت کثیر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ پہلی دونوں قسموں کے اجتہاد کا دروازہ خیر القرون کے بعد بند ہو گیا۔ اور یہ امر قرین قیاس بھی ہے کہ جو ذوق و شوق حصول علم دین و تفحص نصوص و آثار و اقوال سلف کا خیر القرون میں تھا۔ بعد کو کم ہی ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ اب اس کا عشر عشیر بھی باقی نہیں ہے نہ وہ علم ہے

اور نہ وہ حفظ وضبط ہے کہ لاکھوں حدیث وآثار صحابہ وتابعین نوک زبان ہوں نہ کوئی لغت عربی کا ایسا حاذق ہے کہ حقیقت اور مجاز اور مترادفات کے فروق سے واقف ہو نہ وہ دیانت وتقویٰ رہا جب یہ خوبیاں نہیں تو اجتہاد کا منصب کہاں اور اگر یہ بھی سب کچھ حاصل ہوجائے (جو ناممکن ہے) تو قرب زمانہ رسالت کی برکت کہاں سے لاکر شامل کی جائے گی۔

چونکہ گل رفت وگلستاں شد خراب

بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

یہ ایک ایسی عظیم الشان فضیلت ہے کہ اس کا بدل ممکن نہیں اس زمانہ کا گیا ذکر ہے۔ امام غزالی ورافعی فرماتے ہیں کہ ہمارا زمانہ مجتہد سے خالی ہے۔ قرون ثلاثہ میں ائمہ مجتہدین فقہا کہلاتے تھے۔ لیکن قرون ثلاثہ کے بعد فقیہ کا مفہوم عالم ہو گیا۔ مسائل فقہ دو قسموں پر مرتب ہوئے ہیں ایک وہ مسائل جو شریعت سے ماخوذ ہیں ان میں مجتہد کی حیثیت شارح ومفسر کی ہے دوسرے وہ احکام جن سے شریعت نے سکوت کیا ہے یہاں مجتہد کی حیثیت مقنن کی ہے جس طرح اور جن وجوہ سے مجتہدین قرن اول میں اختلاف ہوا ہے قریب قریب وہی وجوہ قرن ثانی وقرن ثالث کے مجتہدین کے اختلاف کی ہیں۔ اُن پر وجوہ ذیل کا اور اضافہ ہوا ہے۔

ع۱۔ حدیثیں اور آثار صحابہ مختلف ہیں اُن کے مطابق کرنے یا ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے میں اختلاف ہوا۔

ع۲۔ اصول اجتہاد کا اختلاف جیسا کہ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ اماموں میں جو اختلاف واقع ہوا ہے وہ تغیر اجتہاد سے ہے۔ (سراج التنبیہ)

ع۳۔ ایک حدیث ایک امام کو قوی طریق سے پہنچی۔ دوسرے کو ضعیف طریق سے پہنچی تو آخر الذکر نے اس پر بھروسہ نہ کیا۔

ع۴۔ ایک امام کے نزدیک ایک راوی مجروح ہے۔ دوسرے کے نزدیک نہیں۔

ع۵۔ حدیثوں کی جانچ کے شرائط میں اختلاف۔

ائمہ میں اختلاف احکام فقہیہ میں ہے۔ عقائد دینیہ میں نہیں اس لئے کہ مسائل عقائد دینیہ کا مخطی کافر ہے جیسے یہود و نصاریٰ یا فاسق ہے جیسے بعض فرقہ ہائے ضالہ اسلام ائمہ مجتہدین ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے کو ضال و مضل نہ خیال کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ آج تک باوجود اختلاف مذاہب ائمہ اربعہ کے مقلدین ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور ہر ایک امام کو مقتدا و پیشوا جانتے ہیں۔ امام شافعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی قبر کے پاس صبح کی نماز پڑھی تو اُن کے پاس ادب سے اپنے مسلک کے خلاف قنوت نہ پڑھی اور کہا کبھی ہم اہل عراق کے مذہب پر بھی عمل کر لیتے ہیں (الانصاف شاہ ولی اللہ صاحب) امام احمد حنبلؒ کا مذہب ہے کہ پچھنے لگوانے نکسیر پھوٹنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ امام نے پچھنے لگوائے یا اُس کے نکسیر چلی اور اُس سے خون نکلا اور اُس نے وضو نہ کیا تو کیا آپ اُس کے پیچھے نماز پڑھیں گے امام احمد حنبل نے جواب دیا کہ مالک اور سعید بن مسیب کے پیچھے میں کیوں نماز نہ پڑھوں گا (الانصاف) امام ابو یوسفؒ نے حمام میں غسل کر کے جمعہ کی نماز پڑھائی۔ جب سب لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے تو کسی نے کہا کہ حمام میں مرا ہوا چوہا نکلا ہے امام ابو یوسفؒ نے کہا ہم اپنے مدینہ والے بھائیوں کے اس قول پر عمل کرتے ہیں کہ جب پانی دو قلے (قلہ مٹکا جس میں ڈھائی مشک پانی آتا ہو) کو پہنچے تو نجس نہیں ہوتا (بزازیہ) امام احمد حنبلؒ بیمار ہوئے تو

امام شافعی کا قمیص تبرکاً پہنا۔ کہ اس کی برکت سے مجھ کو شفا ہو جائے گی۔ ہر امام نے بیشمار مسائل جزیہ کو یا آیات محتمل المعانی سے اس طور پر ثابت کیا ہے کہ معانی محتملہ میں سے ایک معنی کو بقرائن و شواہد ارجح اور دوسرے معنی کو مرجوح قرار دے کر ارجح معانی پر بنائے مسئلہ قائم کی ہے اور مرجوح پر التفات نہیں کیا یا احادیث مختلفہ سے اس طور سے ثابت کیا ہے کہ اپنی تحقیق و تفتیش کے موافق حسب قواعد ترجیح ایک حدیث کو معمول بہ قرار دیا ہے اور دوسری کو متروک ٹھہرایا ہے (ایسے نظائر عہد صحابہ میں بھی ہوئے ہیں جن کا بیان پہلے ہو چکا ہے) اس طریقہ سے ہر امام کے نزدیک جو مسائل ثابت ہوئے ان کو مدون کرتے گئے۔ آخر ان مجموعہ مسائل کا نام مسلک و مذہب مشہور ہوا چونکہ انسان فطرتاً فراست و کیاست فقاہت و درایت میں مختلف المراتب ہیں جس کی طرف آیت قرآنی (و فوق کل ذی علم علیم) میں بھی اشارہ ہے۔ اور اسباب ترجیح خود محدثین و مجتہدین کے نزدیک مختلف فیہ ہیں کہیں قوت سند اور ضعف سند پر مدار ترجیح ہے۔ اور کہیں تقدم و تاخر زمانہ پر کہیں صحابہ کے تعامل و توارث پر کہیں رواۃ کی صفات پر چنانچہ انہیں وجوہ سے اکابر محدثین رواۃ کی جرح و تعدیل میں مختلف الخیال ہیں پھر جب اسباب ترجیح مختلف فیہ ہیں اور ارباب علم مراتب علمیہ میں فطرتاً مختلف الاستعداد ہیں تو اختلاف بھی لازمی ہے علل کے اختلاف سے معلولات کا اختلاف نمودار ہوتا ہے۔ اسباب کے متباین الاثر ہونے سے مسببات متباین الثمر ہوتے ہیں۔ مقدمات دلیل کے متفاوت ہونے سے نتائج متفاوتہ پیدا ہوتے ہیں۔ ایسا اختلاف جن کا منشاء اور مبنیٰ حسن نیت و تلاش حق ہو عنداللہ محمود و مسعود ہے اور خلائق کے حق میں موجب رحمت ہے کہ مسائل میں عمل کے لئے چند صورتوں کا ہونا موجب تسہیل ہے۔ اس ہی اختلاف کے متعلق ارشاد نبوی ہے (اختلاف امتی رحمۃ) اسی فطری استعداد کے تفاوت کی

وجہ سے مشاورت کا حکم ہے (وشاورھم فی الامر) ائمہ مجتہدین نے شوریٰ ہی سے
مسائل کو طے کیا ہے۔ قرآن و حدیث سے جو مضامین معلوم ہوتے ہیں وہ پانچ قسم کے ہیں۔
اول اعتقادیات یعنی وہ امور جن کا علم راسخ دل میں بٹھانا اور ان پر اذعان
قلبی حاصل کرنا مومن کے لئے لازم ہے۔ جیسے ذات وصفات باری ورسالت وغیرہ
دوم وہ جس کا تعلق تزکیہ نفس و تہذیب اخلاق سے ہے۔
سوم وہ بیانات جو بنظر عبرت امم سابقہ وانبیاء سابقین کے بیان میں ہیں۔
چہارم احکام قطعیہ جن کا تعلق اصول عبادات و معاملات سے ہے۔ ان
چاروں قسموں میں کسی کو اختلاف نہیں نہ ان میں تناقض و تعارض ہے نہ ان میں
رائے واجتہاد کا دخل ہے۔
قسم پنجم وہ ارشادات ہیں جن کا تعلق بیشتر کیفیت عبادات اور فی الجملہ معاملات
سے ہے۔ اس کے بارے میں آیات قرآنی میں کم اور احادیث میں بہت بظاہر اختلاف کا
توہم ہوتا ہے۔ یہی ابحاث ائمہ ومجتہدین میں مختلف فیہ ہیں اور انہیں میں رائے واجتہاد
کا دخل ہے۔ اصول فقہ و تدوین فقہ کا خیال سب سے پہلے امام ابو حنیفہ کو ہوا اسلام
کی اس سچی اور خاص شدید ضرورت پر باوجودیکہ اُس زمانہ میں اور بھی جلیل القدر
ہستیاں موجود تھیں مگر سب سے پہلے امام ابو حنیفہ رح ہی کی نظر پہنچی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور انھوں نے سب سے پہلے کام شروع کیا۔ شیخ ابو معاویہ ضریر کا قول ہے۔ ابو حنیفہ رح
نے علم کے طریقہ کے بنیاد ڈالی ایسا کون سا شخص ہے جو ان کے مبلغ علم تک پہنچا ہو
اور کس کو وہ راہ ملی جو ان کو ملی۔ خدا ے تعالیٰ کی اُن پر رحمت ہے (مناقب الامام
للکردری) شیخ نضر بن شمیل کا قول ہے کہ لوگ فقہ سے غفلت میں تھے۔ ابو حنیفہ رح نے

اُن کو بیدار کردیا (تبییض الصحیفہ امام سیوطی شافعی و خیرات الحسان) امام مالکؒ فرماتے ہیں ابوحنیفہ کو فقہ کی توفیق دی گئی (تبییض الصحیفہ و خیرات الحسان) پہلی پہل جس نے فقہ کو مدون کیا اور ابواب و کتب کی ترتیب دی وہ ابوحنیفہؒ ہیں اور امام مالکؒ نے موطا میں انہیں کا اتباع کیا۔ بیشتر صرف اپنے حفظ پر اعتماد کرتے تھے (خیرات الحسان ابن حجر مکی شافعی) امام شافعی کا قول ہے (الناس فی الفقہ عیال علی ابی حنیفہ) یعنی آدمی فقہ میں ابوحنیفہ کے عیال ہیں (اکمال فی اسماء رجال المشکوٰۃ) نواب محسن الملک لکھتے ہیں چنانچہ دوسری صدی کی اوسط سے جس شہر میں جو نامی فقیہ اور عالم تھا ان میں سے بعض بعض نے حدیث کی تالیف پر اور فقہ کی تدوین پر کمر باندھی اور مسائل جمع کرنا شروع کیا۔ چنانچہ مکہ میں ابن جریج و ابن عیینہ نے مدینہ میں امام مالک اور محمد بن عبد الرحمٰن ابن ابی ذوئب نے کوفہ میں ثوری نے بصرہ میں ربیع بن صبیح نے اول اول حدیث میں تالیف کی۔ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ نے فقہ کی تدوین شروع کی سب سے پہلے حنفی مذہب کی بنیاد پڑی۔ حنفی مذہب کے بعد بنیاد مالکی مذہب کی پڑی۔ (تقلید اور عمل بالحدیث) مرقومۂ بالا بیان میں نواب صاحب سے چند غلطیاں ہو گئی ہیں اُن پر ناظرین کو مطلع کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے اول یہ کہ دوسری صدی کے اوسط سے تدوین فقہ کی ابتداء بتلائی ہے حالانکہ دوسری صدی کے اوسط یعنی ۱۵۰ھ سے قبل امام مالک موطا ختم کر چکے تھے۔ امام ابوحنیفہ کا دفتر فقہ تمام ہو چکا تھا۔ امام ابوحنیفہ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ پھر اس ہی بیان میں اوّل اول حدیث پر تالیف ہونا بیان کیا ہے۔ حالانکہ حدیث پر تالیفات صحابہ کے زمانہ سے شروع ہو گئی تھیں جیسا کہ حضرت علیؓ و حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کے حالات میں بحوالہ اصابہ و طبقات ابن سعد مذکور ہو چکا ہے حضرت ابوبکرؓ نے ایک مجموعہ احادیث مرتب کیا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ) حضرت سمرہ بن جندب صحابی المتوفی ۵۹ھ نے

ایک نسخہ حدیث مرتب کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب) ۹۹ھ میں خلیفہ عمرو بن عبدالعزیز نے حدیث پر تالیفات کرائیں۔ قاضی ابوبکر بن حزم گورنر مدینہ کو فرمان بھیجا (انظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاکتبہ فانی خفت دروس العلم وذھاب العلماء ولا یقبل الحدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی رسول کریمؐ کی حدیثوں کو تلاش کر کے جمع کرو مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہونے کا خوف ہے۔ صرف رسول کریمؐ کی حدیث قبول کی جائے (بخاری کتاب العلم) امرنا عمرو بن عبدالعزیز بجمع السنن فکتبناھا دفترا فبعث الی کل ارض لہ سلطان دفترا یعنی ہم کو عمرو بن عبدالعزیز نے حدیثوں کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے اور انہوں نے اُن کا ایک ایک مجموعہ ہر جگہ بھیجا۔ (جامع بیان العلم روایت سعد بن ابراہیم) ایسا ہی فتح المغیث میں ہے۔ پس یہ بیان کہ دوسری صدی کے وسط سے تالیف حدیث وتدوین فقہ شروع ہوئی۔ کسی طرح صحیح نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے تدوین فقہ کا کام ۱۲۱ھ سے اس طرح شروع کیا کہ اپنے تلامذہ میں سے چالیس اہل کمال کی مجلس بنائی آخر میں اس مجلس کے ارکان ہیں بقول امام طحاوی امام ابویوسف امام زفر۔ امام محمد خواجہ داؤد طائی شیخ فضل بن عیاض وغیرہ تھے۔ اس جماعت کے ارکان اُن تمام علوم وفنون کے ماہر تھے۔ جن کی فقہ واجتہاد کے لئے ضرورت تھی۔ مثلاً یحییٰ بن زائدہ وامام یوسف وحبان ومندل وخواجہ داؤد طائی حدیث وآثار میں قاسم بن معن وامام محمد لغت ودیگر علوم عربیہ میں امام زفر استنباط میں کامل تھے یہ کام عین صحابہ وتابعین کے اتباع میں تھا۔ رسول کریمؐ کی وفات کے بعد ابوبکر صدیقؓ نے مجلس شوریٰ مرتب کی وہ مجلس عہد خلافت راشدہ تک قائم رہی جب زمانہ سلاطین کا ہوا۔ وہ نظام درہم وبرہم ہوگیا۔ پھر اس طریقہ کو خلیفہ عمرو بن عبدالعزیز نے قائم کیا پھر یہ سنت صحابہ مردہ ہوگئی

اور امام ابو حنیفہؒ نے اس کو زندہ کیا۔ تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا اگر اس پر سب متفق ہو گئے تو فوراً ضبط تحریر میں آگیا۔ اگر اختلاف ہوا تو اس پر آزادانہ بحثیں ہونے لگیں۔ امام صاحب سب کی تقریریں سن کر فیصلہ کر کے تحریر کراتے ایسا بھی ہوتا تھا کہ بعض حضرات فیصلہ کے بعد بھی اپنی رائے پر قائم رہتے تھے تو وہ اختلاف بھی قلمبند کر لیا جاتا تھا۔ جب تک تمام اہل مجلس جمع نہ ہو لیتے تھے کام شروع نہیں کیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ امام زفر نے ایک مسئلہ میں شام سے بحث شروع کی اس ہی میں صبح ہوگئی صبح ہوتے فیصلہ ہوا۔ شیخ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں ابو حنیفہ کی مجلس میں صبح و شام جایا کرتا تھا ایک بار حیض کے مسئلہ میں گفتگو شروع ہوئی۔ تین دن تک صبح شام بحثیں ہوتی رہیں تیسرے دن شام کو اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا یعنی مسئلہ طے ہوا۔ اس پر اظہار خوشی کیا گیا۔ اس طرح ۱۵۰ھ تک یعنی تیس برس میں فقہ کا ایک مجموعہ مدون ہوا۔ اس مجموعہ کی ترتیب اس طرح تھی۔ باب الطہارۃ، باب الصلوٰۃ باب الصوم، دیگر عبادات کے ابواب اس کے بعد معاملات سب سے آخر میں میراث یہ مجموعہ ایسا مقبول ہوا کہ جس قدر طیار ہوتا جاتا تھا اسی قدر ملک میں شائع ہوتا جاتا تھا امام ابو حنیفہ کے معاصر ائمہ مجتہدین بھی اس مجموعہ سے استفادہ کرتے تھے۔ چنانچہ کتاب الرہن کی نقل امام سفیان ثوریؒ نے بھی حاصل کی تھی۔ امام ابو حنیفہؒ نے تیرہ لاکھ مسائل مدوّن کیے۔ (قلائد العقود العقیان) امام موفق نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے تراسی ہزار مسئلے لکھے ہیں۔ جن میں سے اڑتیس ہزار عبادات میں اور پینتالیس ہزار معاملات میں ہیں۔ امام مالکؒ کا قول ہے کہ اسلام میں ابو حنیفہؒ کے ساٹھ ہزار اقوال ہیں۔ ہر سہ اقوال میں تطبیق کی یہ صورت ہے کہ اول میں تمام جزئیات کو شمار کیا گیا ہے اور آخر میں صرف اصل مسائل گنے ہیں۔ (جس مسئلہ میں کتاب و سنت سے تصریح نہ پاتے (امام ابو حنیفہ) تو علما کو جمع کرتے اور جب پر سب متفق ہوتے اس پر

عمل کرتے تھے اور جب کوئی استنباط کرتے تھے وہ بھی بغیر اجماع علماءِ زماں نہ لکھتے
تھے (میزان شعرانی) امام ابو حنیفہ نے اپنے مذہب کو مشورے سے تیار کیا ہے۔ ہر
مسئلہ کو اپنے اصحاب پر پیش کرتے۔ اس پر مناظرہ کرتے تھے۔ (سراجیہ) امام صاحب
کا اجتہاد اس قدر مقبول ہوا کہ امت مرحومہ کی کثیر تعداد نے اور بڑے بڑے ائمہ نے اس
کو قبول کیا۔ شیخ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ کی رائے مت کہو تفسیر حدیث کہو۔
(حقیقۃ الفقہ) شیخ وکیع بن الجراح محدث (بخاری کے راوی ہیں ان کے متعلق امام
احمد حنبل نے فرمایا ہے کہ میں نے اُن سے بڑھ کر حافظ العلم نہیں دیکھا) کے متعلق
خطیب بغدادی نے لکھا ہے (کان یفتی بقول ابی حنیفہ) یعنی وہ ابو حنیفہ کے قول کے
مطابق فتویٰ دیتے تھے (مختصر تاریخ بغداد لابن جزلہ) درحقیقت امام ابو حنیفہ کا فقہ
کامل فقہ ہے۔ امام مالک نے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے انہیں کی دیکھا دیکھی اُس ہی
طرز پر کام کیا۔ امام احمد حنبل کے متعلق مورخ ابن خلدون لکھتا ہے اور بڑے پایہ
کے محدث ہونے کے باوجود حنفی فقہ کے خوشہ چین ہیں (تاریخ ابن خلدون) امام
شافعی کے متعلق لکھتا ہے اہل حجاز کا طریقہ (امام مالک کا مسلک) اہل عراق (امام
ابو حنیفہ کا مسلک) ملا جلا کر اپنا فقہی مسلک الگ قائم کر لیا۔ (تاریخ ابن خلدون)
امام ابو حنیفہ نے جو مجموعہ مرتب کیا تھا وہ تلف ہو گیا۔ اس کے تلف ہونے کا ایک
قوی سبب یہ ہوا کہ امام صاحب کے شاگرد امام ابو یوسف و امام محمد نے ان مسائل کو
ایسی توضیح و تشریح سے لکھا کہ اصل ماخذ کی ضرورت ہی نہ رہی ان کی تصانیف
رواج پا گئیں۔ اصل ماخذ معدوم ہو گیا۔ یہ بعینہ ایسی ہی صورت ہے جس طرح خلیل و
ابو عبیدہ وغیرہ ائمہ نحو کی تصانیف متاخرین کی تصانیف کے بعد معدوم ہو گئیں۔
امام ابو یوسف و امام محمد کی تصانیف جو آج دنیا میں موجود ہیں وہ امام ابو حنیفہ ہی
کے مسائل کا ذخیرہ ہیں۔ ان دونوں حضرات کے علاوہ اور بہت سے محدثین و علما

وائمہ وفقہا نے امام صاحب کے مذہب پر کتابیں تصنیف کیں۔ یہ مختصر تالیف ان تمام کی تو کیا کسی ایک تصنیف ومصنف کے تذکرہ کی بھی متحمل نہیں ہو سکتی۔ فقہ حنفی پر بعض نامور وفاضل سلاطین نے بھی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب التفرید نہایت مستند ہے جس میں ساٹھ ہزار مسئلے ہیں۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر غازی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوائے عالمگیری مرتب کرایا۔ جو آج ہمارے علما کا رہنما ہے امام صاحب متشدد فی الروایت مشہور تھے۔ لیکن استنباط مسائل میں احادیث کے لینے میں نہایت فراخدلی سے کام لیا اُن کا قول ہے ضعیف حدیث میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ لوگوں کی رائے سے (عقود الجواہر المنیفہ) روایت بالمعنی (وہ روایت جس کو متعدد تابعین نے صحابہ سے سُن کر بیان کیا ہو مگر سب کے الفاظ مختلف ہوں۔ لیکن مطلب ایک ہو) عام محدثین اس کو جائز رکھتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود صحابی کو روایت باللفظ (یعنی راوی نے وہ الفاظ محفوظ رکھے ہوں۔ جو رسول کریم صلعم نے ارشاد فرمائے) پر اصرار تھا امام صاحب نے روایت بالمعنی کو جائز نہیں رکھا مگر اس میں یہ سہولت کردی تھی کہ اُن کے زمانہ سے پہلے جو روایتیں اس طرح کی جا چکی تھیں ان کو اس شرط پر قبول کیا کہ ان کا بیان کرنے والا فقیہ ہو یعنی الفاظ کے اثر اور معانی کے تغیر سے واقف ہو مراسیل (مرسل کی جمع ہے وہ حدیث جس کو صحابی نے بیان کیا ہو مگر رسول کریم کا نام مبارک نہ لیا ہو۔ یعنی قال رسول اللہ نہ کہا ہو یا تابعی نے بیان کیا ہو اور صحابی کا نام نہ لیا ہو) امام مالک امام ابو حنیفہ، امام احمد حنبل نے حدیث مرسل کو بھی صحیح تسلیم کیا ہے۔ اور اس پر کل صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے (کشف بزدوی) لیکن امام بخاری وغیرہ محدثین نے حدیث مرسل کو اپنے اجتہاد سے ساقط الاعتبار قرار دیا ہے امام ابو حنیفہ اور تمام مجتہدین اول مسئلہ کو کتاب وسنت ومذاہب سلف میں تلاش کرتے تھے۔ مجبور ہو کر قیاس کی طرف رجوع ہوتے تھے۔ امام مالک ابتدائے کار میں تو مثل متقدمین کے حفظ ہی پر اعتماد کرتے تھے

لیکن امام ابوحنیفہ کا عمل سن کر سنہ ۱۳۰ھ سے انہوں نے تحریر کا سلسلہ شروع کیا
اور سنہ ۱۴۹ھ میں موطا ختم کردی موطا کی تالیف امام ابوحنیفہ کے دفتر فقہ کے
بعد شروع ہوئی۔ مگر اختتام پہلے ہوا اسی وجہ سے قاضی ابوبکر ابن عربی نے شرح
موطا میں لکھا ہے (ھذا اول کتاب الف فی شرایع الاسلام۔
یعنی یہ پہلی کتاب ہے جو شریعت اسلامیہ میں لکھی گئی ہے) موطا کا پہلے ختم ہونا
تعجب انگیز نہیں کیونکہ موطا امام ابوحنیفہ کے دفتر فقہ کا عشر عشیر بھی نہیں لیکن
درحقیقت عجیب وغریب کتاب ہے۔ امام مالک علم وفضل واتقا کے بحر ناپیدا
کنار تھے اگرچہ مدینہ میں پیدا ہوئے مگر کسی صحابی کے دیدار کا شرف حاصل نہیں
ہوا۔ مدینۃ الرسول کے مفتی وفقیہ ومدرس تھے۔ (بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است)
موطا کے املا میں بڑے بڑے محدثین وائمہ شریک ہوتے تھے جب موطا طیار ہوگئی
تو امام مالک نے اس کو شیوخ حدیث کے سامنے پیش کیا سب نے پسند کیا۔
(بستان المحدثین) موطا سے پہلے جو حدیث کی کتابیں تالیف ہوئی تھیں ان کا
مبنیٰ زیادہ تر اصحاب وتابعین کے فتاوے تھے۔ امام مالک نے موطا میں احادیث
صحیح ومسند ومنقطع ومرسل کو مبنائے اول اور آثار وفتاوے کو مبنائے ثانی قرار
دیا۔ اور صحت میں کمال احتیاط سے کام لیا۔ موطا میں سات سو حدیثیں ہیں۔ موطا
ہی سے صحیحیں طیار ہوئی ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں
نسبت درمیں ہر سہ کتب (موطا وبخاری ومسلم) آنست کہ گویا موطا اصل وام صحیحین است
صحیح بخاری ومسلم ہرچند در ربط وکثرت احادیث دہ چند موطا باشند لیکن طریق
روایت احادیث وتمیز رجال وراہ اعتبار واستنباط از موطا آموختہ اند واگر بنظر تفحص
دیدہ شود۔ احادیث مرفوعہ موطا غالباً در صحیح بخاری موجود اند پس صحیح بخاری مشتمل است
بر موطا باعتبار احادیث مرفوعہ آرے آثار صحابہ وتابعین در موطا زیادہ است

(عجالہ نافعہ) ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعی و امام محمد اور بکثرت محدثین مثل عبداللہ بن وہب مصری و یحییٰ بن یحییٰ اور فقہا کی جماعت کثیر مثل ہشام بن عبداللہ بن قاسم فقیہ اور صوفیائے کرام میں خواجہ ذوالنون مصری سلاطین و خلفاء میں سے ہارون رشید و مامون رشید عام علماء میں سے تقریباً ایک ہزار اشخاص نے موطا میں امام مالک سے روایت کی ہے امام سیوطی فرماتے ہیں کہ امام مالک سے روایت کرنے والوں کی جس قدر کثیر تعداد ہے اتنی کسی امام کے روات کی نہیں۔ (تنویر الحوالک) موطا کے شارحین معلقین محشیین کی بڑی تعداد ہے تقریباً پچیس علماء کبار مثل ابوسلیمان الخطابی و قاضی عیاض وغیرہ نے موطا کی شرح و تعلیق وغیرہ کی ہے امام مالک کا مذہب مغرب و اندلس میں پھیلا اگرچہ اور ممالک میں بھی آپ کے مقلد ہیں۔ مگر مغرب و اندلس میں اس مذہب کی اشاعت کا خاص باعث یہ ہے کہ وہاں سے حصول علم کے لئے جس نے سفر کیا وہ حجاز ہی پہنچا۔ حجاز میں امام مالک اور اُن کے شاگردوں کا درس جاری تھا۔ عراق میں قاضی اسمٰعیل مصر میں ابن القاسم کے ذریعہ مالکی مذہب کی اشاعت ہوئی۔ عبدالملک بن حبیب جب ابن القاسم وغیرہ سے تحصیل علم کر کے اندلس پہنچے تو تمام اندلس میں مالکی مذہب پھیلا دیا اور فقہ مالکی میں واضحہ نام کتاب لکھی اُن کے شاگرد عتبی نے عتبیہ ایک کتاب لکھی۔ اسد بن الفرات نے اسدیہ نام ایک کتاب لکھی اور اس کو لے کر قیروان آئے۔

اس ہی زمانہ میں امام سفیان ثوری اور امام اوزاعی اور امام موسیٰ کاظم کا بھی اجتہاد جاری تھا لیکن ان کے مذاہب اس قدر باقاعدہ مدون نہیں ہوئے اس لیے کچھ چل چل کر فنا ہو گئے۔ ان کے علاوہ اور بھی مجتہد تھے۔ لیکن سب سے مشہور اس قرن میں یہی حضرات تھے۔ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں بہت سے مجتہد تھے۔ اُن میں زیادہ مشہور حضرات کے متعلق آگے لکھا جائے گا۔ اُن کا اجتہاد اگرچہ امام صاحب کی

حیات ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ لیکن اصل زمانہ اُن کے اجتہاد کا امام صاحب کی وفات کے بعد سمجھا جاتا ہے وہ حضرات بھی اس ہی قرن کے مجتہدین میں شامل ہیں۔ اسی طرح تلامیذ امام مالک بھی۔

امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مسلک و مذہب صرف انہیں دو حضرات کا مرتب کردہ نہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے وہ ایک جماعت فقہا و محدثین کے مدونہ مذاہب ہیں۔ متقدمین و متاخرین سب میں تنہا امام مذہب ہی کی رائے پر عمل نہیں ہے بلکہ اُس مذہب کے دیگر مجتہدین کے فتووں پر بھی عمل ہے جو امام مذہب کی رائے کے خلاف ہیں ایسا ہی شافعی و حنبلی مذاہب میں ہے۔ مثلاً حنفیوں کا عمل اور امام محمد کا فتویٰ آب مستعمل کے پاک ہونے پر۔ امام ابو حنیفہ کے خلاف ہے۔ اول وقت عصر و عشا کے متعلق اور کھیتی کی بٹائی کے معاملہ میں امام ابو حنیفہ کے خلاف۔ امام ابو یوسف و امام محمد کے فتوے ہیں امام شافعی کا فتویٰ ہے کہ ذوی الارحام کو وارث نہ کیا جائے اگر فروض و عصبات نہ ہوں تو ترکہ بیت المال میں دیدیا جائے۔ دیگر ائمہ مذہب شافعی کا فتویٰ اس کے خلاف ہے کہ بیت المال کا انتظام نہ ہو تو ذوی الارحام کو وارث بنایا جائے۔ امام شافعی کا فتویٰ ہے کہ سادات کو مال زکوٰۃ نہ دیا جائے مذہب شافعی کے امام امام رازی کا فتویٰ اس کے خلاف ہے کہ دیا جائے اور بہت سے اس قسم کے مسائل ہیں۔ غرض مذاہب اربعہ کسی ایک امام کی محنت د طباعی کا نتیجہ نہیں ہیں بلکہ امت مرحومہ کے بہت سے اکابر کی جانفشانیوں کا ثمرہ ہیں۔ چونکہ ان جماعتوں کے صدر اور اجتہاد کے بانی وہ تھے اس لئے مسلک و مذہب ان کے نام پر مشہور ہوا امام ابو حنیفہ کی طرح اگرچہ دیگر ائمہ ثلاثہ نے تدوین مذہب کے لئے کوئی باقاعدہ جماعت ترتیب نہیں دی تھی لیکن اُن کے تلامذہ اور اہل درس کی رائے اکثر اُن کے مسائل میں شامل رہتی تھی۔ ائمہ کے متعلق یہ کسی کا عقیدہ نہیں ہے کہ وہ معصوم تھے

اگر اُن کو معصوم سمجھتے تو انہیں کے تمام اقوال لیتے اور اُن کے فتووں سے سر مو تجاوز نہ کرتے ہاں یہ خیال ضرور ہے کہ وہ حضرات مؤید من اللہ تھے اور انہوں نے کمال احتیاط و دیانت سے مسائل کو قرآن و حدیث سے اخذ کیا ہے اور اس میں جو کمی رہ گئی تھی وہ ان کے تلامذہ و ائمہ مابعد نے پوری کر دی۔ اس لئے ان کا تمام مذہب قرآن و حدیث کے موافق ہے۔ اُن کا اتباع خدا و رسول کی اطاعت سمجھ کر کیا جاتا ہے اب نہ وہ علم و فضل ہے نہ وہ تقویٰ و طہارت نہ وہ فراست و دیانت ہے باوجود سعی کے بھی کسی کا اُن مراتب تک پہنچنا ممکن نہیں معلوم ہوتا اس لئے امت کسی کی تقلید پر مجبور ہے اُن کی تقلید آیات (و اذا قیل لھم اتبعوا ما نزل اللہ قالوا بل نتبع ما القینا علیہ آباء نا۔ یعنی جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو خدا نے نازل کیا ہے اس پر عمل کرو تو وہ کہتے ہیں ہم تو اسی طرح کریں گے جس طرح اپنے باپ دادوں کو کرتے دیکھا ہے) اور (انا وجدنا آباءنا علی امۃ و انا علی آثارھم مقتدون یعنی ہم نے اپنے باپ دادوں کو جس روش پر پایا ہے اس ہی پر چلتے ہیں) کے تحت میں نہیں آتی بلکہ آیات (فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی علم والوں سے دریافت کرلو اگر تم نہیں جانتے) اور (اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم یعنی اللہ اور رسول اور اپنے درمیان حکم کرنے والے کی اطاعت کرو) اولی الامر سے مراد فقہا ہیں یہی معنی حضرت جابر صحابی و حضرت ابن عباس صحابی و امام حسن بصری تابعی سے منقول ہیں (تفسیر جریر و ابن کثیر) کی مطابق ہے اور احادیث رسول کریم (قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا علیھا و عضوا علیھا بالنواجذ رواہ احمد ابو داؤد والترمذی و ابن ماجہ یعنی رسول کریمؐ نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی میرے بعد

زندہ رہے گا وہ بڑا اختلاف دیکھے گا پس لازم ہے کہ میرے سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑے۔) رسول کریم کے عہد میں یہ عمل تھا کہ سب آپ کا اتباع کرتے تھے۔ بیرونجات میں جہاں آپ کسی کو مجاز کرتے تھے ان کا اتباع ہوتا تھا۔ باوجودیکہ وہاں اور بھی صحابی ہوتے تھے۔ لیکن اتباع امیر مجاز ہی کا کیا جاتا تھا۔ عہد خلافت راشدہ میں بھی یہی دستور رہا کہ خلفا اور ان کے مجاز کردہ اصحاب کا اتباع ہوتا تھا منکرین زکوٰۃ پر ابوبکر جہاد کا ارادہ کرتے ہیں عمر اس کے خلاف حدیث پیش کرتے ہیں حضرت ابوبکر اپنا اجتہاد پیش کرتے ہیں سب بے چون وچرا تسلیم کرلیتے ہیں کیونکہ جانتے تھے کہ نص کے معنی مجتہد سے بہتر کوئی سمجھ نہیں سکتا ہر فہم کی رسائی اس حد تک ممکن نہیں اور رسول کریم نے فرمایا کہ معصیت میں اطاعت نہیں اوامر میں اطاعت ہے۔ (مشکوٰۃ باب الامارت)

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار رواہ ابن ماجہ یعنی بڑے جتھے کی پیروی کرو جو اس سے جدا ہوا اس کا ٹھکانا آگ ہے (لا تجتمع امتی علی الضلالۃ یعنی امت کا اجتماع گمراہی پر نہ ہوگا) حضرت ابن مسعود صحابی فرمایا کرتے تھے کہ سابقین کی پیروی کرو۔ (کشف الاسرار) تابعین کا بھی یہی عمل تھا کہ جس جگہ جو مجتہد تھا صرف اس کا اتباع ہوتا تھا اس کے فتوے سے تجاوز نہ کرتے تھے۔ جیسا کہ کشف الغمہ کے حوالہ سے نواب صدیق حسن خاں کی تحقیق نقل کیجا چکی ہے ہمیں ترک اتباع مجتہد کی سب سے پہلی نظیر تاریخ اسلام میں یہ ملتی ہے کہ جب حضرت علی اور امیر معاویہ کے درمیان تحکیم (پنچایت) قرار پائی اور جس قدر صحابہ وتابعین موجود تھے سب نے اس کو باتباع ہر دو مجتہدین یعنی حضرت علی وامیر معاویہ قبول کرلیا تو ایک قلیل جماعت مسلمانوں کی حضرت علی کے خلاف ہوگئی۔ اور ان کو کافر کہنے لگی کہ یہ نص صریح (ان الحکم الا للہ) کے خلاف دوسرے کو حکم (پنچ) مقرر کرتے ہیں صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں چونکہ کثرت سے مجتہد تھے اس لئے

کسی کے متبعین کی شان ایک گروہ کی سی نہ معلوم ہوتی تھی اور کوئی گروہ کسی پیشوا
کے نام سے مشہور نہ تھا۔ حالانکہ ہر قصبہ و آبادی کے لوگ کسی نہ کسی کے متبع تھے
اور ہر جگہ کوئی نہ کوئی مجتہد تھا۔ اسی ہی مجتہدین کی کثرت سے بعض کو یہ دہوکہ ہوا
ہے کہ اس زمانہ میں عمل بالحدیث اُس طرح جس طرح آجکل ہے حالانکہ یہ صورت قرون
ثلاثہ میں کبھی بھی نہیں ہوئی۔ مجتہد بھی سارے عامل بالحدیث تھے حدیث و قرآن ہی
کے موافق وہ حکم دیتے تھے۔ لیکن ہر ایک میں تو یہ قابلیت نہ تھی جو قابل تھے وہ حاکم
تھے جن میں قابلیت نہ تھی وہ محکوم تھے جب زمانہ بگڑا اور حدیثیں گھڑی جانی لگیں۔
اور بہت سے فتنہ و فساد برپا ہوئے تو خلیفہ عمرو بن عبدالعزیز نے (جن کو محی السنۃ
کہا جاتا ہے) جس طرح دیگر مردہ سنتوں کو زندہ کیا اس سنت کا احیاء بھی کیا کہ عام حکم
جاری کردیا۔ کہ لوگ فقہا کا اتباع کریں (دارمی بروایت جید) یہی عمل تقلید میں تابعین
و تبع تابعین اور دیگر بزرگان دین کا رہا مولوی ابو یحیی محمد شاہجہاں پوری لکھتے ہیں
پھر قرن ثالث (یعنی تبع تابعین کا زمانہ) آیا۔ اسی قرن میں امام ابوحنیفہ اور امام مالک
اور امام شافعی اور امام احمد حنبل ہوئے کیونکہ امام مالک ۱۷۹ھ میں وفات پائی
امام ابوحنیفہ نے ۱۵۰ھ میں اس ہی سال امام شافعی پیدا ہوئے اور امام احمد حنبل
۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے یہ چاروں بھی پہلوں ہی کے طریقہ پر تھے ان کے زمانہ
میں بھی کسی خاص شخص کا مذہب مقرر نہ تھا۔ جس کو آپس میں درس دیتے ہوں انہیں
کے طرز عمل کے قریب قریب ان کے اتباع کا بھی طرز عمل تھا۔ (سبیل الرشاد)
یہ تو ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں اور اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ کوئی مذہب کسی کے
نام سے جاری نہ تھا۔ مگر مجتہد معین تقلید تھے چونکہ کثرت سے مجتہد تھے اس لئے کسی
ایک کے متبعین کی شان علیحدہ ایک گروہ کی سی نہ تھی۔ ہر مجتہد کا اتباع اس کے شاگرد
اور معتقد کرتے تھے اس عبارت سے یہ تعجب ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے امام ابوحنیفہ اور امام مالک کو

قرن ثالث میں لکھا ہے اور اول الذکر دونوں حضرات کا سن وفات اور آخر الذکر دونوں
حضرات کا سن ولادت لکھ کر جوڑ ملانے کی سعی لاحاصل کیوں کی ہے۔ غالباً امام ابو حنیفہ
کی تابعیت پہ پردہ ڈالنا مقصود ہو امام ابو حنیفہ اور امام مالک دونوں کی ولادت قرن
اول میں ہے اُن کا اجتہاد قرن ثانی میں ہے۔ امام ابو حنیفہ کی وفات بھی قرن ثانی میں
ہے امام مالک کی وفات قرن ثالث میں ہے۔ امام شافعی و امام احمد حنبل دونوں کی ولادت
قرن ثانی میں ہے ان کا اجتہاد قرن ثالث میں ہے کیونکہ قرن اول سنہ ۱۱۰ھ تک
قرن ثانی سنہ ۱۷۰ھ تک قرن ثالث سنہ ۲۲۰ھ تک ہے (فتح الباری و سبیل الرشاد)
الغرض جب فساد و فتن بڑھنے لگے تو اس خیال سے کہ کہیں حدیث کی طرح لوگ فقہ
پر بھی ہاتھ صاف نہ کریں اور فرقوں کی کثرت اسلام کی صورت نہ بدل دے بزرگان
امت نے ان چاروں مذاہب کی تقلید پر اجماع کر لیا۔ کیونکہ یہی سب سے زیادہ مروج
و مدون تھے۔ علامہ ابن خلدون رقمطراز ہیں۔ ممالک اسلام میں انہیں چاروں مذاہب
کی تقلید عام ہوگئی۔ باقی اور جتنے مذاہب تھے بھول بسر گئے۔ اور خلاف کا دروازہ
بند ہوگیا۔ اس لئے کہ علوم میں اصطلاحات بکثرت قائم ہوگئی تھیں۔ جن کی وجہ سے درجہ
اجتہاد تک پہنچنا مشکل تھا۔ اس وقت یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں نا اہل فقہ پر ہاتھ ڈال کر بغیر
بصیرت تامہ کے فقہ میں کاٹ چھانٹ اور اضافہ نہ کر دیں۔ تمام امت نے انہیں مذاہب
اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کو اپنے اوپر واجب کر لیا (مقدمہ تاریخ ابن خلدون)
اگر یہ صورت نہ ہوتی تو آج اسلام میں لاکھوں فرقے ہوتے اور گھر گھر ایک مجتہد ہوتا فقہ
کے نام پہ لاکھوں رسالے لغو اور مہمل مدون ہو جاتے۔ شیخ علی خواص سے جب کوئی پوچھتا
کہ آج کل تقلید مذہب معین کی واجب ہے یا نہیں تو فرماتے تھے کہ واجب ہے
تجھ پہ جب تک کہ تو شریعت اولی (درجہ اجتہاد) تک نہ پہنچ جائے (میزان شعرانی)
مولوی ابو یحیی صاحب لکھتے ہیں کہ دو صدی کے بعد کا زمانہ ہے کہ مذہب کی تقلید شروع ہوا (سبیل الرشاد) اگر

اگر یہ صحیح مانا جائے تو بھی یہ صورت خیر القرون کے اندر ہے جس کے بزرگوں کا اجماع اسلام میں حجت ہے مولوی صاحب مذکور اسی کتاب میں لکھتے ہیں جن کی بہتری اور خوبی کی شہادت خود پیغمبر صاحب نے دی (حاشیہ پر) یعنی اصحاب خیر القرون جو کہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین ہیں (صفحہ ۲۲۴) امام ابو حنیفہؒ نے ۱۱۵ھ سے امام مالکؒ نے ۱۱۶ھ سے فتوے دینا شروع کیا۔ اسی وقت سے ان کے مقلد و تبع حسب دستور زمانہ پیدا ہو گئے امام مالکؒ ۱۱۷ھ میں امام ابو حنیفہؒ سنہ ۱۲۰ھ میں اپنے استاد کے جانشین ہوئے اسوقت سے انکے مقلدین و متبعین میں اور اضافہ ہو گیا۔ صاحب ارشاد الساری نے لکھا ہے حضرت طارق بن شہاب بجلی صحابی نے ۱۲۳ھ میں وفات پائی۔ اس قول پر یہ کہنے کی جرأت کیجاتی ہے۔ کہ امام مالک و امام ابو حنیفہ کی تقلید عہد صحابہ میں شروع ہوئی۔ شیخ یحیٰی بن معین محدث (جن کے سامنے امام بخاری نے بخاری شریف کو بغرض استصواب پیش کیا تھا) فرماتے ہیں (الفقہ فقہ ابو حنیفہ علی ہذا ادرکت الناس یعنی فقہ فقہ ابو حنیفہ کا ہے ہم نے لوگوں کو اسی پر پایا ہے (تاریخ ابن خلدون جلد ثالث) شیخ یحیٰی بن معین کی ولادت ۱۵۸ھ میں ہوئی۔ اگر آٹھ برس کی عمر سے ان کی یاد شمار کی جائے تو ۱۶۶ھ میں انہوں نے امام ابو حنیفہ کی تقلید دیکھی۔ شیخ فضل بن موسیٰ محدث (تذکرۃ الحفاظ میں ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے) لوگوں کو ترغیب دیتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کی تقلید کرو۔ (مناقب الامام للکردری) شیخ فضل بن موسیٰ کو شیخ ابن مبارک کا ہم سن لکھا ہے (جواہر المضئیہ) شیخ ابن مبارک کی ولادت سنہ ۱۵۰ھ کی ہے تو اگر شیخ نے یہ ترغیب کا سلسلہ بیس سال کی عمر میں بھی کیا ہو گا تو سنہ ۱۷۰ھ کا یہ واقعہ ہو سکتا ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس سن سے قبل امام کی تقلید ہوتی تھی۔ غرض امام ابو حنیفہؒ کی تقلید قرن ثانی میں تھی۔ اور دوسری صدی کی ابتدا یعنی سنہ ۱۰۱ھ سے بھی چونکہ تابعین کثرت سے تھے اور تبع تابعین میں بھی بہت سے علما پیدا ہو گئے تھے اس لئے مذاہب بھی کثرت سے تھے جب زبردست

شر و فتن میں اضافہ ہونے لگا تو بزرگان امت نے یہ خیال کر کے کہ اگر یہ کثرت کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ تو اسلام کی شکل ہی بدل جائے گی۔ اور گھر گھر مذہب و مجتہد پیدا ہوجائیں گے۔ فقہ پر نا اہلوں اور غیر متدین لوگوں کو دست درازی کا موقع مل جائے گا ان چاروں مذہبوں (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کی تقلید پر اجماع کر لیا۔ کیونکہ یہی مذاہب سب سے زیادہ مروج و مدون تھے۔ دیگر مذاہب حقہ یا تو معدوم ہو چکے تھے یا معدوم ہونے کے قریب تھے اور وہ مرتب بھی نہ تھے۔ یہ اجماع دوسری صدی کے آخر میں قرن ثالث میں ہوا۔ اس ہی زمانہ سے حنفی، مالکی۔ وغیرہ ناموں کی بنیاد پڑی جس وقت میں یہ مضمون لکھ رہا تھا میرے ایک دوست نے کہا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے الانصاف میں تحریر فرمایا ہے کہ مذہب معین کی تقلید دوسری صدی ہجری سے رائج ہوئی ہیں تے کہا کہ مولوی ابو یحیٰی صاحب سبیل الرشاد میں شاہ صاحب کا قول حجۃ اللہ بالغہ سے نقل کرتے ہیں کہ چوتھی صدی کے پہلے کے لوگ کسی ایک مذہب معین کی تقلید پر جمع نہ تھے (ص۴۵) یہ دونوں قول شاہ صاحب کے ہیں ان میں صحیح کون سا ہے۔ میرے خیال میں آخری قول کسی محرف کی کارگزاری ہے۔ اور قول اول صحیح ہے کیونکہ متقدمین کے اقوال کے مطابق ہے۔ ہم کو خود اقرار ہے کہ امام ابو حنیفہ کی تقلید دوسری صدی ہجری سے شروع ہوئی۔ اور دوسری ہی صدی کے آخر میں مذاہب اربعہ کی تقلید کے وجوب پر اجماع ہوا اور یہ نام اختیار کئے گئے ہیں۔ یہی مراد شاہ صاحب کی ہے۔ ائمہ مجتہدین نے مسائل کا استنباط قرآن و حدیث ہی سے کیا ہے۔ خواہ مخواہ رائے و قیاس سے کام نہیں لیا۔ اور جو زمانہ اور جو اُستاد انھوں نے پائے اُس سے یقین ہوتا ہے کہ رسول کریمؐ کی تمام حدیثیں ان کو پہنچ گئی تھیں۔ اگر ہم کو بظاہر اُن کا مسئلہ حدیث کے خلاف معلوم ہو تو ہم کو مضطرب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ استنباط کی وقت امام کے پیش نظر اس نص سے قوی کوئی دوسری نص ہو یا اسی نص سے امام نے کسی طرح علت حکم کو اخذ کیا ہو۔ جیسا کہ

حضرت ابو بکر کے مانعین زکواۃ پر جہاد کے معاملہ میں بیان ہو چکا ہے یا جو حدیث امام کے پیش نظر ہو وہ محدثین زمانہ مابعد کو نہ پہنچی ہو یا ایسے راویوں کے ذریعہ سے پہنچی ہو۔ جس پر محدثین کو وثوق نہ ہوا ہو اور اس کو موضوع وغیرہ خیال کر کے ترک کر دیا ہو کیونکہ کسی محدث کا یہ دعویٰ نہیں کہ اس نے کل وہ حدیثیں صحیح صحیح حاصل کر لی ہیں۔ جو رسول کریم کے آخری اقوال و افعال ہیں اگر ایسا ہوتا تو بخاری وغیرہ میں متعارض حدیثیں نہ ہوتیں مولوی ابو یحیٰی محمد لکھتے ہیں کہ امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو چھ لاکھ حدیثوں سے چن کر لکھا ہے۔ امام بخاری نے جب یہ کتاب تصنیف کی تو اس کو بغرض استصواب امام احمد و یحیٰی ابن معین و علی بن مدینی وغیرہ پر جو اس وقت بڑے پایہ کے ائمہ حدیث میں سے تھے پیش کیا تو سب ہی نے پسند کی اور اس کی تمام احادیث کی صحت کی شہادت دی۔ ہاں صرف چار حدیثوں میں ان کو کلام ہوا (سبیل الرشاد) امام بخاری سے منقول ہے کہ انہوں نے بہت سی احادیث صحیحہ بخوف طول اس کتاب میں درج نہیں کیں اور ایک روایت میں ہے کہ جتنی چھوڑ دیں وہ زائد ہیں ان سے جو درج کیں (مقدمہ فتح الباری) اگرچہ امام بخاری و مسلم نے احادیث صحیحہ جمع کرنے میں نہایت سعی کی لیکن پھر بھی بہت سی حدیثیں چھوٹ گئیں۔ جن کو اور لوگوں نے پا کر اپنی کتابوں میں لکھا چنانچہ ابو داؤد سجستانی، ابو عیسیٰ ترمذی، ابو عبد الرحمن نسائی نے اپنی سنن میں صحیح حدیثیں مسلم و بخاری سے زیادہ لکھی ہیں (مقدمہ تاریخ ابن خلدون) ائمہ مجتہدین کے واقعات و حالات بھی اطمینان دلاتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے پورے علم و تفحص کے بعد دیانت کے ساتھ کیا ہے کیونکہ بیان کیا جاتا ہے کہ ائمہ مجتہدین نے خود اپنی تقلید کرنے سے منع کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو پیشوا بننے کا خیال نہ تھا جب یہ نہ تھا تو کیوں خواہ مخواہ بلا علم وہ عقلی ڈھکوسلے چلاتے یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے اپنے بعض مسائل سے رجوع کی ہے۔ یہ اور بھی زیادہ اطمینان دلانے والی بات ہے

کہ صاحب مذہب میں ضد و نفسانیت نہ تھی بلکہ طلب حق تھی۔ امام ابو حنیفہؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر آپ کا کوئی
قول قرآن کے خلاف ہو تو فرمایا کہ میرے قول کو چھوڑ دو۔ پھر دریافت کیا کہ اگر حدیث کے خلاف ہو تو فرمایا
میرے قول کو چھوڑ دو پھر دریافت کیا گیا کہ اگر صحابہ کے قول کے خلاف ہو تو فرمایا۔ میرے
قول کو چھوڑ دو (روضۃ العلماء زندویسیہ) یہ بھی امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ دین میں رائے سے
بات کہنا درست نہیں۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ میرے قول کے خلاف حدیث صحیح ثابت
ہو جائے تو حدیث پر عمل کرو۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو مذہب و صاحب مذہب کی صداقت پر
یقین دلاتی ہیں۔ جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ بڑے بڑے ائمہ و محدثین نے ان کی اور
ان کے مذہب کی تعریف کی ہے اور ان کی تقلید کی ہے تو وجوب تقلید پر بھروسہ ہو جاتا ہے
شیخ عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں نہیں پایا میں نے ان کے (امام ابو حنیفہ کے) قول کو
اور ان کے مقلدین کے اقوال سے مگر یہ کہ وہ مستند ہے طرف کسی آیت یا کسی حدیث
یا کسی قول صحابی کے یا کسی حدیث ضعیف کے کہ طرق اس کے کثیر ہوں
یا کسی قیاس صحیح کی طرف (میزان شعرانی) مولوی ابو یحییٰ محمد اہل حدیث لکھتے ہیں ان کے
(امام ابو حنیفہ کے) بھی مسائل بکثرت صحیح ہیں۔ خواہ اس وجہ سے کہ امام صاحب نے ان
کو نص صریح سے فرمایا یا کہ قیاس و اجتہاد سے فرمایا مگر وہ قیاس و استنباط صحیح تھا اس کے
خلاف میں کوئی حدیث رسول ثابت نہیں ہوئی (سبیل الرشاد) جس شخص کا قیاس کثرت
سے مطابق نصوص ہوتا ہو۔ اس کے مؤید من اللہ ہونے میں شک نہیں ہو سکتا اور جو فخر
حضرت عمر کو چند رایوں کے موافق کتاب ہونے کا حاصل ہے وہ اس کے لئے بھی ثابت
ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھ کو رسول کریمؐ نے تعلیم فرمائی کہ مذہب حنفی
سنت معروفہ کے ساتھ زیادہ موافق ہے (ریاض الحرمین) معاذ رازی کو بھی خواب میں
حضور نے ایسا ہی ارشاد فرمایا جس کو نواب صدیق حسن خاں نے التقصار میں نقل کیا ہے
ہر چہار مذاہب کے حق ہونے کے متعلق بعض علماء حنابلہ سے حضور نے خواب میں فرمایا

(خیرات الحسان) شیخ شعیب بن اسحاق محدث امام ابوحنیفہ کے مقلد تھے۔ (تہذیب التہذیب)
امام بخاری کو بعض نے امام شافعی کا مقلد تسلیم کیا ہے۔ امام نسائی امام احمد حنبل کے مقلد تھے
شیخ یحییٰ بن قطان محدث و شیخ یحییٰ بن آدم محدث و شیخ مقاتل بن حبان محدث و شیخ
عیسیٰ بن یونس محدث و شیخ ابوامیہ جزری محدث (امام اہل جزیرہ) امام ابوحنیفہ
کے قول پر فتوے دیتے تھے (تذکرۃ الحفاظ مناقب الامام للکردری و مناقب الامام
موفق و تبیض الصحیفہ) شیخ وکیع بن الجراح محدث امام ابوحنیفہ کی قول پر فتوے
دیتے تھے (حوالہ پہلے گزر چکا ہے) سبیل الرشاد کے صفحات ۱۴۴،۱۴۳ پر مولوی
ابویحییٰ محمد نے بھی شیخ وکیع وغیرہ کے امام کے قول کے مطابق فتوے دینے کو
تسلیم کیا ہے۔ شیخ ابن مبارک کا قول کہ ابوحنیفہ کی رائے مت کہو تفسیر حدیث کہو پہلے
مع حوالہ نقل کیا جا چکا ہے۔ جن ائمہ نے ائمہ اربعہ کی تقلید کی۔ انہوں نے بعض مسائل میں
بلا روئے درعایت اپنی رائے ظاہر کی اور امام کے قول سے اختلاف کیا اس سے
ان حضرات کی دیانت و تقوی بھی معلوم ہوتی ہے اس لئے یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے
کہ ائمہ اربعہ کا اجتہاد موافق حق ہے اور جو کچھ اس میں کسر تھی وہ ان کے متبع ائمہ
نے نکال کر مذہب کو ہر طرح مکمل و موافق کتاب و سنت مرتب کر دیا مذاہب اربعہ
حسب آیہ (وشاورھم فی الامر) شوریٰ سے طیار ہوئے ہیں اس لئے لغزش
و خطا کا احتمال دشوار ہے۔ شیخ وکیع بن الجراح محدث (استاد امام احمد حنبل) کے سامنے
کسی نے کہا کہ اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ نے غلطی کی۔ انہوں نے کہا وہ کیونکر غلطی کر سکتے
تھے ابویوسف و زفر قیاس میں یحییٰ و حفص وحبان و مندل حدیث میں قاسم بن معن لغت و
عربیت میں داؤد طائی و فضیل بن عیاض زہد و تقوے میں کامل لوگ ان کے پاس جمع تھے
جس کے پاس ایسے مجمع علماء جمع ہوں وہ غلطی کر سکتا ہے اور اگر کرتے تو یہ کب ان کو غلطی
پر قائم رہنے دیتے۔ علم حدیث کا جو بیش بہا ذخیرہ اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ وہ

بلاشبہ مستند اور حق پرست ائمہ کی عرق ریزی کا نتیجہ ہے مگر اسلئے ہے کہ ہم مذہب معین کے زیر سایہ رہ کر اُس سے اپنی پیش آمدہ ضروریات کو حل کر لیا کریں۔ اس لئے نہیں کہ ہم خود مجتہدین بیٹھیں۔ علم حدیث کی تاریخ وکیفیت اور کتب حدیث کے حالات پر جو شخص نظر کریگا بالخصوص راویان حدیث کے حالات کتب اسماء الرجال میں پڑے گا دارقطنی ابن جوزی کی تصانیف مقدمہ صحیح مسلم مقدمہ فتح الباری مقدمہ شرح مشکوٰۃ شیخ عبد الحق محدث دہلوی تیسیر القاری شرح مسلم الثبوت حاشیہ نخبۃ الفکر نزہتہ النظر فی توضیح نخبتہ الفکر شرح ملا علی قاری کو دیکھے گا وہ ضرور تسلیم کرے گا کہ اگر ہم اجتہاد کی جرءت کریں تو فیصدی ننانوے خطا کر جانے کا احتمال ہے (اگر عالم اجتہاد کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو اس کو جائز نہیں کہ اپنے امام کے خلاف حدیث پر عمل کرے کیونکہ وہ نہیں جان سکتا کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا ماؤل ہے یا محکم۔ (مختصر ابن حاجب) شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان چاروں مذہبوں کے اختیار کرنے میں ایک بڑی مصلحت ہے اور ان سب کے سب سے روگردانی کرنے میں بڑا فساد ہے اور ہم اس بات کو کئی وجہوں سے بیان کرتے ہیں۔ وجہ اول یہ ہے کہ امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ شریعت کے معلوم کرنے میں سلف پر اعتماد کریں۔ مثلاً تابعین نے اس بارے میں صحابہ اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا اور اسی طرح ہر طبقہ میں علماء نے اپنے پہلے علماء پر اعتماد کیا اور اس امر کی خوبی پر بھی عقل دلالت کرتی ہے کیونکہ شریعت دو ہی باتوں سے معلوم ہوتی ہے۔ ایک نقل دوم استنباط نقل اسی طرح ٹھیک ہوتی ہے کہ ہر طبقہ اپنے پہلے طبقہ سے پیہم لیتا چلا آئے۔ اور استنباط میں ضروری بات یہ ہے کہ مذہب پہلوں کے جانے اس وجہ سے کہ اُن کے قول سے باہر نہ ہو جائے ورنہ اجماع کا مخالف ٹھہرے گا اور دوسری وجہ پابندی کی یہ ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ پیروی کرو بڑے جتھے کی اور چونکہ سچے مذہب سوائے ان چاروں مذہب کے نیست ہو گئے

تو ان کی پیروی کرنی بڑے انبوہ کی پیروی کرنی ہے اور ان سے باہر نکلنا بڑے جتھے سے باہر ہونا ہے اور تیسری وجہ پابندی کی یہ ہے کہ جب عمدہ زمانہ کو گذرے بہت دن ہوگئے اور عرصہ بعید پڑگیا اور امانتیں تلف کردی گئیں۔ اب اعتماد نہیں ہوسکتا۔ علماء سوء یعنی ظالم قاضیوں اور ہوا پرست مفتیوں کے اقوال پر (عقد الجید) اس قرن میں فقہ کی تدوین بصورت کتاب ہوئی۔ تصانیف کا ذکر مجتہدین کے بیان میں آئیگا۔ اس قرن میں اصول اجتہاد کتاب۔ سنت۔ آثار صحابہ۔ مذاہب سلف قیاس لغت تھے۔

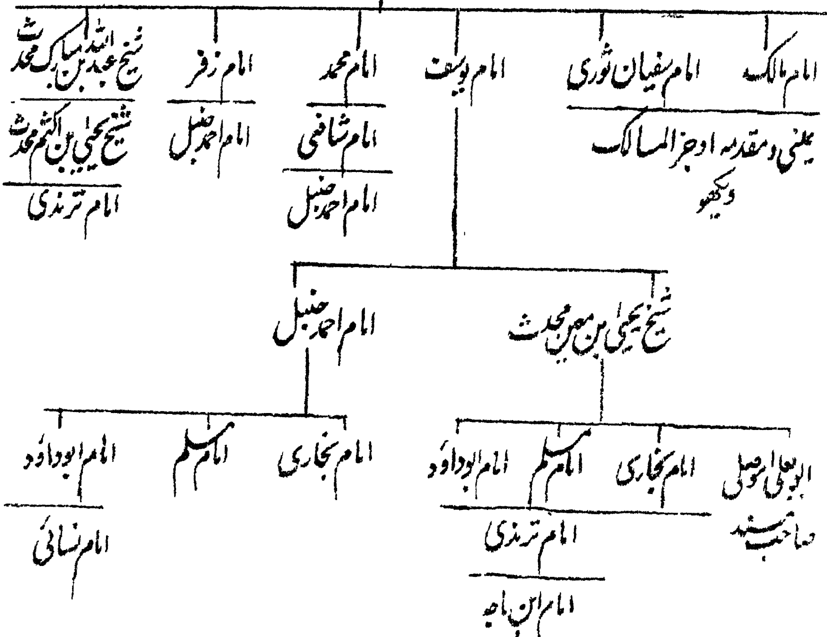
قرن ثانی کے مشہور مجتہدین کے حالات

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

نعمان بن ثابت نام ابو حنیفہ کنیت امام اعظم لقب فارسی الاصل تھے۔ آپ کے اجداد روساء میں سے تھے آپ کے والد بڑے تاجر تھے اور وہ حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت نے اُن کے خاندان کے لئے دعا فرمائی تھی۔ (تاریخ بغداد لابن جوزی) امام صاحب کے سن ولادت میں اختلاف ہے سنہ ۶۱ھ سنہ ۶۳ھ سنہ ۸۰ھ یہ تین سن بیان کیے گئے ہیں سنہ ۸۰ھ پر زیادہ وثوق ہے (قال احمد بن الصلت سمعت ابا نعیم یقول ولد ابو حنیفۃ سنۃ ثمانین من الھجرۃ یعنی احمد بن صلت کہتے ہیں

ہیں نے ابونعیم سے سنا کہ ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے (جامع المسانید) واقدی
وسمعانی نے ابویوسف سے نقل کیا ہے کہ ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور بعض
نے ۶۱ھ کہا ہے لیکن پہلا قول زیادہ ثابت ہے اس روایت کو نواب صدیق حسن خاں
نے اپنی کتاب الرحیق المختوم میں بھی نقل کیا ہے اور اُن کے بیٹے نورالحسن خاں تاج
مکلل کے حاشیہ پر طبقات ابن کمال پاشا سے نقل کرتے ہیں۔ (ولد فی عہد
الصحابة سنة ثمانین وقیل احدی وستین وقیل ثلاثة وستین یعنی وہ
صحابہ کے زمانہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور بعض نے ۶۱ھ اور بعض نے ۶۳ھ
بھی کہا ہے) ۸۷ھ میں امام صاحب اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے اور وہاں
عبداللہ بن الحارث صحابی سے ملے اور حدیث سنی۔ دوبارہ سن ۹۶ھ میں حج کیا
اُس زمانہ میں جو صحابہ زندہ تھے ان سے ملے۔ امام صاحب نے بقول ابوحفص کبیر چار ہزار
شیوخ سے علم حاصل کیا۔ ان کی اساتذہ میں خاص خاص یہ ہیں۔ امام شعبی شیخ حماد بن
ابی سلیمان، امام باقر، امام جعفر صادق، ہشام بن عروہ، قتادہ شعبہ، عطا ابن ابی رباح
مدینہ کے فقہائے سبعہ میں سے امام صاحب نے سلیمان و سالم سے استفادہ کیا۔ فن
قرارت قرار سبعہ میں سے امام عاصم سے حاصل کیا۔ امام صاحب نے برسوں شیوخ
حرمین الشریفین کی خدمت میں رہ کر حدیث کا درس لیا اور سند فضیلت حاصل
کی۔ صدرالائمہ ابوالموید موفق نے روایت کی ہے۔ کہ امام صاحب کے شیوخ کی
تعداد چار ہزار اور امام شافعی کے شیوخ کی تعداد اسّی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث
دہلوی نے بھی امام صاحب کے شیوخ کی تعداد چار ہزار لکھی ہے (شرح سفر السعادت)
امام صاحب کے ستر شیوخ کے نام تو شیخ جمال الدین مزی نے لکھے ہیں (تہذیب
الکمال) امام صاحب کو اُن کے اساتذہ حضرت قتادہ و شعبہ نے اپنی حیات ہی میں مجاز
فتوے کر دیا تھا اور اُن کے استاد حماد ۱۱۶ھ میں جب بصرہ گئے تو امام صاحب کو

اپنا جانشین بنا گئے۔ سنہ ۱۲۰ھ میں حماد نے وفات پائی اور امام صاحب ان کے مستقل جانشین ہوئے۔ ان کی درسگاہ کی ایسی شہرت ہوئی کہ کوفہ کی اکثر درسگاہیں ٹوٹ کر ان کی درسگاہ میں شامل ہو گئیں۔ اسپین کے سوا عالم اسلام کا کوئی خطہ امام صاحب کی شاگردی سے آزاد نہیں رہا۔ امام صاحب کی استادی کے حدود اس زمانہ میں مملکت خلافت کے مساوی تھے امام صاحب کے اُن تلامذہ کی تعداد جو مشہور امام و محدث و فقیہ و صوفی ہوئے ہیں بہت زیادہ ہے۔ امام موفق نے لکھا ہے کہ امام صاحب سے سات سو مشایخ نے روایت کی ہے۔ (مناقب الامام) بعض محدثین نے آپ کے ترجمہ میں آپ کے شاگردوں کی تعداد آٹھ سو مع نام و نسب لکھی ہے (حدائق الحنیفیہ) شامی میں ہے کہ ابن حجر نے بعض ائمہ سے روایت کی ہے کہ اسلام کے مشہور ائمہ میں سے کسی کے اتنے اصحاب اور شاگرد ظاہر نہیں ہوئے جتنے امام ابوحنیفہ کے تھے محدثین عالم کا سلسلہ امام صاحب پر منتہی ہوتا ہے۔



امام ابو حنیفہ

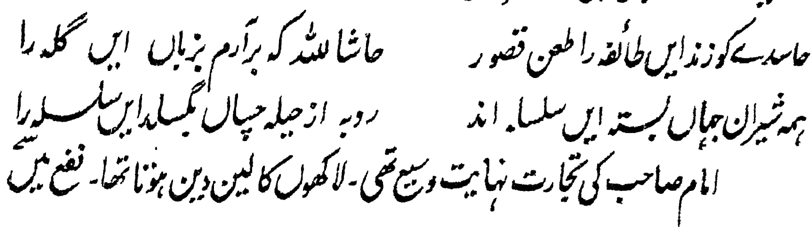
- شیخ مسعر بن کدام محدث
  - امام بخاری
    - ابن خزیمہ
      - حاکم
        - امام بیہقی
      - دار قطنی
- شیخ وکیع بن الجراح محدث
  - شیخ علی مدینی
    - امام بخاری
  - شیخ احمد بن منیع
    - امام بخاری
- امام لیث بن سعد
  - شیخ عبد اللہ بن یوسف
    - امام بخاری
- شیخ مکی بن ابراہیم محدث
  - امام بخاری
  - امام مسلم
  - شیخ ابو عوانہ
    - طبرانی
    - ابن عدی
- شیخ فضل بن دکین محدث
  - شیخ اسحاق بن راہویہ
  - امام دارمی
  - امام ذہلی

اسی طرح صوفیائے کرام کے سلاسل طریقت بھی امام صاحب سے ہیں اور ائمہ ثلاثہ سے بھی ہیں۔ تفصیل مع ثبوت فقیر کے رسالہ مناظر السالک میں ملاحظہ ہو۔

خواجہ ممشاد علو دینوری سر حلقۂ سلاسل قادریہ و چشتیہ از خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ بصری از خواجہ حذیفہ مرعشی، از خواجہ ابراہیم ادہم، از امام سفیان ثوری، از امام ابو حنیفہ۔

خواجہ سری سقطی سر حلقۂ سلاسل نقشبندیہ و سہروردیہ از خواجہ معروف کرخی، از خواجہ داؤد طائی، از امام ابو حنیفہ۔

سلاسل محدثین و سلاسل طریقت، بہت سے مختلف طریقوں اور سلسلوں سے امام ابو حنیفہ تک پہنچتے ہیں ہم نے یہاں ایک دو نقل کر دیے ہیں تفصیل طلب حضرات کتب تصوف و سیر و حدیث و اسماء الرجال میں ملاحظہ فرمائیں۔



حاسدے کو زند ایں طائفہ را طعن قصور حاشا للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

امام صاحب کی تجارت نہایت وسیع تھی۔ لاکھوں کا لین دین ہوتا تھا۔ نفع میں سے

ایک حصہ محدثین کے لئے مخصوص تھا۔ کچھ اہل حاجت کے روزینے مقرر تھے۔ شاگردوں اور احباب کے ساتھ سلوک کرتے تھے۔ غرض اُس دولت سے خود کم نفع اٹھاتے تھے راہ خدا میں زیادہ لٹاتے تھے (تہذیب الاسماء) امام صاحب رقیق القلب کثیر البکا، قلیل النوم، قائم اللیل، متحمل مزاج، صابر و شاکر آدمی تھے۔ عبادت وریاضت وتلاوت میں ساری ساری رات گزار دیتے تھے۔ شیخ ابن مبارک محدث سے روایت ہے کہ امام ابوحنیفہ نے پینتالیس برس تک پنج وقتہ نماز ایک وضو سے پڑھی ہے۔ (تہذیب الاسماء نووی) امام ابوحنیفہ بڑے عابد، پرہیزگار، اور محتاط تھے۔ (میزان شعرانی)

خارجہ بن مصعب کا قول ہے کہ ایک رکعت میں چار اماموں نے قرآن ختم کیا ہے حضرت عثمان غنی (صحابی) حضرت تمیم الداری (صحابی) حضرت سعید بن جبیر (تابعی) امام ابوحنیفہ (مناقب بزازی) شیخ مسعر بن کدام محدث نے بیان کیا کہ میں نے امام صاحب کو ایک رکعت میں قرآن ختم کرتے دیکھا (مناقب بزازی) ایسی ہی روایت شیخ حفص بن عبدالرحمٰن کی علامہ علی قاری نے اثمار جنیہ میں نقل کی ہے۔

ثابت قدم فقر کو ہے نفس کشی شرط
بے دیو کے مارے ہوئے رستم نہیں ہوتا

امام سفیان ثوری سے کسی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کسی کی غیبت نہیں کرتے۔ امام سفیان ثوری نے کہا۔ ابوحنیفہ ایسے بیوقوف نہیں جو اپنے اعمال صالحہ کو برباد کریں (تہذیب الاسماء، نووی) ایک شخص نے غصہ میں اپنی بیوی سے قسم کھا کر کہا کہ جب تک تو مجھ سے نہ بولیگی میں تجھ سے نہ بولوں گا۔ یہ سنکر عورت نے بھی اسی طرح کہا جب غصہ فرو ہوا تو گھبرایا۔ امام سفیان ثوری کے پاس گیا۔ مسئلہ پوچھا انہوں نے فرمایا کفارہ دینا ہوگا۔ پھر امام ابوحنیفہ کے پاس آکر دریافت کیا۔ امام صاحب نے فرمایا۔ کفارہ نہیں۔ اُس نے جاکر امام سفیان ثوری سے کہا وہ غصہ ہوتے ہوئے امام صاحب کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے مسئلہ غلط بتلایا

امام صاحب نے کہا میں نے صحیح تبلایا ہے اور اس شخص سے کہا کہ پھر اصل واقعہ بیان کر۔ اُس نے بیان کیا امام صاحب نے کہا اس نے عورت سے کہا کہ جب تک تو نہ بولے گی میں تجھ سے نہ بولوں گا۔ اس کے بعد عورت نے کہا تو عورت کی طرف سے بولنے کی ابتدا ہو گئی۔ امام سفیان ثوری نے کہا درحقیقت جو بات وقت پر آپ کو سوجھتی ہے ہم کو نہیں سوجھتی۔ خلیفہ وقت نے یزید بن ہبیرہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ یزید نے تمام فقہا کو طلب کر کے بڑے بڑے عہدوں پر مامور کیا۔ امام صاحب کو افسر خزانہ بنانا چاہا۔ امام صاحب نے انکار کیا۔ یزید نے حکم دیا کہ ان کے روزانہ دس دُرّے لگائے جایا کریں۔ مدت تک یہ دُرّے لگتے رہے۔ آخر گورنر نے اپنا حکم واپس لے لیا۔ جب خلیفہ منصور عباسی کا دورِ حکومت آیا اور سادات پر بے انتہا مظالم ہوئے تو محمد مہدی عرف نفس ذکیہ بن عبداللہ بن امام حسن مثنیٰ نے مدینہ میں خلیفہ کے خلاف خروج کیا۔ امام مالک نے فتویٰ دیا کہ خلافت نفس ذکیہ کا حق ہے۔ نفس ذکیہ شہید ہو گئے تو اُن کے بھائی ابراہیم نے علم خلافت بلند کیا۔ امام ابوحنیفہ نے اُن کی تائید کی اور مالی امداد دی جب ابراہیم شہید ہو گئے تو خلیفہ منصور نے امام صاحب کو طلب کیا اور عہدۂ قضا پر مامور کرنا چاہا۔ امام صاحب نے کہا میں اِس قابل نہیں۔

مقبول جو ذرہ ہوا درگاہ میں رب کی
وہ ملتفت نیّرِ اعظم نہیں ہوتا

منصور نے غصہ ہو کر کہا تم جھوٹے ہو امام صاحب نے فرمایا اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ دعویٰ ضرور سچا ہے کیونکہ جھوٹا آدمی عہدۂ قضا کے قابل نہیں ہو سکتا۔ خلیفہ نے امام صاحب کو قید خانہ میں بھیجدیا۔ امام صاحب کے طرفداروں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا اس رجوع عام سے خلیفہ کو خطرہ ہوا آخر ۱۵۰ھ میں قید خانہ میں امام صاحب کو زہر دیا گیا شیخ حسین بن عمارہ نے امام صاحب کو غسل میت دیا۔ نہلاتے جاتے تھے اور کہتے

جانتے تھے۔ واللہ تم سب سے بڑے فقیہ تھے۔ بڑے عابد تھے۔ بڑے زاہد تھے۔ امام صاحب کی وفات پر عالم اسلام میں عام ماتم ہوا۔ امام صاحب کے بعض اساتذہ مثل شعبہ بن الحجاج زندہ تھے۔ ان کو بہت صدمہ ہوا۔ شیخ ابن جریج نے جب مکہ میں خبر وفات سنی تو کہا افسوس بڑا عالم جاتا رہا۔ ائمہ اسلام میں امام ابوحنیفہ ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اکابر امت مثل امام طحاوی و امام محمد بن احمد بن شعیب و امام عبداللہ بن محمد الحارثی و امام ظہیر الدین المرغینانی وغیرہ وغیرہ نے ان کی سوانح عمریاں لکھی ہیں۔ جن کی تعداد چھبیس سے زیادہ ہے اس قدر سوانح عمریاں کسی کی نہیں لکھی گئیں۔ فقہ اکبر العالم و المتعلم مسندیہ کتابیں امام صاحب کی تصنیف مشہور ہیں۔ عالم اسلام میں سب سے زیادہ مذہب حنفی کے پیروی کرتے والے ہیں۔ میرے ایک گریجویٹ دوست جو اخبار بینی کے بیحد شائق ہیں۔ فرماتے تھے کہ ستر فیصدی مسلمان حنفی ہیں۔ حنفی مذہب عراق و ہند و چین و ماوراء النہر و تمام ممالک عجم میں سب سے زیادہ پھیلا ہوا ہے عرب وغیرہ میں بھی حنفی مذہب رائج ہے۔

امام ابوحنیفہ کے متعلق محققین غیر کی رائیں

مسٹر چارلس ہملٹن لکھتے ہیں وہ پہلا شخص یہی ہے جس نے مدلل طریقے سے قانون کے پائنٹ پر بحث کی ہے اور تمام دنیوی معاملات کو اس تحقیق و تفحص سے قانون کی رسی میں جکڑ دیا ہے کہ ایک تعجب معلوم ہوتا ہے۔ (ہدایہ مطبوعہ لندن ۱۸۷۰ء) ہیجر رابرٹ ڈیوی آسبرن لکھتے ہیں آپ نے (امام ابوحنیفہ نے) اپنے علم و قانون کی وجہ سے ایک بہت بڑی شہرت حاصل کر لی۔ اور نہایت زیرکی و تیز فہمی سے اپنے قانون فقہ اور شریعت میں مطابقت کرنے کی کوشش کی (بیاگریفیل ڈکشنری جلد ۱) جب امام صاحب کے حالات لکھے گئے ہیں تو ضرور ہے کہ اُن مطاعن کا تذکرہ بھی کیا جائے۔ جو

امام صاحب پر کیے جاتے ہیں کیونکہ بغیر اس کے تذکرہ و تاریخ فقہ غیر مکمل رہتی ہے ہم کو اپنی کتاب کی تکمیل مقصود ہے۔ کسی کی تردید و تشنید پیش نظر نہیں ہیں صرف اسی قدر کام کرنا چاہتا ہوں جس قدر میرے بھائیوں کی واقفیت اور اصلاح خیال کے لئے ضروری ہے۔

مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات
مقصود اس سے قطع محبت نہیں مجھے

مطاعن امام

غالب برا نہ مان جو واعظ برا کہے
ایسا بھی ہے کوئی کہ سب اچھا کہیں جسے

تاریخ عالم شاہد ہے کہ ہر مصلح ہر پیغمبر کی مخالفت کی گئی ہے جب کوئی اصلاح شروع کی گئی جب ہی سے اُس سے اختلاف شروع ہوا سب سے زیادہ مخالفت کا سامنا مصلح اول کو ہوتا ہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے لوگ اصلاحات سے مانوس ہوتے جاتے ہیں مصلحین پر تشدد و طعن میں کمی ہوتی جاتی ہے امام ابو حنیفہ جب مسند درس پر متمکن ہوئے انہوں نے یہ دیکھ کر کہ حدیث کی روایت کا گھر گھر چرچا ہے اور اُن راویوں میں بعض نااہل بعض کم فہم بھی شامل ہیں اور بدعتی احادیث وضع کر رہے ہیں تو مثل حضرت ابوبکر و عمر و ابن مسعود کے حدیث کی جانچ میں سختی شروع کی اور سند کے مطالبہ پر زور دیا۔ حدیث کی جانچ اور راوی کی جانچ کے قواعد مقرر کیے اِن شرائط نے بہتوں کی قلعی کھول دی اس لئے ان فرضی اور مصنوعی محدثین کو آپ سے عداوت پیدا ہوگئی۔ ادھر آپ کی ذکاوت و فطانت و تبحر علمی نے وہ شہرت پائی کہ کثرت سے اہل علم آپ کی درس گاہ میں آکر شامل ہوگئے۔ اس سے بعض معاصرین کو بھی رشک پیدا ہوا۔ مخالفین سے اس کے سوا کچھ نہ بن پڑا کہ آپ کے متعلق چند بے اصل باتیں مشہور کر دیں۔

کی وفا ہم سے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں
ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں

چنانچہ مولوی ابویحیٰی بھی لکھتے ہیں پہلے بھی ہمارے بزرگوں پر طرح طرح کی تہمتیں جوڑی گئی ہیں۔ چنانچہ ائمہ اربعہ کی نسبت بھی ناپسندیدہ باتیں لوگوں نے جوڑ دی تھیں اور امام اعظم کی نسبت تہمت لگائی تھی کہ وہ کرامات اولیاء کے قایل نہیں اور یہ بھی مشہور تھا کہ مبتدع اور نئی نئی باتیں نکالنے والے ہیں اور یہ بھی مشہور تھا کہ قیاس کی بناء پر دانستہ حدیث کا رد کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب غلط تھا (سبیل الرشاد) خیر القرون کا زمانہ اگرچہ خیر و برکت کا زمانہ تھا مگر غیر سعادتمندانہ عنصر سے خالی نہ تھا۔ امام صاحب کے بہت سے حاسد پیدا ہو گئے۔

جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہ تیری خوبی
کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیوں حسود ہوتا

ان الامام ابی حنیفہ کان لہ حساد کثیرون فی حیاتہ وبعد مماتہ۔ یعنی امام ابوحنیفہ کے بہت سے حاسد تھے۔ اُن کی زندگی میں بھی اُن کے بعد بھی (خیرات الحسان) ایسا ہی تنسیق النظام میں ہے (کان ابوحنیفہ یحسد وینسب لیہ مالیس فیہ ویختلق الیہ مالا یلتق۔ یعنی امام ابوحنیفہ کے حاسد بہت تھے اور وہ ایسے امور ان کی طرف منسوب کرتے تھے جو اُن میں نہ تھے۔ (کتاب العلم لابن عبد البر) امام صاحب کے حاسدوں میں نعیم بن حماد (استاد امام بخاری) بھی تھے۔ قال الازدی کان نعیم یضع الحدیث فی تقویۃ السنت وحکایات مزورۃ فی ثلب النعمان کلہا کذب۔ یعنی ازدی کہتے ہیں کہ نعیم تقویت سنت کے لیئے حدیث وضع کیا کرتے تھے اور امام ابوحنیفہ کے معائب میں حکایتیں گھڑا کرتے تھے۔ جو سب جھوٹ ہیں (میزان جلد ثالث) ایک روایت امام بخاری تاریخ صغیر میں امام ابوحنیفہ کے خلاف ہے۔ اُس کے راوی بھی نعیم ہیں۔ امام صاحب کی مخالفت میں لوگوں نے یہاں تک مبالغہ کیا کہ کتابوں میں تحریفیں کیں۔ دوسروں کے نام سے کتابیں تصنیف

کر کے مشہور کیں۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی فرماتے ہیں کہ شیخ مجدالدین فیروز آبادی کے نام سے کسی نے ایک کتاب امام ابوحنیفہ کے رد و تکفیر میں لکھی۔ جب وہ کتاب شیخ ابوبکر بن خیاط یمنی نے دیکھی تو شیخ مجدالدین کو خط لکھا انہوں نے جواب لکھا کہ یہ مجھ پر کسی نے افترا کیا ہے۔ میں نے کوئی کتاب ایسی نہیں لکھی میں امام ابوحنیفہ کا معتقد ہوں وہ کتاب اب آپ کو ملے تو جلا دیں (الیواقیت والجواہر) علامہ یوسف بن عبدالہادی حنبلی نے اپنی کتاب تنویر الصحیفہ میں حافظ ابن عبدالبر کی کتاب جامع العلم سے نقل کیا ہے (کہ ابوحنیفہ کے بارے میں کسی برائی کرنے والے کا کلام مت سنو۔ میں نے اُن سے زیادہ افضل اور پرہیزگار اور فقیہ کسی کو نہیں دیکھا خطیب کے کلام سے دھوکہ نہ کھاؤ کیونکہ وہ حد سے زیادہ علما سے تعصب رکھتا ہے جیسے امام ابوحنیفہ اور امام ابواحمد اور اُن کے اصحاب پر جرح کرتا ہے۔ اس کا اعتبار نہیں۔ ابن جوزی خطیب کا مقلد ہے اور امام صاحب سے تعصب رکھنے والوں میں دار قطنی اور ابونعیم ہیں) امام صاحب کے معاملہ میں ابن جوزی کو خود اس کے نواسے علامہ سبط ابن جوزی نے بھی ملامت کی ہے لیس العجب من الخطیب بانه یطعن فی جماعة العلماء وانما العجب من الجد کیف سلك اسلوبه وجاء بماهو اعظم منه یعنی خطیب پر تو تعجب نہیں وہ تو علما پر طعن کرتا ہے۔ تعجب تو نانا جان پر ہے کہ یہ کیوں اس کے مقلد ہو گئے اور اس کام میں اس سے بڑھ گئے (مرآة الزمان) شیخ یحییٰ بن معین محدث کے سامنے جب کوئی امام ابوحنیفہ پر اعتراض کرتا تو وہ ایک شعر پڑھتے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ اُس کی سی سعی نہ کر سکے تو حسد کرنے لگے اور دشمن ہو گئے (مناقب موفق) امام صاحب پر جو لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ ایک غلطی اُن کی یہ بھی ہے کہ جہاں کہیں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے نام کے ساتھ کوئی جرح دیکھی اس کو امام صاحب کی طرف منسوب کیا۔ حالانکہ اس کنیت کے اور بھی اشخاص گذرے ہیں جن پر جرحیں ہیں اور جو ضعیف ہیں جیسے احمد المصدق ابن محمد نیشاپوری وجعفر ابن احمد و محمد بن عبداللہ

عبداللہ بن علی غطی و محمد بن یوسف و عبدالمومن و محمد بن عبداللہ الہندوانی و علی بن نصر و عبداللہ بن ابراہیم بن عبدالملک و محمد بن حنیفہ بن ماہان قصبی و قیس بن احرام و ابوالفتح محمد بن حنیفہ و عبدالکریم ذیلعی و خوارزمی و نعمان بن ابی عبداللہ و محمد بن منصور بن احمد بن حیوان و احمد بن داؤد دینوری ان کے علاوہ دو ابوحنیفہ وہ ہیں جن کو علامہ ذہبی نے باب الکنیٰ میں میزان الاعتدال میں ذکر کیا ہے اور اُن سے عبدالاکرم و مغیرہ بن مقسم روایت کرتے ہیں اور وہ مجہول ہیں۔ اسی طرح نعمان نام کے بھی بہت اشخاص گذرے ہیں۔ اس لئے ابوحنیفہ یا نعمان کے نام پر جو جرح ہو جبتک اس میں کافی پتہ نہو۔ مثلاً نعمان بن ثابت کوفی یا ابوحنیفہ نعمان کوفی یا امام اعظم ابوحنیفہ اُس وقت تک اس جرح کو امام صاحب کی طرف منسوب کرنا ناانصافی ہے۔ اسی طرح متقدمین اور اکابر امت کے اُن اقوال کو نظر انداز کرکے جن سے امام صاحب کا فضل و کمال ثابت ہوتا ہے بعد کے لوگوں کے اقوال پر اعتماد کرنا بھی عقل سلیم کے خلاف ہے جس پایہ کے بزرگوں کے اقوال سے امام صاحب کے مناقب ثابت ہوتے ہیں۔ اگر کوئی اُس کے خلاف ثابت کرنا چاہے تو اُس کو لازم ہے کہ اُس ہی پایہ کے کسی بزرگ کا قول پیش کرے ورنہ وہ اعتراض منصف و عقل کے نزدیک قابل التفات نہیں ہو سکتا۔ ائمہ متبوعین یا مستند صاحبان خیرالقرون یا مقدس محدثین و مجتہدین کی طرف سے امام صاحب پر کوئی اس قسم کا اعتراض نہیں جس قسم کے اعتراضات حساد نے پیش کیے ہیں امام بخاری کی طرف سے جو اعتراض بیان کیا جاتا ہے وہ امام صاحب کی توہین کرنے والا نہیں وہ بوجہ اختلاف اجتہاد ہو سکتا ہے اس قسم کے اعتراضوں سے کوئی امام اور محدث نہیں بچا۔ ایسا ہی اعتراض امام بخاری کی طرف سے امام شافعی پر بھی وارد ہوتا ہے۔ جن کا مقلدوں کو بعض نے بیان کیا ہے امام بخاری نے صحیح بخاری میں امام صاحب پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ نہ امام صاحب کا تذکرہ ایسے الفاظ میں کیا ہے جس سے توہین متصور ہو بعض ایسے مسائل ہیں جن میں اُن کو اختلاف تھا۔

(بعض الناس یعنی بعض آدمی) لکھا ہے یعنی اس مسئلہ کے متعلق بعض لوگوں کا یہ خیال ہے یہ لفظ دو ایک جگہ امام شافعی کے مسائل کے متعلق بھی آیا ہے یہ بھی نہیں کہ وہ مسائل صرف امام ابو حنیفہ اور امام شافعی ہی کے ہوں۔ بلکہ ان کے متعلق اور ائمہ کے بھی وہی اقوال ہیں اور بعض اسلامی فرقے بھی ان مسائل میں حنفیوں کے ہم خیال ہیں پس یہ خیال مستقل طور پر قائم کر لینا مناسب نہیں۔ کہ لفظ بعض الناس سے امام بخاری کا مقصود امام ابو حنیفہ و امام شافعی ہیں بلکہ گمان غالب ہے کہ ان کا یہ روئے سخن دوسرے فرقوں یا دیگر علما کی طرف ہوگا۔ اور اگر امام اعظم ہی کی طرف سمجھا جائے تو اس سے بھی امام صاحب کی جلالت شان کا پتہ چلتا ہے کہ امام بخاری رائے تو مسئلہ میں خلاف رکھتے ہیں۔ مگر نام لینے کی جرأت نہیں کرتے اشارے کنایہ پر ختم کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے توہین کا مفہوم ہو۔ اس سے زیادہ سخت اعتراضات امام مسلم نے امام بخاری پر کئے ہیں۔ صاحب تیسیر القاری نے امام بخاری پر اعتراضات کئے ہیں۔ امام صاحب کی مدح جن بزرگوں سے ثابت ہے اُن میں سے ہر ایک ستون دین ہے۔ اُن کے مقابلہ پر اُس ہی پایہ کے بزرگوں کے اقوال پیش کرنے چاہئیں جیسے امام اعمش و شعبہ بن الحجاج (المتوفی ۱۶۰ھ) کبار تابعین میں سے ہیں۔ حضرت انس وغیرہ بہت سے اصحاب کی شاگردی کی ہے۔ محدث ابن جوزی نے لکھا ہے کہ علم کے خزانہ دار چھ شخص ہیں۔ اعمش مالک اوزاعی مسعر بن کدام شعبہ ثوری۔ یہ سب امام ابو حنیفہ کے مداح ہیں۔ امام احمد حنبل نے کہا ہے کہ شعبہ کے زمانہ میں ان کی مثل حدیث میں کوئی نہ تھا۔ وہ علم حدیث و روایت میں امت واحدہ ہیں۔ (تہذیب الاسماء نووی) امام سفیان ثوری نے کہا حدیث میں شعبہ امیر المومنین ہیں۔ (کتاب العلل) شعبہ صحاح ستہ کے راوی بھی ہیں اور شیخ وکیع بن الجراح محدث (علی بن مدینی کے استاد ہیں) ان کے متعلق شیخ یحییٰ بن معین محدث کا قول ہے۔ ما رایت احدا اقدمہ علی وکیع

یعنی میں نے وکیع سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ (جواہر المنیفہ) اور شیخ عبداللہ بن مبارک (امام ترمذی کے شیخ الشیوخ امیر المومنین فی الحدیث مشہور تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ) اور شیخ یحییٰ بن معین (یہ وہ ہیں جن کے سامنے امام بخاری نے بخاری شریف بغرض استصواب پیش کی تھی۔ امام بخاری کے استاد ہیں۔ امام بخاری کا قول ہے ما استصغرت نفسی الا عندہ یعنی میں نے سوائے علی بن مدینی کے کسی کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا نہیں پایا۔ (تقریب) شیخ حسن بن عرفہ محدث (امام ابو داؤد و امام ترمذی و امام ابن ماجہ کے استاد ہیں۔ شیخ یحییٰ بن معین نے ان کو صدوق کہا ہے۔) اور شیخ یزید بن ہارون محدث صاحبان علم واقف ہیں کہ یہ وہ حضرات ہیں۔ جن پر علم حدیث کا مدار ہے۔ اور جو محدثین کے سرحلقہ ہیں ان کے مقابلہ پر یحییٰ بن سعید الانصاری و عبداللہ بن دینار و عبدالرحمٰن ابن امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق و امام جعفر صادق و امام لیث بن سعد و شیخ یحییٰ بن اکثم محدث جیسے اکابر کے اقوال قابل التفات ہو سکتے ہیں خطیب و دارقطنی کا تو کیا ذکر ہے۔ یہاں بخاری و مسلم کی بھی ہستی نہیں۔ امام صاحب کے مداح حنفی ہی نہیں ہیں بلکہ دوسرے مذاہب کے ائمہ و علماء بھی ہیں۔ مثل امام سیوطی شافعی حافظ ابن حجر مکی شافعی امام ذہبی شافعی حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی۔ امام نووی شافعی۔ امام غزالی شافعی۔ حافظ ابن عبدالبر مالکی۔ علامہ یوسف بن عبدالہادی حنبلی مورخین ابن خلدون ابن خلکان شافعی۔ اگر مدح و ذم کرنے والوں کی تعداد پر نظر کیجائے تو بھی مدح کا پلہ بھاری ہے (جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ کی توثیق کی ہے وہ اُن لوگوں سے بہت زیادہ ہیں جنہوں نے ان پر طعن کیا ہے۔ (خیرات الحسان) حماد بن زید کہتے ہیں۔ میں نے ایوب سختیانی کو کہتے سنا جس وقت کسی نے ابوحنیفہ کا ذکر برائی سے کیا کہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونک سے بجھا دیں مگر اللہ انکار کرتا ہے۔ ہم نے ان لوگوں کے مذاہب کو دیکھا ہے

جنہوں نے ابوحنیفہ میں کلام کیا ہے کہ ناپید ہوگئے۔ ابوحنیفہ کا مذہب ترقی پر ہے
اور وہ قیامت تک باقی رہے گا۔ مذاہب اربعہ ابوحنیفہ وشافعی ومالک وحنبل ان
پر لوگ اجماع کئے ہوئے ہیں۔ (عقود الجواہر المنیفہ) امام صاحب کی طرف جو باتیں
منسوب کی گئی ہیں وہ غلط ہیں (جامع الاصول ابن الاثیر جزری) یہ بھی امام ابوحنیفہ
کی کرامت ہے کہ الزام لگانے والوں نے اُن کے علم وحفظ وغیرہ پر اعتراض کئے
ہیں اور کسی قسم کا اتہام نہیں لگا سکے۔ بعض ائمہ کو تو ناگفتہ بہ طریق پر متہم کیا گیا ہے۔
امام سفیان ثوری کو مدلس کہا گیا۔ (مقدمہ ابن خلدون) شیخ ابن الکثم محدث ذا امام احمد
حنبل نے ان کی تعریف کی ہے۔ ترمذی کے راوی ہیں امام بخاری نے صحیح کے علاوہ
اپنی دیگر کتب میں ان سے روایت کی ہے) پر نہایت رکیک الزام لگایا ہے (مقدمہ
ابن خلدون) پھر یہ غضب کہ امام صاحب کی حدیث دانی پر حملہ کرتے ہیں تو محدثین
کو چھوڑ کر مورخین کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ یہ بھی تمیز نہیں کرتے کہ ہر فن کے معاملہ
میں اہل فن کی شہادت معتبر ہوتی ہے اور جن مصنفین کے اقوال دیگر اصحاب کے
حق میں قبول کرتے ہیں۔ امام صاحب کے حق میں قبول نہیں کرتے۔ اگر کسی مصنف کا
کوئی قول امام صاحب کی تنقیص میں ہے تو اس کو بڑے شوق سے نقل کرتے ہیں
اور اگر اس ہی مصنف نے کسی دوسرے کی تنقیص کی ہے تو وہ قول اُس کا قبول
نہیں کرتے۔ اور ان امورات پر کوئی دلیل بھی پیش نہیں کرتے۔

پہلا طعن

یہ ہے کہ امام صاحب تابعی نہ تھے۔

جواب

تابعی اس کو کہتے ہیں جس نے بحالت اسلام کسی صحابی کو دیکھا ہو یہی قول

مختار جماعت کثیر علماء و بزرگان دین کا ہے۔ (قال العراقی و علیہ عمل الاکثرین وقد اشار النبی صلے اللہ علیہ وسلم الی الصحابی والتابعی لقولہ طوبی لمن رانی و لمن رای من رانی فاکتفی بمجرد الرویۃ قلت بدرویۃ ادرج الامام الاعظم فی سلک التابعین فانہ قد رای انسا وغیرہ من الصحابۃ ما ذکرہ الشیخ الجزری فی اسماء الرجال القراء والتوربشتی فی تحفۃ المسترشد وصاحب کشف الکشاف فی سورۃ المومنون وصاحب مراۃ الجنان وغیرھم من العلماء المتبحرین فمن لقی انہ تابعی فامامن التتبع انفاصر والتعصب الفاتر۔ یعنی عراقی نے کہا ہے کہ اکثر علماء کا قول یہی ہے کہ جس نے صحابی کو دیکھا وہ تابعی ہے اور اسی طرف اشارہ کیا رسول کریم نے کہ مبارک ہیں وہ جنہوں نے مجھ کو دیکھا اور مبارک ہیں وہ جنہوں نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا اور امام اعظم تابعی ہیں انہوں نے انس وغیرہ اصحاب کو دیکھا ہے اس کو بیان کیا ہے شیخ جزری نے اسماء الرجال القراء میں اور حافظ توربشتی نے تحفۃ المسترشدین اور صاحب کشف الکشاف نے سورہ مومنوں میں اور صاحب مراۃ الجنان وغیرہ علماء نے اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ یا تو ناواقف ہے یا متعصب ہے (شرح الشرح نخبۃ الفکر ملا علی قاری) شیخ جزری و امام یافعی صاحب مراۃ الجنان و صاحب کشف الکشاف یہ سب شافعی ہیں ان میں کوئی حنفی نہیں۔ جو حمایت بیجا کا گمان کیا جا سکے۔ (والتابعی کل من لقی الصحابی لذلک فابو حنیفۃ علی ھذا الحدین التابعین لانہ رای انسا رواہ ابن سعاد بسند صحیح۔ یعنی تابعی وہ ہے جو صحابی سے ملا ہو اس لئے ابو حنیفہ بھی تابعی ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے اس کو ابن سعد نے صحیح سند سے روایت کیا ہے (ہدیۃ المہدی مولوی وحید الزماں اہل حدیث حیدرآبادی) ذکر الخطیب

فی تاریخ بغداد لانہ رای انس بن مالک۔ یعنی خطیب نے تاریخ بغداد میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے (امام ابو حنیفہ نے) انس بن مالک کو دیکھا ہے (تاج مکلل نواب صدیق حسن خاں) رائی انس بن مالک غیر مرۃ لما قدم علیہم الکوفۃ۔ یعنی امام ابو حنیفہ نے انس بن مالک کو کئی بار دیکھا جب وہ کوفہ میں آئے۔ (تذکرۃ الحفاظ) اور یہ فضیلت (دیدار صحابہ) ابو حنیفہ کے سوا ان کے معاصر ائمہ میں سے مثل اوزاعی وحماد بن سلمہ وحماد بن زید وسفیان ثوری ومالک ولیث بن سعد کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ (فتاوائے ابن حجر عسقلانی) امام ابو حنیفہ اجلہ تابعین میں سے ہیں اور اُن لوگوں میں سے ہیں جن کی توصیف میں یہ آیت (والذین اتبعوا باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ (حافظ ابن حجر مکی) امام صاحب کی تابعیت کے متعلق امام ذہبی شافعی نے تذکرہ الحفاظ وکاشف میں وشیخ احمد قسطلانی شافعی نے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں اور ابن سعد نے طبقات میں خطیب بغدادی نے تاریخ میں ابن جوزی نے علل تناہیہ میں امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں امام سیوطی نے تبیض الصحیفہ میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا۔ ایسا ہی تہذیب التہذیب اور دارقطنی میں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں شیخ ولی الدین عراقی کا وہ فتویٰ نقل کیا ہے جس میں انہوں نے قبول کیا ہے کہ امام صاحب تابعی ہیں اور ابن حجر مکی نے ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے وہ عبارت نقل کی ہے۔ امام یافعی نے مراۃ الجنان میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے چار صحابہ کو پایا۔ انس بن مالک بصرہ میں۔ عبداللہ بن ابی اوفی کوفہ میں۔ سہیل بن سعد ساعدی مدینہ میں۔ ابو الطفیل عامر بن واثلہ مکہ میں (انہوں نے (امام ابو حنیفہ نے بچپن میں ان اصحاب کو دیکھا (درمختار) خلاصہ اکمال فی اسماء الرجال میں چھبیس تعداد صحابہ کی لکھی ہے اور بعض کتابوں میں اس سے زیادہ ہے۔

دوسرا طعن

امام صاحب نے صحابہ سے روایت نہیں کی۔

جواب

حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ امام صاحب نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت کی ہے۔ (مقدمہ ہدایہ) امام ابو حنیفہ خود فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی کے پاس میرے والد مجھ کو کاندھے پر بٹھا کر لے گئے حضرت نے مجھ سے فرمایا تم کیا چاہتے ہو میں نے کہا کوئی حدیث سنا دیجئے انہوں نے فرمایا (بقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اغاثۃ الملھوف فرض علی کل مسلم من تفقہ فی دین اللہ کفاہ اللہ ھمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب۔ (مناقب موفق، مناقب بزازی) یہ واقعہ عہد طفلی غالباً ۸۷ھ کا ہے۔ جب امام صاحب اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے تھے اس وقت امام صاحب سات برس کے تھے۔ یہ عمر تحمل روایت کی ہے۔ بخاری میں محمود بن ربیع طفل چہار سالہ و پنج سالہ کی روایت موجود و مقبول ہے پس امام صاحب کا اس روایت کو یاد رکھنا تعجب خیز نہیں۔ اور اس عمر میں اس قسم کی فرمائش ذہین و طباع بچے سے بعید نہیں۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ بچوں کو بزرگوں کے پاس لے جاتے ہیں اور ان کو کوئی فرمائش سکھا دیتے ہیں بچہ اسی طرح کہہ دیتا ہے۔ برخوردار عبدالصمد کی عمر ۵ سال کی تھی کہ فقیر کے غریب خانے پر حضرت حافظ عبدالرحمن توکلی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما ہوئے۔ فقیر کو خیال ہوا کہ اگر حضرت چند کلمات قرآن مجید برخوردار موصوف کو سکھا دیں تو موجب برکت ہو گا۔ فقیر نے برخوردار موصوف سے کہا تم حضرت کے پاس جا کر سلام کر کے عرض کرو۔ کہ مجھ کو قرآن شریف پڑھا دیجئے

برخوردار موصوف نے ایسا ہی کیا۔ حضرت نے تین بار الحمد پڑھائی جو برخوردار موصوف کو اسی وقت سے یاد ہوگئی۔ اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ امام صاحب نے صحابہ سے روایت کی ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ کس قدر صحابہ سے روایت کی ہے بعض کہتے ہیں کہ چھ صحابی اور ایک عورت صحابیہ بعض کہتے ہیں پانچ صحابی اور ایک عورت صحابیہ بعض کہتے ہیں سات صحابی اور ایک عورت صحابیہ (دُرمختار) امام اعظم نے روایت کی ہے۔ انس بن مالک و عبداللہ بن ابی اوفی کوفہ میں وسہل ابن سعد ساعدی مدینہ میں و ابو الطفیل عامر بن واثلہ مکہ میں و عبداللہ بن انیس و عبداللہ بن الحارث الزبیدی۔ و جابر بن عبداللہ و عائشہ بنت عجرد و عمرو بن حریث وسائب بن خلاد و ابن سوید وسائب ابن یزید وسعید و محمود بن ربیع و محمود بن لبید (النوادر المنیفہ والجواہر المضیٔ وخیرات الحسان وعقود الجمان) امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس کو نماز پڑھتے دیکھا اور میں نے اُن سے سجدہ سہو کا مسئلہ دریافت کیا۔ حضرت انس نے ۹۳ھ میں وفات پائی۔ اس وقت امام صاحب تیرہ سالہ ہوشمند تھے۔ حضرت انس کوفہ میں آیا کرتے تھے۔ امام صاحب بصرہ جایا کرتے تھے۔ امام صاحب نے حضرت انس سے چار حدیثیں روایت کی ہیں۔ (ابو[۱] حنیفہ عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدال علی خیر کفاعلہ) اس کا متن صحیح ہے ایک جماعت صحابہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ اصل اس کی صحیح مسلم میں روایت ابن مسعود ہے۔ (تبیض الصحیفہ) یہ روایت مسند حصکفی میں ہے اور مسند بزار میں ابن مسعود و انس سے مروی ہے ابن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں انس سے روایت کی ہے۔ حافظ موفق مکی نے اپنی سند سے روایت کی ہے (ابو[۲] حنیفۃ النعمان بن ثابت سمعت انس بن مالک رضی اللہ عنہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم) حافظ جمال الدین مزی نے کہا ہے کہ یہ روایت

کی گئی ہے اتنے طریقوں سے کہ پہنچ جاتی ہے مرتبہ حسن کو اور میرے نزدیک یہ مرتبہ صحیح کو پہنچ جاتی ہے اس لئے کہ میں اس کے پچاس طریقوں سے واقف ہوں (تبیض الصحیفہ) اس روایت کو جامع المسانید میں بھی روایت کیا ہے۔ اور حافظ موفق نے ایک اور طریق سے روایت کی ہے (لقیت انس بن مالك الانصاری وسمعته یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ اللہ خالصا مخلصا بھا قلبہ دخل الجنۃ ولو توکلتم علی اللہ حق توکلہ لرزقتم کما ترزق الطیر تغدو خماصا و تروح بطانا) (عن انس سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقول ان اللہ یحب اغاثۃ اللھفان) متن اس کا صحیح ہے اور یہ روایت ایک جماعت صحابہ کے مروی ہے۔ ضیاء مقدسی نے مختارہ میں اس کو صحیح کہا ہے (تبییض الصحیفہ) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی سے امام صاحب جب دوبارہ حج کو ۹۶ھ میں تشریف لے گئے تو ملے اس وقت یہ حدیث اس طرح سُنی (فتقدمت ھمته یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تفقه فی دین اللہ کفاہ اللہ تعالےٰ ھمه ورزقه من حیث لا یحتسب) یہ حدیث مسند حصکفی میں ہے اور حافظ خوارزمی نے جامع المسانید میں اپنی سند سے بھی روایت کی ہے مناقب موفق میں ہے۔ (سمعت ھذا الحدیث من الطریق القاضی الاسما الصمری علی ھذا السیاق) حضرت عبداللہ بن حارث کے سن وفات میں اختلاف ہے ایک قول ۹۷ھ کا ہے چونکہ امام صاحب نے ۹۶ھ میں ان سے خود ملنا بیان فرمایا ہے اس لئے یہی قول صحیح ہے کیونکہ امام صاحب ثقہ ہیں اس حدیث کو امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے۔ (عن ابی حنیفة عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنه قال جاء رجل من الانصار الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ما رزقت ولد اقسط ولا ولد لی فقال واین انت

عن کثرت الاستغفار والصدقۃ یرزق بھا اللہ الولد قال فکان الرجل یکثر الصدقۃ ویکثر الاستغفار قال جابر رضی اللہ عنہ فولد لہ تسعۃ من الذکور (مناقب موفق جلد اول) حضرت جابر بن عبداللہ کا انتقال ۹۴ھ میں ہوا (رد المختار) امام صاحب کی ولادت کے متعلق ۶۱ھ و ۶۳ھ بھی بیان کئے گئے ہیں اس لئے حضرت جابر کے انتقال کے وقت امام صاحب ۱۸ یا ۱۶ برس کے تھے اور ۸۰ھ کے اعتبار سے امام صاحب کی ولادت ان کی وفات سے ایک سال بعد ہوئی اس صورت میں ملاقات و لقا ممکن نہیں۔ اس حدیث کی ابتداء میں امام صاحب نے سمعت نہیں فرمایا۔ بلکہ عن فرمایا ہے جو عموماً ارسال کے وقت تابعین کا معمول ہے (جامع المسانید) اس لئے یہ حدیث مرسل ہے۔ مسند حصکفی اور جامع المسانید میں بھی یہ حدیث مذکور ہے۔ (ابوحنیفۃ قال سمعت واثلہ بن الاسقع قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تظھرن شماتتہ لاخیک فیعافیہ اللہ ویبتلیک الیہ (مسند حصکفی ومناقب موفق) حافظ خوارزمی نے جامع المسانید میں اس کو اپنی سند سے بھی روایت کیا ہے اور ترمذی نے دوسرے طریقہ سے حضرت واثلہ سے روایت کیا ہے اور اس کو حسن کہا ہے (تبییض الصحیفہ) حضرت واثلہ کا انتقال ۸۶ھ میں ہوا۔ اس وقت امام صاحب چھ سال کے تھے۔ (ابی حنیفہ قال لقیت واثلۃ بن الاسقع وسمعتہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یظن احدکم انہ یتقرب الی اللہ باقرب ھذہ الرکعات یعنی الصلوٰۃ الخمس (مناقب موفق) (ابوحنیفہ عن واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال دع ما یریبک الی ما لا یریبک۔

متن اس کا صحیح ہے ایک جماعت صحابہ سے وارد ہے اس کو صحیح کہا ترمذی و ابن حبان وحاکم وضیا نے طریق حدیث حسن بن علی سے (تبییض الصحیفہ) (ابوحنیفہ

قال سمعت عبد اللہ بن ابی اوفی یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من بنی اللہ مسجد او لو کمفحص قطاۃ بنی اللہ تعالیٰ بیتا فی الجنۃ۔ یہ حدیث دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے۔ صحاح میں موجود ہے ابن ماجہ میں تقریباً انہیں لفظوں کے ساتھ ہے اور ابن حبان کی روایت میں بعینہ یہی الفاظ ہیں۔ چنانچہ علی قاری نے تصریح کی ہے۔ حافظ خوارزمی نے جامع المسانید میں اپنی سند سے حافظ موفق نے مناقب میں اپنی سند سے بھی روایت کی ہے امام سیوطی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ متواتر ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کا انتقال کوفہ میں ۸۶ھ میں ہوا۔ (۱۲، ۱۳، ۱۴) (و لقیت عبد اللہ بن ابی اوفی وسمعتہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبك الشيء تعمي ويصم و الدال على الخير كفاعله والدال على الشر كمثله ان اللہ یحب اغاثۃ اللھفان (مناقب موفق) یہ تین حدیثیں ہیں جو ایک جگہ بیان ہوئی ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ اسناد سے بھی مروی ہے اور امام صاحب نے بھی ان کو علیحدہ علیحدہ مختلف صحابہ سے یعنی عبداللہ بن انیس وانس بن مالک سے روایت کیا ہے۔ یہ روایت عبداللہ بن انیس سے ہے۔ (سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول حبك الشيء يعمي ويصم۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے سنن میں حضرت ابودرداء سے بھی روایت کیا ہے۔ عبداللہ بن انیس الجھنی کا انتقال ۵۴ھ میں ہوا۔ امام ابوحنیفہ اُس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن انیس صحابی پانچ ہیں۔ امام صاحب نے جن سے یہ روایت کی ہے۔ وہ عبداللہ بن انیس جہنی مشہور صحابی کے سوا کوئی دوسرے ہوں گے۔ (تبییض الصحیفہ)

(۱۶) ابوحنیفہ قال سمعت عایشۃ بنت عجرد تقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جند اللہ فی الارض الجراد لا اکلہ ولا احرمہ (مسند حصکفی) متن اس کا صحیح ہے ذکر کیا اسکو ابوداؤد نے حدیث سلمان میں اور صحیح کہا اس کو ضیائے نے

مختارہ میں (تبیض الصحیفہ) حافظ موفق نے مناقب میں اپنی سند سے شیخ یحییٰ بن معین محدث سے روایت کی ہے۔ کہ امام صاحب نے عایشہ بنت عجرد سے حدیث سنی۔ یہ حدیث اور کئی طریق سے بھی ہے۔ حافظ خوارزمی نے اپنی سند سے بطریق ابوعلی الدمشقی جامع المسانید میں بھی روایت کی ہے۔ (ابوحنیفۃ قال قال علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ما قدمت علی شیئ ما ندمت علی الحسن والحسین ان لا اکون سالت لہما النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاذان قال ولحوم المؤذنین حرام علی النار وقالوا ان الملائکۃ کانت فی الارض لغلبوا الناس علی الاذان (جامع المسانید) یہ روایت مرسل منقطع ہے۔ کیونکہ امام صاحب کی حضرت علی سے کسی طرح ملاقات ممکن نہیں۔

وہ جو مشہور ہے کہ امام ابوحنیفہ کو سترہ حدیثیں پہنچیں۔ اور حاسدین امام یہی کل مبلغ علم حضرت امام کا بتلاتے ہیں یہ بحث آگے آتی ہے مگر یہاں اس قدر عرض کرتا بے موقع نہ ہوگا۔ کہ وہ سترہ کا عدد غالباً اس طرح مشہور ہوا ہو کہ امام صاحب نے صحابہ کے نام سے جو روایتیں بیان فرمائی ہیں وہ سترہ ہیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔

تیسرا طعن

یہ ہے کہ امام صاحب کو علم حدیث کم تھا اور حدیثیں اس قدر قلیل تھے کہ سترہ حدیثیں ان کو پہنچی تھیں۔

جواب

جو شخص امام صاحب کے فقہ و استنباط پر نظر کریگا وہ ضرور اقرار کریگا۔ کہ امام صاحب علم کے بحر ناپیدا کنار تھے۔ تیرہ لاکھ مسائل کوئی کم علم مدون کرسکتا ہے

اور پھر اس کا وہ استنباط اس قدر صحیح ہو کہ کل یا اکثر موافق نصوص ہو جیسا کہ پہلے بحوالہ میزان شعرانی و سبیل الرشاد بیان کیا جا چکا ہے کیا یہ عقل میں آ سکتا ہے کہ یحییٰ و حفص و حبان و ابو یوسف و زفر و محمد جیسے متبحر علماء اس زمانہ کے تمام محدثین مثل امام یحییٰ بن سعید الانصاری و امام اعمش و امام اوزاعی وغیرہ کی شاگردی کر کے آخر میں ایک کم علم کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے آئے تھے اور اس شمع کے ایسے پروانے بنے تھے کہ اور جگہ سے توڑا اور چلے یہاں ایسے جمے کہ اخیر تک نہ ٹلے کیا کوئی منصف عقل اس کو قبول کر سکتی ہے کہ چار ہزار تابعین کی شاگردی کر کے امام ابو حنیفہ کم علم رہے۔ شیخ یزید بن ہارون محدث کا قول ہے (ان کے درس میں ستر ہزار طلبا شریک ہوتے تھے) ابو حنیفہ اعلم الناس ہیں (مناقب موفق) شیخ علی ابن ہاشم محدث کا قول ہے کہ ابو حنیفہ کنز العلم تھے۔ جو مسائل اعلیٰ درجہ کے علماء پر سخت تھے اُن پر سہل تھے (الانتصار و مناقب الامام للکردری) شیخ خلف بن ایوب کا قول ہے کہ امام صاحب کے زمانہ میں اُن سے بڑھا ہوا علم میں کوئی نہ تھا۔ (مناقب الامام للکردری) شیخ مکی بن ابراہیم (استاد امام بخاری و مسلم) کا قول ہے۔ ابو حنیفہ اپنے زمانہ کے علماء میں اعلم تھے (تبییض الصحیفہ و خیرات الحسان) امام صاحب اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ عالم تھے (عقد الجید) سعید انصاری عبداللہ بن دینار شعبہ امام مالک امام سفیان ثوری امام اوزاعی یہ امام ابو حنیفہ کے ہمعصر تھے۔ ان میں سے اول الذکر دو حضرات تابعی ہیں۔ جب ایسے لوگوں کے مقابلہ پر امام ابو حنیفہ کو اعلم کہا جاتا ہے۔ جن کو صرف سترہ حدیثیں معلوم تھیں تو اُن حضرات کو دس دس پانچ پانچ معلوم ہوں گی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علم حدیث کا کل خزانہ بس اسی قدر تھا اب کوئی بتائے یہ لاکھوں کہاں سے آئیں۔ امام مالک نے موطا میں سات سو حدیثیں لکھیں وہ بھی امام ابو حنیفہ کے ہمعصر تھے۔ تو امام ابو حنیفہ بقول بزرگان مذکور اُن سے بھی زیادہ علم میں ہوئے تو پھر سترہ کا عدد غلط ہے۔ سترہ حدیثوں کا قول

مقدمہ تاریخ ابن خلدون سے چلا ہے۔ وہیں سے معترض نے نقل کر کے اعتراض کیا ہے لیکن مورخ مذکور نے اس کو (یقال) کے صیغہ سے بیان کیا ہے جو ضعف پر دلالت کرتا ہے اور پھر مورخ مذکور تے وہیں اس کی معقول تردید بھی کی ہے اعتراض کرنے والوں کو تو اعتراض سے مطلب تھا۔ بس اتنی سی بات ہاتھ لگی اور لے اڑے۔ تحقیق حق مقصود ہوتی تو مورخ مذکور نے جو وہیں اسکی معقول تردید کی ہے اس پر نظر کر کے اس اعتراض کو زبان پر نہ لاتے۔ ابن خلدون کی اصل عبارت کا ترجمہ یہ ہے (بعض حاسد و مخالف امام ابو حنیفہ پر طعن کرتے ہیں کہ چونکہ فن حدیث میں آپ قلیل البضاعت تھے اس لئے آپ سے حدیثیں بھی کم مروی ہیں۔ لیکن درحقیقت ائمہ کبار کی نسبت ایسی رائے قائم کرنی سخت ظلم و ناانصافی ہے۔ امام اعظم کے فقہی احکام کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ فن حدیث سے ایسے نابلد تھے کہ صرف سترہ حدیثیں جانتے تھے یا اس کے قریب قریب اس لئے ان کی روایت بھی کم رہی۔ قلت روایت کی اصل وجہ ہیں وہ مطاعن جو طرق حدیث میں پیش آتے ہیں۔ معلوم ہوتے ہیں چونکہ اکثر ائمہ جرح کو مقدم سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کے اجتہاد نے جس حدیث کو مجروح و مطعون پایا وہ اس کو راوی سے نہ لیتے تھے۔ چونکہ احادیث میں جرح و قدح بکثرت ہے اسلئے محتاط ائمہ کی روایتیں کم ہیں۔ امام ابو حنیفہ کی روایت اس لئے اور بھی کم ہوگئی کہ روا کی شرطیں نہایت سخت لگائیں۔ ان باتوں سے بجائے اس کے کہ آپ کی کسر شان ہو اور عظمت ثابت ہوتی ہے اور علم حدیث کے بھی آپ مجتہد کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں اس لئے کہ جو حدیث آپ نے اختیار کی ہے تمام ائمہ حدیث اُسے مانتے ہیں اور آپ کے رد و قبول اور آپ کے وجوہ کو تمام مجتہدین تسلیم کرتے ہیں۔ جمہور محدثین نے چونکہ اخذ حدیث کی شرطیں وسیع کی ہیں اس لئے ان کی روایت کردہ احادیث بھی بکثرت ہیں اور یہ اپنا اپنا اجتہاد ہے (مقدمہ تاریخ ابن خلدون) اول تو بیچارے مورخ نے

خود اس کو بطور گپ کر کے لکھا ہے پھر اُس کی معقول تردید بھی کردی ہے لیکن پھر بھی یہ امر قابل اظہار ہے کہ ہر فن کے متعلق اہل فن کا قول معتبر ہوتا ہے۔ یہ تاریخ کا معاملہ نہیں کہ ابن خلدون سند ہوں یہ حدیث کا معاملہ ہے یہاں ائمہ ومحدثین کی شہادت درکار ہے شیخ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی شاگرد حافظ ابن حجر عسقلانی نے مورخ مذکور کے متعلق لکھا ہے (ولم یکن ماھرا بالعلوم الشرعیۃ) یعنی وہ علوم شرعیہ میں ماہر نہ تھے (ضوء لامع فی اعیان القرن التاسع) کیا خیر القرون میں کوفہ جیسے دار العلم میں جہاں ہزاروں اصحاب کا قیام رہا خلیفہ چہارم کا دار الخلافت رہا۔ ہزاروں وہاں تابعی تھے۔ صرف حضرت ابوہریرہ کے آٹھ سو شاگرد تھے مفتی ومدرس وامام بنانے کے لئے کوئی اٹھارہ حدثیں جاننے والا بھی میسر نہ تھا۔ اگر کوفہ میں اس قدر قلیل تعداد حدیث کی امام ومدرس بننے کے لئے کافی سمجھی گئی اور سترہ حدیث جاننے والا اعلم الناس قرار دیا گیا تو قوی گمان ہوتا ہے کہ حدیثیں درحقیقت نہایت ہی قلیل تعداد میں تھیں اور موجودہ انبار بعد کی پیداوار ہے امام ابوحنیفہ کو سترہ حدیثوں کا طعن دینے والے ذرا غور کریں کہ معاملہ کہاں تک پہنچتا ہے اگر سترہ کا عدد صحیح ہے تو اس سے امام صاحب کی دقت نظر کا پتہ چلتا ہے اور امام شافعی کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ ارباب معرفت کے نزدیک صحیح حدیثیں کم ہیں۔ بقول مولوی ابویحییٰ محمد امام دار الہجرت امام مالک وامام سفیان ثوری وشیخ وکیع محدث کی تعداد ہزار سے کم ہے (سبیل الرشاد) امام مالک کے متعلق ہزار سے کم تعداد مولوی صاحب نے غالباً اس وجہ سے بیان کی ہے کہ موطا میں سات سو سے کم حدیثیں ہیں یہ خیال نہیں فرمایا کہ یہ سات سو لاکھوں سے منتخب کی گئی ہوں گی جب امام مالک اور شیخ وکیع ہزار حدیثوں کی پونجی پر امیر المومنین فی الحدیث کہلاتے تھے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ تعداد حدیثوں کی نہ تھی اب اگر اوپر کو نظر کی جائے تو حضرت ابوبکر کے پاس سترہ حدیثیں (مناقب الشافعی) حضرت عمر کے پاس ایسی ہی تعداد خلیفۂ سوم

وچہارم کی نظر آتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص (جن کے متعلق حضرت ابو ہریرہ جیسے کثیر الروایت صحابی نے بیان کیا ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ حدیثیں جانتے تھے اور جنہوں نے حدیثوں کو جمع کیا تھا) کی کتاب میں ہزار حدیثیں تھیں۔ کل صحابہ کی تعداد اگر بقول بعض مورخین ایک لاکھ قرار دیجائے اور یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ مدینہ میں تیس ہزار صحابی مقیم تھے۔ (مقدمہ ابن صلاح) تو جب مدینہ کے امیر المومنین فی الحدیث کا کل خزانہ ایک ہزار تھا اگر یہی نسبت تمام صحابہ پر لگائی جائے (حالانکہ بعض صحابہ سے ایک بھی روایت نہیں اور بعض جلیل القدر اصحاب سے قلیل تعداد مروی ہے۔ جیسے حضرت عبد اللہ بن انیس جہنی سے ۴ ۲ حضرت عبد اللہ بن سلام سے ۲۵) تو کل صحابہ کا تخمینہ تین ہزار سے کم ہوگا ان میں مکررات وناسخ ومنسوخ بھی ہوں گی۔ کچھ عدم حفظ کچھ ضعف روایت کی نذر ہوئی ہونگی تو پھر تین ہزار کی نصف تعداد بمشکل باقی رہے گی۔ اب یہ بخاری کی آٹھ ہزار اور مسند احمد حنبل کی پچاس ہزار کہاں سے آئیں اس خیال سے تو سترہ ہی کا معاملہ صحیح معلوم ہوگا جب چار ہزار تابعین کے شاگرد کو سترہ حدیثیں ملیں تو اور ائمہ کو اس قدر شیوخ نہیں ملے جیسا کہ امام شافعی کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ ان کے اسی شیوخ تھے تو دیگر ائمہ کو اور بھی کم تعداد ملنی چاہیئے تھی اور جب تمام ائمہ حدیث کے شیخ الشیوخ امام اعظم کی یہ تعداد ہے تو شاگردان شاگرد کے پاس ہزاروں کا اجتماع کیسا۔ جب قرن ثانی کے امام اعظم کے پاس سترہ حدیثیں ہیں تو عہد (ثم یفشو الکذب) کی تعداد پر بھروسہ کیونکر ہو سکتا ہے افسوس آنکھیں بند کرکے اعتراض کر دیتے اور نہیں سوچتے کہ اس کا کیا انجام ہے اور معاملہ کہاں سے کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ امام صاحب کی مرویات کی ایک تعداد سترہ سو بھی بیان کی گئی ہیں (شرح موطا زرقانی مالکی) پس مخالفین نے سیکڑے غائب کر دیے۔ امام صاحب کی مرویات کے متعلق ابن خلدون کے مصحح نے لکھا ہے۔ (اور وہ پانچ قول ہیں۔ اول پانچسو۔ دوم سات سو۔ سوم ایک ہزار۔ چہارم سترہ سو ہیں۔ پنجم

چھ سو چھیاسٹھ اور ان میں کوئی قول سترہ کا نہیں۔ (مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر ۱۳۲۷ھ) امام صاحب کی کمی روایت اگر تسلیم کیجائے تو اس کا ایک قوی سبب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ تدوین فقہ میں مصروف تھے۔ اون کو دوسری طرف متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہیں ہوی۔ دیگر ائمہ مجتہدین کی تعداد حدیث بھی بہ نسبت ائمہ حدیث کے کم ہے۔ اس کا باعث یہی ہے اور دیگر ائمہ کی مرویات کا امام صاحب سے زیادہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ کوئی مجتہد نہ اجتہاد کا موجد ہوا نہ کسی نے اتنا بڑا اور مکمل مذہب مدون کیا۔ امام مالک کی موطا موجود ہے چونکہ دونوں طرف متوجہ تھے۔ اس لئے دس برس میں ایک موطا مرتب کر سکے۔ امام صاحب کی کثرت روایت کا پتہ امام ابو یوسف و امام محمد کی تصانیف سے چلتا ہے۔ ان کے علاوہ مصنف ابن ابی شیبہ و شرح معانی الآثار و مشکل الآثار و تصانیف بیہقی و دارقطنی کے دیکھنے سے چلتا ہے۔ تیرہ روایتیں امام صاحب کی بسند مسلسل موطا میں ہیں مسند ابو داؤد طیالسی میں ایک معجم صغیر طبرانی میں دو مستدرک حاکم جلد دوم و سوم میں ایک ایک دارقطنی میں پچیس سے زیادہ روایتیں امام صاحب کی ہیں شیخ یحیی بن معین محدث شیخ وکیع بن الجراح محدث کے متعلق کہتے ہیں (وکان قد سمع من ابی حنیفة حدیثاً کثیرا یعنی اس نے ابو حنیفہ سے بہت سی حدیثیں سنیں (جواہر منیفیہ) جو شخص یہ کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ حدیث میں کم تھے اُس کا یہ قول جہل پر مبنی ہے۔ یا حسد پر۔ جو شخص حدیث میں پوری مہارت نہ رکھتا ہو اُس سے استنباط و استخراج مسائل کس طرح ممکن ہے۔ اور امام ابو حنیفہ نے بکثرت استنباط مسائل کیا ہے چونکہ وہ اس میں مشغول تھے اس لئے اُن سے روایت حدیث کم ہے جیسے ابو بکر و عمر سے کیونکہ وہ اصلاح مسلمین میں مصروف تھے۔ اسی طرح امام شافعی سے حدیثیں زیادہ ظاہر نہیں ہوئیں۔ بخلاف اُن لوگوں کے جو اس ہی پر فارغ تھے (خیرات الحسان)

میں نے تین نسخے مسند امام ابوحنیفہ کے دیکھے جن پر تحریرات حفاظ حدیث کی تھیں۔ امام صاحب روایت کرتے ہیں عمدہ تابعین سے جو عادل وثقہ ہیں مثل اسود و علقمہ، عطا، عکرمہ، مجاہد، مکحول، حسن بصری۔ امام ابوحنیفہ اور رسول کریم کے درمیان جس قدر راوی ہیں سب ثقہ ہیں۔ ان میں کوئی متہم نہیں۔ (میزان شعرانی) ابن حجر نے قلاید میں لکھا ہے کہ امام اعمش محدث نے امام ابوحنیفہ سے چند مسائل دریافت کئے۔ امام صاحب نے سب کا جواب حدیث سے دیا۔ تو اعمش نے کہا اے گروہ فقہا تم طبیب ہو اور ہم عطار ہیں یعنی تم حدیث کا مطلب سمجھتے ہو جس طرح طبیب دواؤں کے افعال و خواص سے واقف ہوتا ہے اور عطار صرف داؤں کے نام اور ان کا رکھنا جانتا ہے۔ (خیرات الحسان) ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں ایسا ہی قصہ امام اوزاعی کا نقل کیا ہے امام شافعی نے امام مالک سے کئی محدثین کا حال دریافت کرکے امام صاحب کا حال دریافت کیا تو امام مالک نے فرمایا (سبحان اللہ لم ار مثلہ یعنی میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا (خیرات الحسان) امیر المومنین فی الحدیث شیخ ابن مبارک محدث کا قول ہے کہ آثار و حدیث کے سمجھنے کے لئے ابوحنیفہ کی ضرورت ہے اور علماء تفسیر حدیث میں ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔ (مناقب الامام للکردری و مناقب الامام موفق والانتصار) امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے (روی الخطیب عن اسرائیل بن یوسف انہ قال نعم الرجل النعمان ما کان رجل احفظ لکل حدیث (خیرات الحسان) ذہبی نے طبقات کے پہلے طبقہ میں حفاظ صحابہ کو اور سب سے پہلے حضرت ابوبکر کو ذکر کیا۔ پھر طبقہ خامسہ کی طرف متوجہ ہوئے اس میں حضرت امام ابوحنیفہ صاحب کو ذکر کیا اس ہی میں ابن جریج اور سفیان ثوری کو بھی لکھا (سبیل الرشاد) صاحب عقود الجمان نے (جو شافعی ہیں) امام صاحب کو کبیر الحدیث و اعیان الحفاظ لکھا ہے۔ شیخ حسن بن صالح فرماتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ

نیخ ومنسوخ حدیث کے زیادہ تحقیقات کرتے تھے۔ اور جب حدیث یا صحابہ کا قول اُن کے
دیک ثابت ہوجاتا تھا اُس پر عمل کرتے تھے اور وہ حافظ تھے رسول کریم کے
ری اقوال کے (خیرات الحسان) شیخ علی بن ہاشم (صحیح مسلم وسنن اربعہ کے راوی
ں) کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ گنجینہ علم تھے (مناقب موفق) شیخ یزید بن ہارون محدث
ے کسی نے سوال کیا کہ آدمی کو فتوے دینا کب حلال ہوجاتا ہے کہا جب ابوحنیفہ
سا عالم ہوجائے (مناقب موفق) شیخ سلم بن سالم کہتے ہیں بخدا میں نے کوئی علم
غ ابوحنیفہ کے علم سے زیادہ نہیں دیکھا (مناقب موفق) امام اوزاعی فرماتے ہیں
مجھے ابوحنیفہ کی کثرت علم وعقل پر رشک آتا ہے اور اللہ سے اپنی خطا کی معافی
ہتا ہوں میں کھلی ہوئی خطا میں تھا کہ ابوحنیفہ پر طعن کرتا تھا (مناقب موفق) شیخ
عبدالرحمٰن مقری (استاد امام مالک وراوی صحاح ستہ) جب امام ابوحنیفہ سے
ئی حدیث روایت کرتے تو کہتے کہ مجھ سے یہ حدیث محدثین کے بادشاہ نے بیان کی
ہے (مناقب موفق) شیخ وکیع بن الجراح محدث فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے جس قدر
رع واحتیاط روایت حدیث میں پائی گئی۔ اور کسی سے نہیں پائی گئی۔ (مناقب موفق)
غرض یہ سترہ حدیثوں کا طعن۔ حساد کا خود ساختہ ہے یا سترہ سو کے سیکڑے غائب کرکے
ایا ہے۔ یا وہ سترہ حدیثیں ہیں جن کو صحابہ کے نام سے امام صاحب نے روایت کیا
ہے اگر کسی بزرگ وعالم کا قول نہ بھی تو بھی کوئی اہل عقل امام صاحب کے استنباط پر نظر
رکے نہیں مان سکتا۔ کہ امام صاحب قلیل الحدیث تھے۔ امام صاحب کو مثل حضرت
بوبکرؓ وعمرؓ وابن مسعودؓ کے حدیث کے معاملہ میں احتیاط تھی اور انہوں نے حدیث کی
انچ پرتال سختی سے کی۔ اس پر بھی ان کی مرویات کی تعداد کافی ہے۔ اگر کوئی ٹھنڈے
ل سے تمام واقعات پر غور کرے تو اس کو یہ نتیجہ نظر آئے گا کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کا
سلغ علم سترہ حدیث قرار دیا گیا تو جس قدر علم حدیث ہے سب وضعی ثابت ہوگا۔

چوتھا طعن

یہ ہے کہ امام صاحب سے صحاح میں روایت نہیں۔

جواب

حدیث کا مدار صرف کتب صحاح ہی پر نہیں ہے اور بھی حدیث کی کتابیں ہیں۔ اُن میں بھی احادیث معتبرہ ہیں۔ ہاں باعتبار صحیت صحاح کو دیگر کتب پر فضیلت حاصل ہے۔ امام بخاری نے خود اقرار کیا ہے۔ کہ میں نے بخوف طوالت بہت سی صحیح حدیثیں چھوڑ دیں۔ کتب صحاح میں امام شافعی بلکہ بہت سے صحابہ کی بھی روایات نہیں ہیں۔ اس سے اُن کی کمی علم یا عدم ثقاہت پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔ چونکہ اس زمانہ میں تحریر کا رواج کم تھا اور زبانی یاد پر زیادہ بھروسہ کیا جاتا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ امتداد زمانہ سے اکثر ذرائع معرفت مسدود ہو گئے ہوں یا مخالفین کی افتراپردازیوں سے متاخرین کو اشتباہ واقع ہوا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جن احادیث کو امام صاحب نے روایت کیا ہے اُن کے بعد اُن میں مجروح راوی شامل ہو گئے ہوں۔ چنانچہ حضرت انس سے امام صاحب نے جو روایتیں کی ہیں اُن کے متعلق حافظ ابن حجر نے بھی لکھا ہے (وجاء من طرق انه روی عن انس احادیث ثلاثة لکن قال ائمة الاحادیث مدارها علی من اتهمته بوضع الاحادیث یعنی امام ابو حنیفہ نے تین حدیثیں حضرت انس سے روایت کی ہیں لیکن ائمہ حدیث نے کہا ہے کہ مدار اُن سب کا ایسے شخص پر ہے کہ وہ ائمہ حدیث کے نزدیک وضع حدیث سے متہم تھا (الخیرات الحسان فی مناقب النعمان) یا ثقات پر غلط فہمی سے جرحیں قائم ہو گئی ہوں جس طرح امام سفیان ثوری جیسے مسلمہ امام اور شیخ ابن اکثم جیسے مقدس محدث کو

بھی لوگوں نے مدلس وغیرہ کہدیا۔ رواۃ صحاح ستہ پر جرحیں قائم کیں۔ علوی نے کہا ہے کہ جن راویوں کو فقط بخاری نے لیا ہے اور مسلم نے ان کو نہیں لیا۔ (۴۳۵) ہیں۔ ان میں (۸۰) راوی ضعیف ہیں اور جن راویوں کو فقط مسلم نے لیا ہے بخاری نے نہیں لیا۔ (۶۲۰) ہیں ان میں (۱۶۰) ضعیف ہیں (حاشیہ تحفۃ الفکر) اس ہی کے قریب قریب امام نووی نے شرح مسلم کے مقدمہ میں حافظ نیشاپوری کا قول نقل کیا ہے (بخاری میں بہت راوی ہیں کہ اُن پر کلام ہے (شرح مسلم الثبوت) ایسی صورت میں ائمہ حدیث معذور ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام صاحب کی مرویات کو امام ابو یوسف و امام محمد جیسے ائمہ اپنی تصانیف میں درج کرکے اُن پر بحث و تمحیص کر چکے اُن سے استنباط کر چکے ائمہ صحاح کو وہاں کیا گنجائش مل سکتی تھی۔ لیکن ایک عجیب تربات اور ہے کہ حافظ ابن حجر نے تقریب میں امام صاحب کے ترجمہ میں نسائی اور ترمذی کی علامت لگائی ہے کہ امام نسائی و ترمذی نے امام ابوحنیفہ کی روایت کی تخریج کی ہے۔ تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر نے اُن روایتوں کا ذکر بھی کیا ہے صاحب مجمع البحار نے بھی ترمذی و نسائی کا حوالہ دیا ہے صاحب خلاصہ نے امام صاحب کے ترجمہ میں شمائل ترمذی و نسائی و جزء البخاری کی علامت لگائی ہے اہل علم کے لئے اس قدر کافی ہے باقی اس کے متعلق زیادہ واضح بیان فی زمانہ مناسب نہیں۔

پانچواں طعن

یہ ہے کہ امام صاحب کو ضعف حفظ کی وجہ سے ضعیف کہا گیا ہے اس لئے ان کو ثقات میں شمار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔ (وقال صاحب المنتظم عن عبد اللہ بن علی مدینی قال سالت عن ابی عن ابی حنیفۃ فضعفہ یعنی علی بن مدینی کے بیٹے نے بیان کیا میں نے اپنے باپ سے

ابوحنیفہ کے متعلق سوال کیا تو نہایت ضعیف تبلایا) علامہ ذہبی نے بھی میزان میں تضعیف کی ہے (النعمان بن ثابت بن زوطی ابوحنیفۃ الکوفی امام اہل الرائے ضعفہ النسائی من جہتہ حفظہ وابن عدی و اخرون)

جواب

اول یہ کہ پہلی عبارت حافظ ابن حجر کی کتاب درایہ (جس کو تخریج ہدایہ سے بھی بعض تعبیر کرتے ہیں) کے حاشیہ پر ہے اس لئے اصل مصنف کی نہیں معلوم ہوتی۔ اصل مصنف کو متن میں لکھنے سے کون مانع تھا۔ دوم یہ کہ اس قول کی سند میں انقطاع ہے کیونکہ صاحب المنتظم اور عبداللہ بن مدینی کے درمیان زمانہ دراز کا فاصلہ ہے پس جب تک یہ قول بسند صحیح متصل نہ مذکور ہو لائق سند نہیں۔ سوم یہ کہ علی مدینی کا قول امام صاحب کی توثیق میں خیرات الحسان میں موجود ہے جو کہیں نقل کیا جاچکا ہے۔ چونکہ یہ قول اس کے خلاف ہے اس لئے مقبول نہیں ہوسکتا۔ پنجم یہ کہ اس قول میں ابی حنیفہ ہے اور کوئی پتہ نہیں۔ نہ معلوم کس ابی حنیفہ کے لئے ہے۔ خواہ مخواہ امام صاحب کیوں مرا دلئے جائیں۔

دوسری عبارت کے متعلق یہ تحقیق ہے اول یہ کہ علامہ ذہبی نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ و کاشف و تہذیب التہذیب میں امام صاحب کی تعریف لکھی ہے۔ کہیں جرح کا ایک حرف بھی نہیں لکھا دوم یہ کہ علامہ ذہبی نے خود میزان کے دیباچہ میں لکھا ہے وکذا لا اذکر فی کتابی من الائمۃ المتبوعین فی الفروع احد الجلالتھم فی الاسلام و عظمتھم فی النفوس مثل ابی حنیفۃ و الشافعی و البخاری۔ یعنی میں اس کتاب میں ائمہ متبوعین کا مثل ابوحنیفہ وشافعی وبخاری کے ذکر نہ کروں گا پھر یہ ذکر امام صاحب کا کیسا ضرور کسی محرف حاسد کی کرتوت ہے۔ سوم یہ کہ علامہ ذہبی نے اس کتاب میں اپنی عادت کے موافق باب الکنی میں امام صاحب کی کنیت بھی بیان نہیں کی

اگر امام صاحب کا ترجمہ میزان میں ہوتا تو باب الکنی میں اُن کی کنیت کا ضرور ذکر ہوتا۔
چہارم یہ کہ علامہ سخاوی نے شرح الفیہ میں امام سیوطی نے تدریب الراوی میں حافظ عراقی نے شرح الفیہ میں لکھا ہے کہ حافظ ذہبی نے میزان میں صحابہ یا ائمہ متبوعین کا ذکر نہیں کیا۔ اس لئے یہ عبارت الحاقی ہے۔ یہ عبارت کسی نے امام صاحب کے ترجمہ میں حاشیہ پر میزان ذہبی کے لکھدی ہے۔ صحیح نسخوں میں نہ تھی اب اس کو متن میں داخل کردیا ہے (قلب هذه الترجمة فی النسخ الصحیحه من المیزان و اما ما یوجد علی هوامش النسخ المطبوعه نقلا عن بعض النسخ الملکتوبیة فانما هو الحاق من بعض الناس وقد اعتذار الکاتب و علق علیه هذه العبارة ولما لم تکن هذه الترجمة فی نسخة وکانت فی اخری اوردلنا علی الحاشیة یعنی کاتب نے عذر بیان کیا ہے کہ یہ ترجمہ بعض نسخوں میں حاشیہ پر ہے بعض میں نہیں (تعلیق الحسن) فهذه العبارة تنادی باعلی صوت ان ترجمة الامام علی ما فی بعض النسخ الحاقیة جدا (تعلیق حسن) یہ تمام کارروائی حاسدوں مخالفوں نے کی ہے جعلی ہے اس لئے قابل التفات نہیں۔ امام صاحب سے یہاں تک لوگوں نے دشمنی کی ہے کہ اُن کی وفات کے بعد بھی اُن پر اتہام لگائے ہیں اُن کے بیٹے حماد کو بھی کمی حفظ سے متہم کیا گیا (و بعض المتعصبین ضعفوا حماد ابن قبل حفظه کما ضعفوا اباه الاحفظ لکن الصواب هو التوثیق لا یعرف له وجه فی قلته الضبط والحفظ وطعن المتعصب غیر مقبول یعنی حماد ابن ابوحنیفہ کو بھی کمی حفظ سے اسی طرح متہم کیا گیا جس طرح ان کے باپ کو کیا گیا تھا اور اس کی کچھ اصل نہیں متعصب کا یہ طعن مردود ہے (تنسیق النظام)
قال صالح بن محمد الاسدی عن ابی معین کان ابوحنیفه ثقه یعنی شیخ یحیی بن معین محدث کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ ثقہ ہیں (تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر) شیخ مکی بن ابراہیم (استاد امام بخاری و راوی صحاح ستہ) کا قول ہے کہ ابوحنیفہ حافظ ہیں اپنے زمانہ کے

لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے (مناقب الامام للامام الموفق و الانتصار للعلامہ سبط ابن الجوزی الحنبلی) امیر المومنین فی الحدیث شیخ ابن مبارک کا قول ہے کہ ابوحنیفہ قوت حافظہ و فقہ و صیانت و شدت ورع میں سب پر غالب تھے۔ (مناقب الامام موفق۔ الانتصار) قال الشعبہ و اللہ کان ابوحنیفہ حسن الفھم جید الحفظ۔ یعنی شعبہ کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ خوش فہم اور قوی الحفظ تھے (خیرات الحسان) شیخ یحیٰی بن معین محدث نے کہا کہ لوگ ابوحنیفہ کے متعلق افراط کرتے ہیں۔ میں نے نہیں سنا کہ کسی نے اُن کو ضعیف کہا ہو (خیرات الحسان) ان کی (امام ابوحنیفہ کی) دینداری اور پرہیزگاری اور حفظ میں کچھ شک نہیں (ابن خلکان) اگر امام صاحب ضعیف ہوتے تو اُن سے بڑے ائمہ و محدثین روایت نہ کرتے۔ امام بخاری لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ سے شیخ وکیع بن الجراح وابومعاویہ ضریر و مسلم بن خالد و عباد العوام و ہشیم نے روایت کی ہے (مسند خوارزمی) ایسا ہی مغنی میں ہے (و قد قال الامام علی بن المدینی ابوحنیفہ روی عنہ الثوری و ابن المبارک و حماد بن زید و ہشام و وکیع و عباد بن العوام و جعفر بن العوام و جعفر بن عون و ھو ثقۃ لا باس بہ (خیرات الحسان) حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں علامہ ذہبی نے تذہیب التہذیب میں امام فن رجال حافظ ابوالحجاج مزی نے تہذیب الکمال میں شیخ یحیٰی بن معین محدث سے روایت کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ثقہ تھے حدیث میں۔

چھٹا طعن

یہ ہے کہ امام صاحب قیاس کرتے تھے اور حدیث کو چھوڑ دیتے تھے۔

جواب

قیاس کی بحث کئی جگہ آچکی ہے۔ امام صاحب کے قیاس کے متعلق بھی کئی جگہ حوالے گزر چکے ہیں۔ یہاں اُن کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ چند جدید حوالے نقل کئے جاتے ہیں۔ جامع مسجد میں امام ابوحنیفہ سے امام سفیان ثوری و مقاتل بن حبان وحماد بن مسلمہ وغیرہ نے کہا۔ ہم کو اطلاع ملی ہے کہ آپ قیاس بہت کرتے ہیں۔ امام صاحب نے کہا۔ اول قرآن میں تلاش کرتا ہوں۔ پھر حدیث میں پھر آثار صحابہ میں اس کے بعد قیاس کرتا ہوں۔ یہ سُن کر سب نے امام صاحب کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور معافی چاہی۔ خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی نے بھی امام صاحب سے دریافت کیا تھا۔ تو امام صاحب نے یہی جواب لکھا تھا۔ (میزان شعرانی) امام ابوجعفر سیرااری نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ جب آیت و حدیث میں تلاش کر لیتے تھے۔ تب قیاس کی طرف رجوع کرتے تھے۔ (میزان شعرانی) امام محمد باقر کو مخالفین نے خبر پہنچائی کہ امام ابوحنیفہ قیاس سے حدیثوں کو رد کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ جب مدینہ گئے اور امام باقر سے ملے تو اس طرح گفتگو کی۔

امام باقر۔ تم قیاس سے ہمارے جد کی حدیثوں کو رد کرتے ہو۔

امام ابوحنیفہ۔ عیاذاً باللہ حدیث کی کون مخالفت کرسکتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں تو عرض کروں۔

امام باقر۔ فرمائیے۔

امام ابوحنیفہ۔ مرد ضعیف ہے یا عورت۔

امام باقر۔ عورت

امام ابوحنیفہ۔ میں قیاس چلاتا تو فتوے دیتا کہ ترکہ میں عورت کو زیادہ حصہ دیا جائے۔ کیونکہ ظاہر قیاس پر ضعیف زیادہ محتاج امداد ہے۔ اب یہ ارشاد ہو کہ نماز افضل ہے یا روزہ۔

امام باقر۔ نماز۔

امام ابوحنیفہ۔ اگر میں قیاس چلاتا تو فتوے دیتا۔ کہ حایضہ عورت پر قضا نماز واجب ہے نہ کہ قضا روزہ۔

یہ سُن کر امام باقر اس قدر خوش ہوئے کہ اٹھ کر پیشانی چوم لی۔ (عقود الجمان)

مناقب امام

اگر مطاعن کا ذکر نہ کیا جاتا۔ تو تذکرہ غیر مکمل رہتا اگر ذکر کے بعد تحقیق نہ لکھی جاتی تو ناظرین کو خلجان ہوتا۔ جب یہ سب کچھ ہو گیا تو کسی قدر مناقب کا نقل کر دینا بھی مناسب ہے۔ اگرچہ اس کتاب کے بیانات میں اکثر مناقب امام صاحب کے بیان ہو چکے ہیں مگر جب مطاعن کی سرخی پر بہت کچھ لکھا گیا ہے تو مناقب کی سرخی سے بھی کچھ چاہیئے۔ امام صاحب کے مناقب اور اُن کے مداحین اس قدر کثیر ہیں کہ ان کا بیان ایک ضخیم جلد میں سمانا مشکل ہے اس مختصر کی تو کیا حقیقت ہے تفصیل طلب حضرات کتب حدیث و سیر و اسماء الرجال اور امام صاحب کی سوانح عمریوں کی طرف رجوع کریں۔ (عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان الدین عند الثریا لذھب بہ رجل من فارس او قال من ابناء فارس حتی یتناولہ یعنی ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم نے فرمایا کہ اگر دین ثریا کے پاس بھی ہوگا تو ایک فارسی الاصل شخص اس کو حاصل کرے گا (مسلم) اس حدیث کو بخاری وغیرہ نے بہ الفاظ مختلف روایت کیا ہے فارس سے مراد عجم ہے۔ (خیرات الحسان) اس حدیث کے متعلق امام سیوطی شافعی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث ایسی اصل صحیح ہے جس پر ابو حنیفہؒ کی بشارت و فضیلت پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ (تبییض الصحیفہ) علامہ محمد بن یوسف دمشقی شافعی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد ابو حنیفہ ہیں اور ابنائے فارس میں سے کوئی بھی علم میں ابو حنیفہ کے مرتبہ کو

نہیں پہنچا (حاشیہ علی المواہب) حافظ ابن حجر تصریح کرتے ہیں انہ من ابناء فارس یعنی ابوحنیفہ ابناء فارس میں سے ہیں (تہذیب التہذیب) قال ابو داؤد ابوحنیفۃ کان اماما۔ یعنی امام ابو داؤد (صاحب سنن) کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ امام تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ذہبی۔ کتاب العلم ابن عبدالبر) اور فقہ میں وہ مرتبہ انہوں نے پایا کہ بایدوشاید یہاں تک کہ امام مالک و شافعی بھی کہہ گئے ہیں کہ فقہ میں کوئی ابوحنیفہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ (مقدمہ ابن خلدون) شیخ یزید بن ہارون کا قول ہے کہ میں بہتوں سے ملا مگر ابوحنیفہ سے زیادہ اعقل افضل اورع نہیں دیکھا۔ (تہذیب الکمال) شیخ ابومعاویہ ضریر کہتے ہیں کہ ابوحنیفہ نے علم کے طریقہ کی بنیاد ڈالی ایسا کون شخص ہے جو اُن کے مبلغ علم تک پہنچا ہو اور کس کو وہ راہ ملی جو ان کو ملی تھی خدا تعالے کی اُن پر رحمت ہے (مناقب الامام للکروری) شیخ یحیی بن آدم کا قول ہے کہ شعبہ کے روبرو جب ابوحنیفہ کا ذکر آتا تو تعریف و توصیف میں بہت اطناب کرتے (الانتصار۔ ومناقب الامام امام موفق) شیخ خارجہ بن مصعب کا قول ہے کہ میں کم و بیش ایک ہزار عالموں سے ملا ہوں۔ اُن میں سے عقلمند تین چار آدمی تھے۔ ایک اُن میں ابوحنیفہ ہیں (الانتصار و مناقب الامام امام موفق) کان من اذکیاء بنی آدم وہ اولاد آدم کے عقلمندوں میں سے تھے (علامہ ذہبی) شیخ علی بن عاصم کا قول ہے کہ اگر آدھی دنیا کی عقل ایک پلے میں اور ابوحنیفہ کی عقل دوسرے پلے میں رکھی جائے تو ابوحنیفہ کا پلہ بھاری رہیگا۔ (مناقب الامام للکروری) شیخ حسن بن عرفہ (ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ کے استاد شیخ یحیی بن معین نے ان کو صدوق کہا ہے) کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ ہمارے امام ہیں۔ (مناقب الامام للکروری) شیخ مسعر محدث کا قول ہے کہ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان میں ابوحنیفہ کو قرار دے تو مجھے امید ہے کہ اس کو کوئی خوف نہیں (مناقب الامام امام موفق۔ مناقب الامام للکروری۔ تبییض الصحیفہ۔ خیرات الحسان)

شیخ حفص بن عبدالرحمن فرماتے ہیں۔ میں علما فقہا زہاد نساک اہل ورع کا جلیس رہا مگر میں نے کسی کو ابوحنیفہ سے زیادہ ان صفات کا جامع نہ پایا۔ (مناقب موفق) شیخ مکی بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ متقی، زاہد، عالم، صادق، اور اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ (مناقب موفق) شیخ مسعر بن کدام (امام سفیان ثوری وامام بخاری کے استاد جو بوجہ کثرت علم مصحف مشہور تھے۔ جن کے متعلق شیخ یحیٰی بن سعید قطان نے کہا ہے کہ میں نے مسعر کا مثل نہیں دیکھا) فرمایا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ کے شاگرد شہدا، عباد، زہاد سے بہتر ہیں کہ یہ لوگ احیاء وابقاء سنت کے لئے سعی کرتے ہیں (مناقب موفق) شیخ عبداللہ بن طاہر سے کسی نے کہا کہ بعض لوگ امام ابوحنیفہ پر جرح کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر کوئی لڑکا دریا میں پتھر پھینکدے تو دریا کا کچھ نقصان نہیں۔ دریا اسی شان سے بہتا ہے (مناقب موفق) شیخ عبداللہ بن مبارک محدث نے امام ابوحنیفہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایک آیت تھے۔ ایک شخص بولا کہ آیت شر یا آیت خیر۔ شیخ ابن مبارک نے فرمایا۔ چپ رہ شر کے موقع پر آیت نہیں بولتے غایت بولتے ہیں۔ (مناقب موفق) شیخ ابویحیٰی حمانی (راوی صحاح ستہ) فرماتے ہیں میں نے کوئی شخص ابوحنیفہ سے بہتر نہیں دیکھا (مناقب موفق) شیخ سفیان بن عیینہ محدث فرماتے ہیں میں نے ابوحنیفہ کا مثل نہیں دیکھا۔ (مناقب موفق) شیخ ابوبکر بن العیاش (راوی صحاح ستہ) فرماتے ہیں۔ ابوحنیفہ اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے (مناقب موفق) شیخ عبدالعزیز بن ابی رواد (ترمذی وابوداؤد ونسائی کے راوی ہیں۔ امام بخاری نے بھی صحیح بخاری میں ان سے تعلیقاً روایت کی ہے) فرماتے ہیں جو لوگ ابوحنیفہ سے محبت کرتے ہیں اہل سنت ہیں اور جو ان سے عداوت رکھتے ہیں بدعتی ہیں (مناقب موفق) شیخ شعبہ بن الحجاج فرماتے ہیں۔ ابوحنیفہ صاحب فہم قوی الحفظ تھے۔ جو

لوگ اُن پر طعن کرتے ہیں قیامت میں اس کا بدلہ پائیں گے علم ابو حنیفہ کا جلیس و یار ہے (خیرات الحسان)

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

عبدالرحمٰن نام تبع تابعین میں سے ہیں جلیل الشان امام ہیں۔ تابعین میں حضرت عطاء ابن ابی ریاح اور بہت سے بزرگوں کی شاگردی کا فخر ان کو حاصل ہے۔ امام مالک، امام سفیان ثوری بھی ان کے شاگرد ہیں۔ ۸۸ھ میں پیدا ہوئے ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔ ان کا مذہب ایک مدت تک شام و اندلس میں رائج رہ کر معدوم ہو گیا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

مالک نام ابو عبداللہ کنیت امام دار الہجرۃ لقب ۹۳ھ میں پیدا ہوئے تبع تابعین میں سے ہیں بہت سے شیوخ سے علم حاصل کیا ان میں زیادہ مشہور نافع ہیں (طبقات ابن سعد) امام زہری، ربیعہ رائی۔ امام جعفر صادق، ابو حازم بھی ان کے اساتذہ میں ہیں۔ نافع نے ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ امام مالک اُن کے جانشین ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ) امام مالک کی مجلس درس نہایت آراستہ پیراستہ رہتی تھی۔ تمام لوگ مؤدب بیٹھتے تھے۔ خلیفہ ہارون رشید خود امام صاحب کی مجلس درس میں شریک ہوتے تھے۔ عالم اسلام شرق سے غرب تک امام صاحب کے آوازۂ شہرت سے گونج اٹھا تھا شیخ یحییٰ بن معین محدث امام صاحب کو

امیر المومنین فی الحدیث کہتے تھے۔ شیخ عبدالرحمٰن بن مہدی کا قول ہے کہ روئے زمین پر مالک سے بڑھ کر کوئی حدیث نبوی کا امانت دار نہیں ۔ ۱۴۷ھ میں جعفر گورنر مدینہ نے امام صاحب کو حکم دیا کہ آئندہ طلاق مکرہ (جبری) کا فتویٰ نہ دیا کریں امام صاحب کو کتمان حق گوارا نہ ہوا۔ تو جعفر نے غضبناک ہو کر ستر کوڑے لگوائے تمام پیٹھ خون آلود ہو گئی دونوں ہاتھ مونڈھوں سے اتر گئے خلیفہ منصور جب مدینہ آیا تو امام صاحب سے عذر کیا۔ کہ مجھ کو آپ کی تعزیر کا علم نہیں میں جعفر کو سزا دوں گا۔ امام صاحب نے فرمایا۔ میں نے معاف کیا۔ ۱۷۹ھ میں وفات پائی امام صاحب کے اصطبل میں بہت سے گھوڑے تھے مگر کبھی مدینہ میں سوار ہو کر نہ نکلتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو شرم آتی ہے کہ جو زمین رسول کریم کے قدموں سے مشرف ہوئی ہو میں اُس کو جانوروں کے سُموں سے روندوں۔ امام صاحب نہایت سخی اور اہل کرم عابد و مرتاض تھے۔ محدثین اور اہل علم کی مدد کرتے تھے۔ ہر سال امام شافعی کو گیارہ ہزار دینار دیتے تھے خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ خلیفہ ابو العباس سفاح کے سامنے بہت سے منتشر اوراق پڑے تھے جن کے متعلق اُس نے کہا کہ یہ امام مالک کے ستر ہزار مسائل کا مجموعہ ہے۔ (تزئین الممالک)

امام صاحب کی بہت سی تصانیف ہیں۔ اُن میں مشہور موطا، رسالہ مالک الی رشید احکام القرآن رسالہ مالک الی ابن مطرف کتاب الاقضیہ کتاب المناسک تفسیر غرائب القرآن کتاب المجالسات عن مالک تفسیر القرآن کتاب المسائل

امام صاحب کے تلامذہ کی تعداد ایک ہزار تین سو ہے جن میں بڑے بڑے ائمہ اور محدثین ہیں۔ مالکی مذہب کی پیروی کرنے والے عرب و شمالی افریقہ میں ہیں۔

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

تبع تابعین میں سے ہیں کثیر التعداد مشائخ سے حدیث حاصل کی امام مالک و امام اعظم کے ہمعصر تھے یہ بھی اس زمانہ کے بڑے ائمہ میں سے تھے ان کے مذہب نے رواج نہیں پایا خلیفہ منصور اور خلیفہ مہدی کے عہد میں یہ مرجع عوام تھے سنہ ۱۶۰ھ میں وفات پائی۔ بصرہ میں مدفون ہوئے۔

امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ

ائمہ اہلبیت اطہار میں سے ہیں امام جعفر صادق کے صاحبزادے ہیں تبع تابعین میں سے ہیں موسیٰ نام کاظم لقب ابو ابراہیم کنیت سنہ ۱۲۸ھ میں پیدا ہوئے سنہ ۱۸۳ھ میں وفات پائی۔ خلیفہ ہارون رشید کو ان سے بہت خلوص و محبت تھی بعض درباری حاسدوں نے ان کو زہر سے شہید کیا۔

بعض شاگردان امام اعظمؒ کے حالات

امام ابو یوسفؒ

نسباً انصاری ہیں ان کے مورث اعلیٰ سعد بن صتبہ رسول کریمؐ کے صحابی تھے امام ابو یوسف کوفہ میں سنہ ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے تبع تابعین میں سے ہیں ان کے باپ نہایت غریب

آدمی تھے وہ بوجہ تنگدستی ان کو تعلیم سے روکتے تھے تاکہ یہ کچھ کمانے کمانے کی فکر کریں۔ یہ اپنی دھن میں لگے رہے امام ابوحنیفہ کے درس میں کثرت سے شریک ہوتے تھے امام صاحب کو جب ان کی عسرت کا حال معلوم ہوا تو وہ ان کے کفیل ہو گئے امام ابو یوسف نے مشہور ائمہ حدیث مثل ہشام بن عروہ و امام اعمش و سلیمان تیمی و ابو اسحاق شیبانی و یحییٰ بن سعید الانصاری وغیرہ سے حدیثیں سیکھیں۔ محمد ابن اسحاق سے فن مغازی و سیر حاصل کیا۔ محمد بن ابی لیلیٰ سے فقہ حاصل کیا۔ خلیفہ مہدی عباسی نے ان کو قاضی مقرر کیا۔ خلیفہ ہارون رشید نے قاضی القضاۃ بنا دیا۔ امام ابو یوسف پہلے شخص ہیں جنہوں نے فقہ حنفی کے متعلق کتابیں تصنیف کیں۔ اور مختلف علوم میں بھی انکی تصانیف ہیں۔ جن کی فہرست ابن الندیم کی کتاب الفہرست میں ہے ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ ان کے استاد اعمش بھی ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ (ابن خلکان)
شیخ ہلال بن یحییٰ کا قول ہے کہ ابو یوسف تفسیر مغازی ایام العرب کے حافظ تھے۔ (ابن خلکان) علامہ ذہبی نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ترجمہ لکھا ہے۔ شیخ یحییٰ بن معین محدث نے ان کو کثیر الحدیث کہا ہے امام احمد حنبل امام مزنی نے بھی ان کی مدح کی ہے۔ شیخ یحییٰ بن معین و امام احمد حنبل نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں اور یہ دونوں بزرگ ان کے شاگرد ہیں۔ امام ابو یوسف کو بیس ہزار حدیثیں منسوخ یاد تھیں (اصول فقہ اسلام) اب یہ خیال کر لیا جائے کہ ناسخ کس قدر یاد ہونگے۔

امام محمدؒ

۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے تبع تابعین میں سے ہیں تحصیل علم کے لئے کوفہ میں آئے

انہوں نے امام سفیان ثوری شیخ مالک بن دینار امام اوزاعی وغیرہ سے حدیث حاصل کی۔ پھر امام ابوحنیفہ کی خدمت میں رہے اُن کی وفات کے بعد امام ابو یوسف سے بھی استفادہ کیا۔ پھر مدینہ منورہ گئے اور تین برس امام مالک سے حدیث حاصل کی خلیفہ ہارون رشید نے ان کو قاضی مقرر کیا۔ ۱۸۹ھ میں وفات پائی ان کے حلقہ درس میں بڑے بڑے ائمہ فقہا محدثین شریک ہوتے تھے۔ امام شافعی بھی ان کے شاگرد ہیں۔ امام شافعی کا قول ہے کہ امام محمدؒ جب کوئی مسئلہ بیان کرتے تھے۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وحی اتر رہی ہے اور فرمایا کرتے تھے ہیں نے امام محمدؒ سے ایک بار شتر کے برابر علم حاصل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ قرآن مجید کا عالم میں نے امام محمدؒ سے بڑھ کر نہیں دیکھا (جواہر المضیئہ) امام احمد حنبل سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ یہ باریک مسائل کہاں سے حاصل کئے۔ فرمایا امام محمدؒ کی تصانیف سے (تہذیب الاسماء واللغات) امام محمدؒ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ان میں سے خاص خاص یہ ہیں مبسوط جامع کبیر، زیادات، مسند سیر کبیر، سیر صغیر، موطا، کتاب الحج، کیانیات جرجانیات، رقیات ہارونیات۔

امام زفر

زفر بن ہذیل بن قیس بن سلیم العنبری البصری یہ صاحب الحدیث مشہور تھے (تہذیب اللغات) امام ابوحنیفہ و شیخ یحیی بن معین نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔ شیخ وکیع بن الجراح محدث اور امام احمد حنبل بھی ان کے شاگرد ہیں۔ امام احمد حنبل ان کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے۔ جب امام زفر کی روایت سے حدیث بیان کرتے تو پہلے کہتے کہ یہ حدیث مجھ سے اس شخص نے روایت کی ہے

تیری آنکھوں نے مثل اُس کے نہ دیکھا ہوگا۔ (تہذیب الاسماء واللغات) ان کی تصانیف موجود نہیں ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے تبع تابعین میں سے ہیں ۱۵۸ھ میں وفات پائی۔ امام زفر کی رائے بیس مسائل میں قبول کی گئی ہے (رد المحتار) امام زفر کے نکاح میں امام اعظم نے خطبہ پڑھا تھا اس میں فرمایا تھا (هذا زفر امام من ائمة المسلمين وعلم من اعلامهم في شرفه وحسبه ونسبه) خواجہ داؤد طائی محدث فرماتے ہیں۔ امام زفر جب امام ابویوسف سے فقہ میں مناظرہ کرتے تو امام ابویوسف مضطر ہو جاتے کیونکہ زفر جید اللسان تھے۔

حماد بن امام ابوحنیفہ

حماد نام ابو اسماعیل کنیت بڑے عابد و فقیہ تھے۔ تدوین فقہ میں اپنے باپ کے شریک رہے۔ کوفہ میں قاضی بھی رہے۔ ۱۷۶ھ میں وفات پائی تبع تابعین میں سے تھے۔

بعض شاگردان امام مالک کے حالات

شیخ عبداللہ بن وہب مصری

۱۲۵ھ میں پیدا ہوئے ۱۹۷ھ میں وفات پائی۔ محدث لیث بن سعد مصری سے حدیث حاصل کی پھر مدینہ آکر امام مالک کے درس میں شریک ہوئے مسموعات امام مالک کے نام سے انہوں نے تین کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی

تمام تصانیف میں ایک لاکھ بیس ہزار حدیثیں بر سبیل تذکرہ مروی ہیں۔

شیخ ابن القاسم

روم و بربر و غیرہ کے جہاد میں شریک ہوئے زہد و تقویٰ میں بھی مشہور و ممتاز تھے۔ مذہب مالکی میں پہلی تصنیف ان کی کتاب المدونتہ الکبریٰ ہے۔ ۱۹۱ھ میں میں وفات پائی۔

شیخ معن بن عیسیٰ

امام بخاری و امام مسلم و امام ترمذی کے استاد ہیں مشہور محدث و فقیہ ہیں امام مالک کے چالیس ہزار فتاوے ان کو یاد تھے۔ ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔

فقہ کا تیسرا دور قرن ثالث میں

۱۷۰ھ سے ۲۲۰ھ تک

قرن ثانی کے مجتہدین نے فقہ کو فن کی صورت میں مرتب کر دیا۔ حدیثوں کی بھی بہت سی کتابیں مدون ہوئیں۔ بہت سے مجتہد گذرے۔ اُن کے فتاوے مشہور و معروف تھے۔ اس زمانہ میں علم شریعت کا بہت کچھ سامان جمع ہو گیا تھا۔ جس کا حاصل کرنا مثل قرن ثانی کے دشوار نہ تھا۔ اسلامی فتوحات بہت بڑھ گئی۔

تھیں مسلمانوں میں ہر قسم کے انقلابات بھی ہو چکے تھے اس لئے کسی قدر زمانہ بھی بدل گیا
تھا۔ امام شافعی کو بعض امور میں مجتہدین سابق سے اختلاف رائے ہوا اس سے لئے
ان کا مذہب علیحدہ قائم ہوا پھر اس ہی قرن میں ایک مذہب امام احمد حنبل کا جاری
ہوا۔ یہ دو مذہب تو جاری رہے۔ باقی اور بھی مذاہب جاری ہوئے مگر باقی نہ رہے
امام شافعی نے بہ نسبت امام مالک کے حدیث کی تنقید زیادہ سختی سے کی اور ان کی
بہ نسبت اجماع کو بھی وسیع کیا۔ امام ابو حنیفہ کے مسئلہ استحسان کی جگہ امام مالک کے
مسئلہ استدلال کو اختیار کیا (المنخول) امام احمد حنبل نے اجماع و قیاس کی حدود کو
تنگ کیا۔ حدیث کی تنقید میں نرمی کی۔ (المنخول)

قرن ثالث کے مشہور مجتہدین کے حالات

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

غزہ کے صوبہ عسقلان میں امام ابو حنیفہ کی رحلت کے دن ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے
ابو عبد اللہ کنیت محمد نام ان کے باپ کا نام ادریس تھا۔ ان کا سلسلہ نسب عبد مناف پر
رسول کریم ؐ کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے دو برس کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے
اٹھ گیا۔ بیوہ ماں ان کو لیکر مکہ آئی۔ بادیہ میں ہذیل سے جو افصح العرب مشہور تھے ادب
کی تعلیم پائی۔ پھر شیخ الحرم و مفتی الحرم مسلم بن خالد الزنجی کے شاگرد ہوئے شیخ موصوف
نے بعد تکمیل ان کو مجاز فتویٰ کر دیا۔ شیخ الحرم سے سفارشی خط لیکر مدینہ امام مالک کے
پاس آئے۔ اُن کے درس میں شریک رہے اور بھی بہت سے بشوق سے

حدیث حاصل کی۔ خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں یمن میں ایک عہدے پر مامور کئے
گئے وہاں ان پر شیعیت کا الزام لگایا گیا اس لئے یہ گرفتار کرکے رقہ لائے گئے۔
خلیفہ کے سامنے پیش ہوئے اور فضل بن ربیع حاجب کی سعی سے خلیفہ نے
ان کو چھوڑ دیا اور انعام دیا۔ پھر امام محمدؒ کے پاس آئے اور فقہ حنفی حاصل کیا۔ پھر
عراق سے حجاز آ گئے۔ اور مکہ میں افادہ و استفادہ کرتے رہے۔ ۱۹۵ھ میں
خلیفہ ہارون رشید کا انتقال ہوا۔ اور امین خلیفہ ہوا۔ اس وقت یہ دوبارہ عراق
میں آئے۔ عراق میں بہت سے علما ان کے شاگرد و مقلد ہو گئے۔ یہاں انہوں نے
چند کتابیں املا کرائیں۔ دو سال بعد پھر حجاز آ گئے ۱۹۸ھ میں تیسری بار عراق
آئے۔ اور چند مہینے قیام کرکے فسطاط پہنچے۔ یہاں کئی کتابیں املا کرائیں ۲۰۴ھ
میں یہیں وفات پائی۔ بمقام قرافہ صغیرہ (مصر) مدفون ہوئے۔ اہل بغداد ان کو
ناصر السنت کہا کرتے تھے۔ فن اصول فقہ کو ایجاد تو امام ابو حنیفہ نے کیا۔ لیکن
اس کو علم و فن کی صورت اور وسعت امام شافعی کی بدولت حاصل ہوئی۔ کتاب الام
وغیرہ بہت سی کتابیں امام شافعی کی تصنیف سے مشہور ہیں۔ امام شافعی کے مقلد
مصر و شمالی افریقہ و ملایا میں ہیں بمبئی کی ایک جماعت بواہیر بھی شافعی ہے۔
عرب و ہند میں بھی شافعی ہیں۔ امام شافعی نے چونکہ آخر میں مصر میں قیام فرمایا تھا
اس لئے ان کا مذہب مصر میں زیادہ رائج ہوا۔ اور اشہب بن قاسم و ابن المواز
نے امام صاحب سے فقہ سیکھا۔ پھر حرث بن مسکین نے فقہ شافعی کی خدمت کی
کچھ عرصہ کے بعد مصر میں شیعہ حکومت قائم ہو گئی اور ان کا فقہ رائج ہو گیا۔ فقہ
شافعی معدوم ہو گیا سلطان صلاح الدین ایوبی نے جب مصر میں عبیدیوں کے
سلطنت کو برباد کرکے اپنی سلطنت قائم کی تو فقہ شافعی کو از سر نو رائج کیا۔ شام
میں شیخ محی الدین نووی و شیخ عزالدین بن عبد السلام نے اس مذہب کی

خدمت کی سلاطین ایوبیہ اُن کے حامی و ناصر رہے مصر میں شیخ ابن الرافعہ اور ان کے بعد شیخ تقی الدین دقیق و شیخ تقی الدین سبکی نے اس مذہب کو خوب فروغ دیا۔

امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ

آپ خالص عربی النسل ہیں ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے پندرہ برس کی عمر میں حدیث شروع کی اور حدیث کی تکمیل کے لئے بصرہ شام عراق مکہ مدینہ کے سفر کئے آپ کے اساتذہ میں امام ابو یوسف امام محمدؒ امام زفر بھی ہیں۔ ۱۹۵ھ میں امام شافعی سے اصول فقہ و فقہ کی تعلیم حاصل کی کچھ عرصہ بعد خود درس دینے لگے آپ کے حلقہ درس میں امام بخاری امام مسلم امام ابو داؤد بھی شامل تھے۔ آپ کی تصانیف سے مسند کتاب طاعۃ الرسول کتاب الصلوٰۃ کتاب العلل کتاب الفرائض کتاب التفسیر کتاب الناسخ والمنسوخ کتاب الزہد کتاب الایمان کتاب الاشربہ کتاب المسائل کتاب الفضائل کتاب المناسک کتاب الرد علی الجہمیہ ہیں مسند میں سات سو اصحاب کی روایتیں اور تیس ہزار حدیثیں ہیں جو ساڑھے سات لاکھ میں سے منتخب کی گئی ہیں بغداد کے مشہور محدث الہیثم بن جمیل (استاد امام احمد حنبل) کہا کرتے تھے۔ کہ اللہ میری عمر گھٹا کر احمد حنبل کی عمر بڑھا دے۔ امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ امام احمد حنبل سب سے زیادہ صحیح حدیث جاننے والے ہیں۔ لیکن اعلام سیر النبلا میں علامہ ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ مسند احمد حنبل احادیث ضعیف کا مجموعہ ہے۔ امام شافعی جب مصر میں تھے تو اُن سے خواب میں رسول کریمؐ نے فرمایا کہ احمد حنبل کو بشارت دو کہ خدائے تعالےٰ اُن کو قرآن کے بارے میں آزمائش میں ڈالیگا امام شافعی نے یہ خواب خط میں لکھ کر ربیع بن سلیمان کی معرفت امام احمد حنبل کو

بھیج دیا۔ فتنہ عقیدہ خلق قرآن ۲۱۲ھ سے شروع ہوا۔ خلیفہ المامون نے شیخ یحییٰ بن اکثم
محدث کو قاضی القضاۃ کے عہدے سے معزول کر کے احمد بن داؤد معتزلی کو قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ اس کی رائے
سے بہت سے علماء قید و قتل کیے گئے ۲۱۸ھ میں المامون نے صوبجات میں حکم بھیجا کہ محدثین قضات سے اس مسئلہ میں جواب
لیا جائے بغداد میں محدثین نے اس کی مخالفت کی تو خلیفہ نے اسحاق بن ابراہیم
گورنر بغداد کو لکھا کہ سات محدثین کو روانہ کرو۔ یہ سات محدث آئے اور انہوں
نے مرعوب ہو کر خلق قرآن کا اقرار کر لیا۔ پھر فرمان آیا اور گورنر باقی علماء و محدثین کو
طلب کیا۔ بعض نے مرعوب ہو کر اقرار کر لیا۔ امام احمد حنبل نے مخالفت کی ۔ گورنر
نے ان کو قید کر دیا۔ پھر خلیفہ کے حکم پر ہتکڑیاں لگا کر ان کو خلیفہ کے حضور میں
طرطوس کو روانہ کیا۔ جب یہ اذنہ کے قریب پہنچے تو خبر آئی کہ المامون مر گیا۔ اس لئے
رقہ کے قید خانے میں قید کر دیے گئے۔ المعتصم خلیفہ ہوا۔ اس کے زمانہ میں امام
صاحب کو قید خانہ میں سخت اذیتیں دی گئیں۔ اور اسی درے مارے گئے
آخر خلیفہ نے امام صاحب کو رہا کر دیا۔ امام صاحب نے درس جاری کر دیا۔ ۲۲۷ھ
المعتصم مر گیا۔ اور الواثق خلیفہ ہوا۔ اس زمانہ میں احمد بن علی الجود قاضی بغداد نے
جو اہل بدعت میں سے تھا۔ امام صاحب کی شکایت خلیفہ تک پہنچائی۔ لیکن امام صاحب
نے قبل اس کے کہ کوئی کارروائی ہو درس بند کر دیا الواثق نے ۲۳۱ھ میں پھر مسئلہ
خلق قرآن کے متعلق صوبجات میں احکام نافذ کئے۔ امام احمد بن نصر شاگرد امام مالک
و شیخ یحییٰ بن معین محدث نے انکار کیا۔ یہ دونوں شہید کر دیے گئے ۲۳۲ھ میں
الواثق مرا۔ اس نے مرنے سے پہلے اس عقیدہ سے رجوع کر لیا تھا۔ پھر المتوکل خلیفہ
ہوئے۔ یہ بدعت کے سخت دشمن تھے۔ اور احیائے سنت کے حامی تھے امام صاحب
کی بڑی قدر و منزلت کی اور اسحاق بن ابراہیم گورنر کو حکم دیا کہ امام صاحب سے
معافی چاہے۔ امام صاحب نے معاف کر دیا۔ یکم ربیع الاول ۲۴۱ھ کو

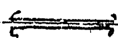
امام صاحب علیل ہوئے۔ اور ۱۲ ربیع الاول کو بغداد میں بعمر ۷۷ سال وفات پائی۔
امام صاحب امام اہل سنت والجماعت کے لقب سے مشہور تھے۔ حنبلی مذہب کے پیرو
نجد و حضرموت و مغرب کے خاص خاص حصوں میں ہیں

امام ابو ثور ابراہیم بن خالد بن اسحاق الکلبی البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

یہ امام شافعی کے شاگردوں میں سے تھے ان کا مذہب علیحدہ تھا جو کچھ
چل کر معدوم ہوگیا۔ سنہ ۲۴۶ھ میں وفات پائی۔

امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ

امام موسیٰ کاظم رضؓ کے صاحبزادے سنہ ۱۴۸ھ میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۲۰۳ھ میں
وفات پائی۔ خلیفہ ہارون رشید کو ان سے بہت الفت تھی۔ ان کو اپنا ولیعہد
بھی مقرر کیا تھا۔ درباری حاسدوں نے زہر سے شہید کیا۔



فتح الباری میں تبع تابعین کا زمانہ سنہ ۲۲۰ھ تک لکھا ہے آگے وہ زمانہ
ہے جس کے متعلق رسول کریم صلعم کا ارشاد ہے (ثم یفشوا الکذب یعنی جھوٹ
پھیل جائیگا) لیکن اشعۃ اللمعات میں قرن ثالث کی حد سنہ ۲۶۰ھ تک مذکور ہے
اس لئے اس اختلافی چالیس سال کے بھی بعض ائمہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ بھی
اسلام کے مسلمہ مقدس ائمہ میں سے ہیں۔ بعض نے مثل سابقین کے اُن پر

اور اُن کی تصانیف پر اعتراضات بھی کئے ہیں۔ مگر اُن کی مقبولیت پر اجماع ہے میرا کیا منھ ہے جو اُن کی کسی بات پر اعتراض کر سکوں۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن اسمٰعیل بخاری نام ان کی کتاب صحیح بخاری ہے۔ جو کتب حدیث میں سب سے زیادہ صحیح سمجھی جاتی ہے۔ چھ لاکھ حدیثوں کے انتخاب سے امام صاحب نے اس کتاب کو مرتب کیا۔ امام صاحب نے ائمہ فن و شیوخ حدیث سے فقہ و حدیث حاصل کیا۔ امام احمد حنبل کی شاگردی بھی کی ہے۔ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے ۲۹۶ھ میں وفات پائی۔ اکثر علماء نے ان کو مجتہد مستقل تسلیم کیا ہے۔ بعض نے شافعی مذہب کے مجتہدین میں سے کہا ہے۔ شیخ تاج الدین سبکی نے اُن کو طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے (الانصاف) شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ کتب ستہ کہ مشہور اند در اسلام عبارت انداز صحیح بخاری و مسلم و جامع ترمذی و سنن ابی داؤد و نسائی و ابن ماجہ و نزد بعض موطا، بدل ابن ماجہ است دریں کتب ستہ اقسام احادیث از صحاح و حسان و ضعاف موجود است و تسمیہ آں صحاح بطریق اغلبیت است (مقدمہ شرح مشکوٰۃ)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

ابو عبد الرحمٰن نام موضع نسا (متصل خراسان) کے رہنے والے تھے ۲۱۵ھ میں

اور اُن کی تصانیف پر اعتراضات بھی کئے ہیں۔ مگر اُن کی مقبولیت پر اجماع ہے میرا کیا منھ ہے جو اُن کی کسی بات پر اعتراض کر سکوں۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

محمد بن اسمٰعیل بخاری نام ان کی کتاب صحیح بخاری ہے۔ جو کتب حدیث میں سب سے زیادہ صحیح سمجھی جاتی ہے۔ چھ لاکھ حدیثوں کے انتخاب سے امام صاحب نے اس کتاب کو مرتب کیا۔ امام صاحب نے ائمہ فن و شیوخ حدیث سے فقہ و حدیث حاصل کیا۔ امام احمد حنبل کی شاگردی بھی کی ہے۔ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔ اکثر علماء نے ان کو مجتہد مستقل تسلیم کیا ہے۔ بعض نے شافعی مذہب کے مجتہدین میں سے کہا ہے۔ شیخ تاج الدین سبکی نے اُن کو طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے (الانصاف) شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ کتب ستہ کہ مشہور اند در اسلام عبارت انداز صحیح بخاری و مسلم و جامع ترمذی و سنن ابی داؤد و نسائی و ابن ماجہ و نزد بعض موطا، بدل ابن ماجہ است دریں کتب ستہ اقسام احادیث از صحاح و حسان و ضعاف موجود است و تسمیہ آں صحاح بطریق اغلبیت است (مقدمہ شرح مشکوٰۃ)

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

ابو عبدالرحمٰن نام موضع نسا (متصل خراسان) کے رہنے والے تھے ۲۱۵ھ میں

ہوئے۔ ان کی کتاب صحاح ستہ میں شامل ہے۔ ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔ یہ حنبلی مذہب کے مجتہد تھے۔

امام جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ

امام شافعی کے شاگرد ابن سریج کے یہ شاگرد ہیں۔ ان کی تفسیر و تاریخ مشہور ہے ایک کتاب تہذیب الآثار نا تمام ہے۔ ۲۲۹ھ میں پیدا ہوئے۔ ۳۲۱ھ میں وفات پائی۔ اول ربیع بن سلیمان سے فقہ شافعی حاصل کیا۔ اور بنی عبد الحکم سے فقہ مالک اور ابو المقاتل سے فقہ اہل عراق حاصل کیا۔ پھر خود مجتہد صاحب مذہب ہوگئے ایک کتاب لطیف القول اور ایک کتاب البسیط بھی ان کی تصنیف ہے۔ ان کا مذہب چلا۔ لیکن پانچویں صدی کے نصف کے بعد معدوم ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ کوہستان شام میں ایک فرقہ جریری مشہور ہے وہ ان کے مذہب پر ہے۔ ایک جریر طبری شیعی بھی گذرے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ فرقہ اُن سے منسوب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اسمٰعیل بن حماد بن امام اعظم رح

اپنے باپ اور امام قاسم سے علم حاصل کیا۔ بڑے زاہد و فقیہ تھے۔ بغداد و بصرہ و رقہ میں یکے بعد دیگرے قاضی رہے۔ شیخ محمد بن عبد اللہ الانصاری کا قول ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ سے آج تک کوئی ایسا ذی علم قاضی مقرر نہیں ہوا۔ ان سے سہل بن عثمان عسکری و عبد المومن بن علی الزاری نے حدیثیں روایت کی ہیں۔

ان کی تصنیف سے کئی کتابیں ہیں۔ زیادہ مشہور کتاب جامع فقہ میں ہے۔ ایک قدریہ کے رد میں ہے۔ یہ حنفی مذہب کے ائمہ میں سے تھے۔ سنہ ۲۱۲ھ میں وفات پائی۔

بعض شاگردان امام شافعی کا بیان

شیخ حسن بن محمد زعفرانی البغدادی

یہ نہایت فصیح و بلیغ تھے۔ امام شافعی نے بھی ان کی فصاحت پر اظہار تعجب کیا تھا۔ امام شافعی کے درس میں یہی قراءت کرتے تھے۔ امام بخاری وغیرہ ائمہ حدیث نے ان سے روایت کی ہے سنہ ۲۶۰ھ میں وفات پائی۔

شیخ ابو العباس احمد بن سریج

یہ امام شافعی کے مشہور شاگرد ہیں ان کی تصانیف کی تعداد چار سو ہے سنہ ۳۰۶ھ میں وفات پائی۔

شیخ یوسف بن یحیی البواطی المصری

امام شافعی کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں امام صاحب کے بعد یہی ان کے

جانشین ہوئے تھے امام صاحب کو ان کے فتووں پر اعتماد تھا۔ ان کی تصنیف سے مشہور مختصر ہے۔ سنہ ۲۳۱ھ میں فتنہ خلق قرآن میں بغداد میں وفات پائی۔

شیخ ابو ابراہیم اسمٰعیل بن یحییٰ المزنی

یہ بڑے عالم و زاہد تھے امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے مذہب کا حامی ہے۔ انہی کی کتابوں پر زیادہ تر مذہب شافعی کا مدار ہے سنہ ۲۶۴ھ میں وفات پائی۔

شیخ ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار مرادی

مشہور محدث تھے دور دور سے لوگ تحصیل علم کے لئے ان کے پاس آتے تھے سنہ ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔

بعض شاگردان امام احمد حنبل کا بیان

شیخ ابو بکر احمد بن محمد بن ہانی المعروف بالاثرم

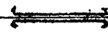
مشہور عالم و عابد تھے۔ ان کی تصنیف سے کتاب السنن ہے جو فقہ حنبلی کی خاص کتاب ہے۔

شیخ احمد بن محمد بن الحجاج المروزی

یہ بڑے محدث تھے ان کی تصنیف سے ایک کتاب السنن ہے۔ یہ کتاب شواہد حدیث کے ساتھ مرتب کی گئی ہے۔

شیخ اسحاق بن ابراہیم المعروف بابن راہویہ المروزی

یہ بہت بڑے مشہور فقیہ و محدث تھے ان کی تصنیف کا نام بھی کتاب السنن ہے ۔



قرن ثالث کے بعد فقہ اسلام کی کوئی مجتہدانہ توضیح نہیں ہوئی۔ بعد کے تمام فقہاء وائمہ و مجتہدین خیر القرون کے مجتہدین کی تالیفات کی تشریح کے دائرے میں محدود رہے۔ غرض اسلام کی خدمت کی توفیق خداوند ذوالجلال نے اپنے بہت سے مقدس بندوں کو عطا فرمائی۔ اور ان بزرگوں نے صدق و اخلاص سے اس خدمت کو انجام دیا۔ اکثر کے مذاہب جاری بھی ہوئے مگر کچھ چل کر ختم ہو گئے آخر یہ چار مذہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی باقی رہ گئے۔ اہل حق کا اجماع ہے کہ چاروں مذہب حق ہیں۔ چاروں کے حق ہونے سے یہ مراد ہے کہ سب عنداللہ ماجور ہیں۔ اور حق راجح کی تلاش پر منجانب اللہ مامور ہیں۔ نہ یہ کہ سب نے حق نفس الامری کو پالیا ہے۔ کسی سے اصابت حق میں خطا نہیں ہوئی۔ یہ معنی بدیہی البطلان ہیں۔ چونکہ سب اس میں مواخذہ اخروی سے بری ہیں۔ اور ثواب مقررہ کے مستحق ہیں۔

اس لئے سب کے مسالک کو برحق کہا جاتا ہے۔ اور حق کو چاروں میں دائر سمجھا جاتا ہے اس لئے چاروں مذہب کی پیروی کرنے والوں باہم ارتباط ہے۔ اور ہر فرقہ والا ہر امام کو اپنا پیشوا و مقتدا سمجھتا ہے۔

گہر خر چہار اند و گوہر چہار
فروشندہ را بافضولی چہ کار

ائمہ کے اختلاف کی وجوہ کا کئی جگہ ذکر آچکا ہے جن کے پڑھنے سے قارئین کرام کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اختلاف بر بنائے حق تھا۔ اس میں نفسانیت کا شائبہ نہ تھا اور اس اختلاف سے بچنا بھی ممکن نہ تھا۔ یہ اختلاف اسلام کے اصولی مسائل میں نہیں فروعی مسائل میں ہے۔ مثلاً امام شافعی و امام احمد حنبل کے نزدیک عورت بالغہ بھی محتاج ولی ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک ذمی کافر بحصول اجازت مسجد میں داخل ہو سکتا ہے۔ امام مالک و امام حنبل کے نزدیک اس کو اجازت ہی نہیں دی جا سکتی۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک نکاح طلاق عتق میں عورت کی شہادت مثل مرد کے مقبول ہے۔ دیگر ائمہ عورت کی شہادت کو قبول نہیں کرتے اور اگر بعض معاملات و حالات میں عورت کی شہادت کو جائز رکھتے ہیں تو اس کو اعداد کی قید سے مقید کرتے ہیں۔ کہ دو عورتوں سے کم نہ ہوں۔ چار سے کم نہ ہوں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو میں چار فرض ہیں۔ امام مالک ایک موالات کا اضافہ کر کے پانچ امام شافعی نیت و ترتیب کو بڑھا کر چھ کہتے ہیں تکبیرات تشریق و تکبیرات عیدین کے متعلق صحابہ کے اقوال مختلف ہیں۔ ائمہ نے کسی ایک قول کو ترجیح دیکر اختیار کر لیا ہے۔ قرآن مجید کی آیت لامستم النساء فلم تجدو اماء افتیمموا یعنی اگر تم نے عورت کو چھوا ہو اور تم کو پانی نہ ملے تو تیمم کرلو) ہے امام ابوحنیفہ چھونے سے مراد جماع کرنا لیتے ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید کا

عام طرز ہے کہ ایسے امورات کو صریحاً تعبیر نہیں کرتا لیکن امام شافعی چھونا ہی مراد لیتے ہیں حالانکہ دوسری آیت (ما لم تمسو) میں امام شافعی نے بھی جماع مراد لیا ہے مگر اس موقع پر اختلاف ہے۔ ہر ایک کے دلائل جدا جدا ہیں غرض ایسے ہی فروعی مسائل ہیں جن میں اختلاف ہے ورنہ اصل میں سب ایک ہیں یہ مذاہب جیسا کہ بیان ہوچکا ہے بہت سے مقدس نفوس کی سعی سے مدوّن ہوئے ہیں اور چونکہ ان بزرگوں نے صداقت و اخلاص سے یہ خدمت انجام دی ہے اس لئے ان کی یہ سعی مشکور ہوئی فقہ اسلام پر اگر کوئی صاحب عقل سلیم انصاف سے ذرا بھی غور کریگا تو ضرور اس نتیجہ پر پہنچیگا کہ یہ عظیم الشان قانون بغیر تائیدا یزدی مدون نہیں ہوا۔ یہ تمام قوانین فطرت انسانی کی موافق اور اخلاق فاضلہ اور امن و انصاف کے ممد و معاون ہیں۔ ایسا محیر العقول قانون مذہبی یا شاہی جاری نہیں ہوا جو ہر ملک و قوم کے لئے ہر زمانہ ہر حالت میں مفید و مناسب رہا ہو۔ یہ قانون تیرہ صدیوں سے بلا تغیر چلا آتا ہے اس پر عمل کرنے والوں کو کبھی دیگر قوانین کی طرف دیکھنا نہیں پڑا۔ نہ اپنے قانون میں تغیر و تبدل کی حاجت ہوئی۔

زندگی کے اصول کا خاکا — اک مکمل نظام دنیا کا
دین و دنیا کی بے خطر راہیں — سچی سچی کھلی کھلی باتیں
جو نہ لچکے کبھی وہ ٹھوس نظام — جس سے تہذیب و امن کا ہے قیام
قصر روح و ضمیر کی تاسیس — بحر انوار چشمۂ تقدیس
ایسی باتیں کہیں جو ٹل سکیں — وہ دلیلیں کبھی جو ہل نہ سکیں
انقلابات دہر سے مصئون — جو نہ بدلے وہ آخری قانون

جب سے دنیا ہے جب ہی سے آئین و ضوابط و قوانین ہیں۔ بڑے بڑے مدبروں نے قوانین بنائے مگر وہ ہمیشہ اور ہر حال میں دنیا کا ساتھ نہ دے سکے

اکثر اُن کے بنانے والوں ہی کو اُن پر قلم پھیرنا پڑا۔ دنیا کے تمام قابل لحاظ مذاہب کے قوانین کو دیکھو تمام مقننین کے قوانین کو دیکھو اُن میں فطرت سلیم اور اخلاق حسنہ وانصاف وعقل کے خلاف بھی احکام نظر آئیں گے۔ مشہور مقنن سولن کے قانون کی ایک دفعہ یہ ہے (اگر کوئی شخص روپیہ قرض لیکر زمین خرید کرلے تو اس قرض کا ادا کرنا اس پر واجب نہیں) ایک دوسری دفعہ یہ ہے (اگر کوئی شخص کسی متمول لڑکی سے شادی کرلے۔ اور وہ حقوق شوہری ادا کرنیکی پوری قابلیت نہ رکھتا ہو یا زوجہ کے حسب خواہش انجام دیسکتا ہو تو اس لڑکی کو اختیار ہے کہ کسی شخص غیر یا شوہر کے رشتہ داروں میں سے کسی سے تعلقات قائم کرکے متمتع ہو) دانایان ہند کا مذہبی قانون بھی اس دفعہ کے متعلق سولن کا ہم آہنگ ہے ان کی اصطلاح میں اس کو (نیوگ) کہتے ہیں۔ ان دفعات کا مضمون صاف کہہ رہا ہے کہ فطرت سلیم وانصاف کا خون کیا گیا ہے اور ان قوانین میں بہت سے ایسے احکام ہیں جو عقل و وانصاف کے خلاف ہیں۔ اس مختصر میں مختصراً ہی ان کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے مشتے نمونہ از خروارے۔ مشہور ومعقول مثل ہے حکمای یونان کے قوانین کے متعلق مشہور مقنن سسرو نے لکھا ہے (کہ یونان کا قانون لغو ومہمل ہے) یہود ونصاریٰ نے اپنی موجودہ الہامی کتابوں میں مناسب وحسب ضرورت قوانین نہ پاکر تخمین عقلی سے قوانین مدون کئے اور رسم ورواج پر مدار کار رکھا۔ جو وقتاً فوقتاً متغیر ومتبدل ہوتا رہا۔ آتش پرستوں کی مذہبی کتاب قانون وراثت سے خالی ہے دھرم شاستر قانون وصیت کے متعلق ساکت ہے اور اس کا نمونہ یہ ہے۔

(نابالغ متبنیٰ لے سکتا ہے۔ اقسام نکاح۔ ع۱۔ عورت اور مرد کا اپنی خوشی سے حظ نفسانی کے لئے تعلق پیدا کرنا گاندھروا ازدواج کہلاتا ہے ع۲۔ زوجہ کے باپ وغیرہ کو معاوضہ (دولت) دیکر لڑکی لینا اسورا ازدواج کہلاتا ہے۔

عاشق کا لڑکی سے پوشیدہ طور پر تعلق کرنا جب وہ سو رہی ہو یا نشہ میں مست ہو یا اس کے دماغ میں کسی قسم کا نقص ہو پیشاچ ازدواج کہلاتا ہے (بیٹوں کے اقسام ۱ جو لڑکا منکوحہ عورت کے کسی دوسرے مرد سے پیدا ہوا ہو وہ اس عورت کے شوہر کا بیٹا ہوگا۔ اس کو کشتراج کہتے ہیں۔ ۲ جو بیٹا منکوحہ سے پیدا ہوا ہو جبکہ اس نے زنا کیا ہو۔ منکوحہ کے شوہر کا بیٹا ہوگا۔ اس کو گودہاج کہتے ہیں ۳ جو لڑکا ناکتخدا لڑکی سے پیدا ہوا ہو وہ اپنے نانا کی ملکیت ہوگا۔ وہ کانین کہلائیگا۔ اشخاص ذیل محروم الارث ہیں۔ ۱ عنین (نامرد) ۲ جو شخص ذات سے خارج کیا گیا ہو ۳ مادر زاد اندھا ۴ مادر زاد بہرا ۵ گونگا ۶ وہ شخص جس کی دس اندریوں میں سے ایک اندری لنو جیسے لنگڑے، لولے۔ ۷ جو شخص کسی ناقابل علاج مرض میں مبتلا ہو۔ (از دہرم شاستر مصنفہ رائے بحیاتھ) قانون کا منشاء اور نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ دنیا حسن اخلاق پر قائم ہو جائے۔ بداخلاقیوں کا انسداد ہو جائے۔ ہندوستان، ایران، یورپ، چین، روما کے قوانین اس معیار پر پورے نہ اتر سکے اس لئے دنیا نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا یورپ اور روما کے قوانین کا نچوڑ عقلاء یورپ کے بہترین دماغوں کا نتیجہ ہندوستان کا موجودہ قانون ہے۔ ان قوانین نے ملک کی حالت پر کیا اثر کیا۔ یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ روز بروز جرائم کی کثرت ہوتی جاتی ہے۔ مقدمہ بازی اور بدمعاملگی کی گرم بازاری ہے پھر یہ قوانین آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔ ان نقائص کا باعث یہ ہے کہ محض تخمین عقلی سے مرتب کئے گئے ہیں۔ ان میں احکام و امداد الہٰی شامل نہیں یہ شان صرف فقہ اسلام کی ہے کہ جب تک دنیا میں اس کا دور دورہ رہا۔ امن و اعتدال قائم رہا۔ چونکہ یہ قانون قدرتی اصول پر متفرع ہے اور فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ اس لئے اس پر نقائص وارد نہیں ہو سکتے۔ یہ قوانین اس قدر قوی الاساس ہیں کہ ان سے بہتر کیا ان کی برابر بھی دنیا کا کوئی روشن دماغ تجویز نہیں کر سکتا۔

مقننین و عقلاءِ زمانہ اس قانون کی خوبیوں اور ہمہ گیری پر حیران اور اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ لالہ بجیانتھ رقمطراز ہیں۔ پروردگارِ عالم نے ان کو (مسلمانوں کو) قانون مکمل صورت میں مرحمت فرمایا ہے اور کسی بادشاہ کو قانون وضع کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ اس بیش بہا ذخیرے (فقہ) کی موجودگی میں بادشاہ وقت کو کوئی کام وضع قوانین کے متعلق باقی نہیں رہتا (شرح دہرم شاستر) ایسا کامل مجموعہ قوانین طیار کیا گیا جو دنیا کی ملکی مذہبی تمدنی ہدایتوں کے لئے کافی ہے تو ہم نہایت حیران ہوتے ہیں کہ ایسا عظیم الشان ملکی اور تمدنی نظام جس کی بنیاد کامل اور سچی آزادی پر ہے کس طرح قائم کیا گیا۔ (موسیو اوجین کلوفل) شریعت اسلام نہایت اعلیٰ درجہ کے عقلی احکام کا مجموعہ ہے (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا) قرآن کی وہ شریعت ہے اور ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی (گبن) اسلامی قانونی مسائل وراثت کے ماتحت جائداد کے متعلق عورتوں کے حقوق احتیاط سے درج کئے گئے ہیں (کرنل آبری اوبرین سی۔ آئی۔ ای۔ او۔ بی۔ ای ممبر پنجاب کمیشن)

بعض یورپین مصنفین نے قانون اسلام کی خوبیوں پر نظر کر کے یہ شگوفہ چھوڑا ہے کہ فقہ اسلام رومن لا سے ماخوذ ہے ان معترضین میں سربرآوردہ مسٹر شیلڈان پروفیسر قانون لندن یونیورسٹی ہیں۔ وہ اپنی کتاب رومن سول میں لکھتے ہیں کہ قرآن کے علاوہ قانون شریعت رومن لا (رومیوں کا قانون) سے ماخوذ ہے اپنے اس دعوے کے ثبوت کے لئے پروفیسر مذکور نے چند دلائل قائم کئے ہیں (۱) مسلمانوں کا غیر زبانوں کی کتابوں کا ترجمہ کرانا۔ (۲) جب مسلمانوں نے ممالک روم فتح کئے تو ملک میں قانونی مدارس اور قانون پیشہ اشخاص موجود تھے اُن سے استفادہ کیا گیا۔ (۳) قانون اسلام کے بعض احکام رومن لا کے احکام سے ملتے ہیں مثلاً تقسیم ترکہ میں

نصف ربع ثمن دو ثلث ایک ثلث سدس حصے مقرر ہیں۔ جو رومن لا میں بھی ہیں۔ (۴) قرآن میں صرف گیارہ احکام ہیں۔ (۱) ہمارا کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔ (۲) تم اپنی بیویوں کو دو مرتبہ طلاق دے سکتے ہو۔ (۳) سود خوار قیامت کے دن آسیب زدوں کی طرح اٹھیں گے (۴) میعادی قرضہ کو لکھ لیا کرو۔ (۵) اگر تم اپنی بیویوں کے ساتھ انصاف کر سکو تو چار تک نکاح کر سکتے ہو۔ (۶) مرد کو دو حصے ملیں گے عورت کو ایک۔ اگر عورتیں ہی ہوں تو دو۔ (۷) شوہر کو نصف حصہ ملیگا (۸) مرض الموت میں وصیت کے وقت گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ (۹) سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے۔ (۱۰) مکاتیب کو معاہدہ لکھ دیا کرو۔ (۱۱) سزائے زنا و غیبت۔ اس لئے باقی احکام رومن لا سے لے گئے ہیں اس اعتراض پر نظر کرنے سے پروفیسر مذکور کے متعلق دو خیال قایم ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مذہب اسلام اور تاریخ اسلام سے قطعاً ناواقف ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر ان کو اسلام اور تاریخ سے واقفیت ہے تو انھوں نے یہ جو کچھ لکھا ہے ازراہ تعصب لکھا ہے۔ ان دو صورتوں کے سوا اور کوئی تیسری صورت میری سمجھ میں نہیں آتی اور ان دونوں صورتوں میں پروفیسر مذکور کو معذور اور ناقابل التفات سمجھتا ہوں مگر کیا کروں کہ میرے بعض یورپ زدہ ہندوستانی بھائی بغیر سوچے سمجھے جانے بوجھے پروفیسر مذکور کی ہم نوائی کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس مختصر میں کچھ مختصر جواب پروفیسر مذکور کے اعتراضات کا بھی لکھ دوں۔ اور کسی قدر رومن لا کا نمونہ بھی پیش کر دوں تاکہ ناظرین کو اندازہ ہو سکے کہ رومن لا ایسا معقول و مہذب قانون ہے یا نہیں کہ اس کی طرف عاقل انصاف پسند پرہیزگار نظر اٹھا سکیں۔ اس اعتراض میں پروفیسر صاحب نے قرآن مجید کو رومن لا کے اثر سے مستثنیٰ کیا ہے۔ گویا رسول کریم صلعم کی ذات والا صفات ورائے مبارک پر رومن لا کا اثر نہ تھا لہذا حدیث مستثنیٰ رہی یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ پروفیسر صاحب نے رومن لا کا اثر فتوحات کے زمانہ سے بتلایا ہے

فتوحات کا خاص زمانہ حضرت عمرؓ کا وسط عہد خلافت ہے اس لئے سنہ ۱۹ ہجری تک کا زمانہ بھی رومن لا کے اثر سے بری رہا فقہ کی تاریخ جو کچھ بیان ہو چکی ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ فقہ کی ابتدا البعثت نبوی سے ہے اس لئے زمانہ فتوحات تک فقہ اسلام کی عمر (۳۱) سال کی تھی لہذا اس کو رومن لا کا خوشہ چین بتانا تاریخی حساب کے خلاف ہے یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ فقہ اسلام کے اصول کلام پاک سے ماخوذ ہیں اور مسایل فقہ استنباط آیات واحادیث سے ہوا ہے (المراد من الکتاب بعض الکتاب وھو ما مقدار خمسمائة آیة لانہ اصل الشرع والباقی قصص ونحوھا وھکذا المراد من السنة بعضھا وھو مقدار ثلاثة الاف علی ما قالوا - یعنی قرآن مجید میں احکام کے اصول پانسو اور احادیث میں تین ہزار ہیں - اور اجماع سے ایک لاکھ مسایل طے ہوئے ہیں (کشف الاسرار) کیا جس قوم کے ہاتھ میں ساڑھے تین ہزار اصول احکام کے ہوں - اس کو پھر بھی کسی طرف دیکھنے کی ضرورت باقی رہیگی قرآن مجید میں جملہ احکامات کے اصول موجود ہیں - (تفصیل لکل شیئ یعنی ہر چیز کے مفصل اصول ہیں وتبیانا لکل شیئ یعنی ہر چیز کا بیان ہے) ڈاکٹر مورس فرانسس رقمطراز ہیں قرآن علماء کے لئے ایک علمی کتاب ہے شایقین علم لغت کے لئے ایک ذخیرہ لغات ہے شعرا کے لئے عروض کا مجموعہ ہے اور شرایع کے لئے قوانین کا عام انسائکلو پیڈیا ہے - (لایا رول) قرآن میں عقاید واخلاق کا مکمل ضابطہ اور قانون موجود ہے - صحیح جمہوریت وارشد وہدایت وانصاف و عدالت فوجی تنظیم وترتیب اور مالیات اور غربا کی حمایت وترقی کے اعلیٰ آئین موجود ہیں (ڈاکٹر لڈ ہولف کرہل) قرآن مذہبی قواعد اور احکام ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ اس میں اجتماعی سوشل احکام بھی موجود ہیں - جو انسان کی زندگی کے لیئے بہرحال مفید ہیں (موسیو ادجین کلانل) قرآن میں قواعد دیوانی وفوجداری وسلوک باہمی پائے جاتے ہیں

مسایل نماز روزہ حقوق رعایا و حقوق شخصی، نفع رسانی خلایق وغیرہ وغیرہ پر بھی حاوی ہے۔ (ایا یوجی فار محمد ایڈ قرآن) مسلمان جب قرآن و حدیث میں غور کرینگے تو اپنی ہر دینی و دنیوی ضرورت کا علاج اُس میں پا لینگے۔ (ایک مسیحی نامہ نگار اخبار وطن مصر) قرآنی مطالب ایسے ہمہ گیر اور ہر زمانہ کے لئے اس قدر موزوں ہیں کہ زمانہ کی تمام صدائیں خواہ مخواہ اس کو قبول کر لیتی ہیں اور وہ محلوں ریگستانوں اور شہروں اور سلطنتوں میں گونجتا ہے (ڈاکٹر سموئیل جانسن) جس قوم کے ہاتھ میں ایسی حکیمانہ جامع کتاب ہو کیا قومی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ اُسے دوسروں کی امداد کی حاجت ہوئی ہوگی۔

یا تنگ نہ کر ناصح ناداں مجھے اتنا — یا چل کے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

پروفیسر صاحب کی معلومات و تحقیقات اس قدر ہے کہ ان کو قرآن میں صرف مذکورہ بالا گیارہ احکام نظر آئے نکاح کے متعلق ان کو قرآن میں صرف دو مسئلے معلوم ہوئے تعداد ازدواج و تعداد طلاق حالانکہ قرآن مجید میں نکاح محرمات و جمع بین الاختین و نکاح مشرکات و طلاق قبل خلوت صحیحہ و بعد خلوت صحیحہ خلع ایلا یہ سب موجود ہیں وراثت کے متعلق ان کو صرف اس قدر معلوم ہے کہ شوہر کا حصہ ہوتا ہے اور مرد کا عورت سے دو چند ہوتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں مسئلہ وراثت کی خاص تفصیل ہے باپ وغیرہ کا حصہ کلالہ احکام اس کے علاوہ احکامات ربا و معاہدہ و قصاص و دیت و قتل عمد و قتل خطا و سرقہ و خمر و خمار و جنگ و غنیمت و جزیہ و فدیہ و ذبیحہ و اکل و مشرب حقوق وغیرہ وغیرہ اور عبادات میں نماز روزہ حج زکوۃ کے مسایل مذکور ہیں۔ متراجم کے ذریعہ سے مسلمانوں کا رومن لا سے استفادہ کرنا بھی تاریخ کے خلاف ہے کتب تاریخ میں مفصل مذکور ہیں کہ حضرت امیر معاویہ کے عہد حکومت میں ۴۵ھ میں سب سے پہلے ایک طب کی کتاب ترجمہ ہوئی اس وقت فقہ اسلام

کی عمر ۷۵ سال کی تھی طب کی ایک کتاب مصنفہ حکیم اہرن القس یونانی کا ترجمہ ماسرجویہ نے عربی میں ۶۴ھ میں بحکم خلیفہ مروان کیا۔ باقی اور دو ایک اموی خلفا کے عہد میں ایک دو کتابیں طب ہی کی ترجمہ ہوئیں۔ ۱۵۰ھ میں جب فقہ اسلام میں امام ابوحنیفہ و امام مالک کی تصانیف مرتب و مکمل ہو کر شایع ہو چکی تھیں اور امام ابوحنیفہ کی وفات بھی ہو چکی تھی قرن اول گذر کر قرن ثانی کے بھی چالیس سال گذر چکے تھے۔ خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی نے ارسطو جالینوس بقراط اقلیدس کی کتابیں ترجمہ کرائیں ۲۰۰ھ تک ان کتابوں کا ترجمہ ہوتا رہا۔ ۳۰۰ھ سے منطقی کتابوں کا ترجمہ ہوا کتب طب و نجوم و ہیئت و فلاحت ان فنون کے تراجم ہوئے ان کتابوں کے نام اور ان کے ترجموں کی کیفیت اور مترجموں کے نام تمام کتب سیر و تاریخ میں مذکور ہیں بالخصوص عربی کتاب العصر المامون میں کتب تاریخ میں جس قدر ترجمہ شدہ کتابوں کے نام درج ہیں۔ ان میں کوئی قانونی کتاب نہیں روم سے کتب خانہ ۱۹۹ھ میں خلیفہ مامون رشید نے منگایا اور شاہ روم کی اجازت سے ترجمہ کرایا کتب تاریخ میں بالتفصیل مذکور ہے کہ یہ کتابیں فلسفہ و منطق وغیرہ کی تھیں پروفیسر گوشال ایم۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس۔ ایف۔ ایس۔ اے۔ لندن رقمطراز ہیں۔ خلفائے بنی امیہ کے عہد سے تراجم علوم یونانی کی بنیاد پڑی اول جو ترجمے ہوئے اُن کا تعلق صرف علم طب سے تھا۔ پھر فلسفہ اور حکمت وغیرہ کی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا۔ (صـ۳) خلیفہ منصور عباسی نے قیصر روم سے کتب علمیہ کے عربی ترجمے منگائے (۴) جو معاہدہ خلیفہ مامون رشید نے یونانی فرمانروا میکائیل ثالث سے کیا تھا اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ قسطنطنیہ کا ایک کتب خانہ اس کے حوالے کر دیا جائے (رسالہ ترقی زبان) غرض کسی قانونی کتاب کا ترجمہ ہونا ثابت نہیں مختلف ممالک اور قوموں کے قوانین کی بعض بعض معاملات میں باہمی موافقت

اس کی دلیل نہیں ہوسکتی کہ وہ ایک دوسرے سے ماخوذ ہیں کیونکہ تمام دنیا کی ذاتی تمدنی
ضرورتیں اکثر یکساں ہیں ان ضرورتوں کے لئے جو قوانین بنائے جائینگے وہ ضرور ایک
حدتک موافق و مطابق ہونگے قانون اسلام فطرت انسانی کی مطابق ہے رومن لا کے
متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ بہت کچھ مطابق فطرت ہے اگر یہ صحیح ہے تو ضرور دونوں میں
کسی قدر موافقت ہونی چاہئے اور اس موافقت کے وجہ سے وہ ایک دوسرے سے
ماخوذ نہیں سمجھے جا سکتے۔ چوری کو ہر قانون نے جرم قرار دیا ہے۔ قانون چین میں بھی
جرم ہے قانون انگلستان میں بھی جرم ہے۔ تو اس مماثلت سے کیا یہ کہنا صحیح ہوسکتا ہے
کہ قانون انگلستان قانون چین سے ماخوذ ہے۔ مذہبی اور قانونی کتابیں چونکہ
موید اخلاق و انصاف ہوتی ہیں۔ اس لئے ان میں کسی قدر مماثلت کا ہونا ضروری
ہے۔ چنانچہ ایک مشہور مستشرق لکھتا ہے پارسیوں کی مقدس کتابوں میں بہتیری
باتیں ہیں جو انجیل کو یاد دلاتی ہیں اسی طرح عیسائیوں اور مسلمانوں کے آسمانی
صحیفوں میں بھی ایک طرح کی مماثلت قریبہ ہے (وان کریمر) جس مماثلت یعنی
تفصیل حصص سے پروفیسر صاحب کو قانون اسلام کے رومن لا سے ماخوذ ہونے
کا شبہ ہوا ہے۔ اس کے متعلق اگر وہ قرآن مجید میں سورۂ نسا کی چند آیتیں دیکھ لیتے
تو یہ شبہ دہیں رفع ہوجاتا کیونکہ ثلث سدس وغیرہ مفصل حصص وہاں موجود ہے
اور قرآن کو وہ رومن لا کے اثر سے مستثنیٰ قرار دے چکے ہیں لہذا ان کا تمام اعتراض
باطل ہے ایک یہ بھی غلطی ہے کہ بعض اسلام کو عہد رسول کریمؐ سے سمجھ کر اعتراض
کر دیتے ہیں اسلام ابتدائے آفرینش سے ہے جب ہی سے اس کا قانون و
شریعت و اصول ہیں۔ سب سے پہلے پیغمبر ابوالبشر آدم علیہ السلام تھے جب آدم
دنیا میں آئے ان پر احکام الٰہی ذریعہ الہام نازل ہوئے انہیں احکام کے موافق
عملدرآمد ہوتا تھا حسب ضرورت انہیں اصول کی تجویز کے لئے انبیاء مبعوث ہوتے رہے

انبیا مذہب و ایمان کا کوئی اصول ایک دوسرے سے مختلف نہیں لائے اصول ملت سب ایک ہی تھے فروعات میں کسی قدر اختلاف ہوتا تھا۔ اور یہ اختلاف اسباب اور مصلحتوں کی وجہ سے ہوتا تھا کیونکہ شرایع میں احکام کی مقداریں مقرر کرنے میں مکلفین کے حالات وعادات کا لحاظ کیا گیا۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں زنا کی سزا سنگساری تھی ہماری شریعت میں بعض صورتوں میں سزائے تازیانہ بھی ہے۔ شریعت موسوی میں صرف قصاص تھا ہماری شریعت میں دیت بھی ہے اسلام وہی اسلام ہے جو آدم علیہ السلام کا تھا اصول دین وہی اصول دین ہیں جو ازل میں خداوند ذوالجلال نے مقرر فرمائے تھے ان میں کوئی تغیر نہیں ہوا چنانچہ خداوند کریم خود قرآن مجید میں اہل عرب کو مخاطب کر کے فرماتا ہے (ملۃ ابیکم ابراہیم یعنی یہ تمہارے باپ ابراہیم کا مذہب ہے۔) درحقیقت مذہب اسلام ملت ابراہیمی کا اتباع ہے (تفسیر کبیر جلد اول) قدیم تاریخوں زبانی قصوں اور مذہبی بیانات سے ثابت ہے کہ بعد طوفان نوح اکثر اہل عرب خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ نے اپنی بیوی ہاجرہ اور بیٹے اسماعیلؑ کو عرب میں لاکر اس قدیم مقام پر چھوڑا جو کبھی آبادی کا مرکز تھا جس کو مکہ کہتے ہیں اسی زمانہ سے یہاں آبادی شروع ہوئی اور اسماعیل علیہ السلام کا عمل دخل ہوا۔ یہی تاریخ عرب میں مذہب ابراہیمی کے جاری ہونے کی ہے اہل عرب ہمیشہ ابراہیمؑ ہی کو اپنا جد و پیشوا سمجھتے رہے۔ بیت اللہ کی وجہ سے جس کو اہل عرب اپنا اور اپنے جد کا معبد سمجھتے تھے جو شریعت مکہ میں جاری ہوتی تھی وہی سارے عرب کا مذہب و مدار ہوتی تھی۔ اس لئے تمام عرب میں شریعت ابراہیمی رائج تھی جب ادیان میں تحریف ہوئی اور بت پرستی وغیرہ شایع ہوئی تو مراسم شریعت میں بھی تغیر و تبدل ہوا لیکن اصل سب کی وہی شریعت ابراہیمی تھی اس لئے

اکثر مراسم میں باوجود تحریف قریب قریب اصل حقیقت کی جھلک باقی تھی عرب میں جو یہود و نصاریٰ ہوگئے تھے یا آکر آباد ہوئے تھے وہ بھی انہیں مراسم ورواج کے پابند تھے جب رسول کریمؐ مبعوث ہوئے تو کوئی نیا مذہب لیکر نہیں آئے بلکہ اسی اصل وسچے دین کو قایم کرنے آئے جو آدم وابراہیم کا تھا اس لئے حضور نے وہ باتیں جو شریعت سابقہ کی موافق تھیں برقرار رکھیں۔ اور جن میں کچھ تغیر ہوا تھا ان کی اصلاح کردی جو ادیان سابقہ کے بالکل خلاف تھیں ان کو مسترد کردیا اس لئے شریعت اسلام میں بعض بعض وہ باتیں موجود ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بھی جاری تھیں طلاق مہر اجارہ وصیت بیع تقسیم ترکہ نکاح کے لئے عہد جاہلیت میں متعدد ضوابط تھے نکاح میں ولی کی ضرورت ہوتی تھی جو باپ یا چچا یا بھائی ہوتا تھا مہر مقرر ہوتا تھا ماں بہن بیٹی۔ دادی۔ پوتی۔ پھوپی۔ بھتیجی سے نکاح حرام تھا رسول کریمؐ نے ان کو مناسب اصلاح کے ساتھ قایم رکھا اور ان کے علاوہ اور بھی رشتے حرام قرار دیئے نکاح کی بہت سی صورتیں تھیں نکاح البدل۔ نکاح شغار۔ نکاح استبضاع۔ نکاح خدن وغیرہ وغیرہ طلاق کا رواج تھا لوگ عورتوں کو تنگ کرنے کے لئے بار بار طلاق دیکر رجوع کرتے تھے اس کو اصلاح کے ساتھ قایم رکھا۔ عدت طلاق و موت بھی تھی عدت موت ایک سال تھی۔ اسلام نے چار مہینہ دس دن مقرر کئے بیع کی بہت سی صورتیں تھیں مقابضہ صرافی سلم بیع بالخیار بیع قطعی مرابحہ مساومہ ملامسہ معاملہ وغیرہ وغیرہ ان میں بعض کو قایم رکھا بعض میں اصلاح کی گئی۔ بعض کو منسوخ کیا گیا۔ اجارہ کی دو قسمیں تھیں۔ مخابرہ و مزارعہ عورت اگرچہ ترکہ سے محروم تھی مگر ہبہ و مہر کے ذریعہ سے اس کو پہنچتا تھا۔ تبنیت کا رواج تھا۔ اسلام نے اس کو مسترد کیا۔ ترکہ سے نابالغ لڑکے محروم ہوتے تھے اسلام نے ان کے حقوق قایم کئے ابن الہمام نے لکھا ہے کہ مضاربت جایز ہے کیونکہ یہ عمل کرتے ہوئے لوگوں کو پیغمبر صاحب نے دیکھا اور

اس کی توثیق فرمائی ایسا ہی صاحب ہدایہ نے لکھا ہے غرض زمانہ جاہلیت میں عرب میں ہر قسم کے رسم ورواج تھے اور ان کے قواعد مقرر تھے اور یہ رسم ورواج اس وقت سے چلے آتے تھے کہ رومن لا کے جاننے والے بھی عالم وجود میں نہ آئے تھے ان قواعد میں نکاح وبیع وغیرہ کے اس قدر اقسام ہیں کہ رومن لا میں اس کے نصف بھی نہیں اس لئے عرب واضعان قانون کو دوسری طرف دیکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی ان کے یہاں خود ہر قسم کے مراسم وقواعد موجود تھے۔ یہ امر بھی مسلمات سے ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کسی عرب تک رومن لا کا اثر نہیں پہنچا۔ عربوں نے تو باوجود ہمسائگی کے آتش پرستوں اور عیسائیوں کے رسم ورواج کو بھی کبھی قبول نہیں کیا بلکہ ان میں سے جو عرب میں آئے وہ اہل عرب کے رنگ میں رنگے گئے اور عرب کے تمام مراسم ورواج شریعت ابراہیمی کی محرف صورتیں تھیں اس لئے جہاں قانون وضابطہ کی صورت نظر آئے وہاں رومن لا کا نام لے دینا سراسر نادانی ہے اور تاریخ عالم سے ناواقفیت ظاہر کرتی ہے۔ ہندوستان میں منوشاستر رائج تھا۔ اس میں بھی حقداروں کے حقوق اور تبنیت ونکاح وغیرہ کے اقسام وراثت کے قواعد موجود ہیں اس کے بعض مسائل رومن لا سے اور بعض فقہ اسلام سے ملتے ہیں تو کیا رومن لا کو اس مماثلت سے منوشاستر کا خوشہ چین سمجھ لینا چاہیئے۔ منوشاستر کا مسئلہ ہے جب کوئی بھائی موجود ہو بھتیجہ وارث نہ ہوگا۔ جب بھائی موجود نہ ہو بھتیجہ وارث ہوگا دوسرا مسئلہ ہے جائداد موہوبہ پر موہوب اللہ کا قبضہ لازمی ہے (دہرم شاستر رائے بیجناتھ) یہ دونوں مسئلے فقہ اسلام کی موافق ہیں تو کیا منوشاستر نے یہ مسائل فقہ اسلام سے لئے ہیں (دہرنابالغ کا ولی اس کا باپ اور باپ کے بعد ماں ہے) شوہر کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی زوجہ کے نان ونفقہ کا انتظام کرے۔ شوہر کے انتقال کے بعد نان نفقہ کی ذمہ داری اس کی جائداد پر ہوگی (دہرم شاستر) دہرم شاستر میں متبنی بیٹے کا

بھی ذکر ہے اور ایک قسم بیٹے کے (کرتا) ہے یعنی خرید کردہ بیٹا چونکہ یہ تمام قواعد
رومن لا میں بھی ہیں اس لئے یہ سمجھنا چاہئے کہ رومن لا دھرم شاستر سے ماخوذ
ہے غرض کوئی ہو کہیں کا ہو ملکی و مذہبی قوانین میں مماثلت لازمی ہے اور اس مماثلت
کی وجہ سے بغیر کسی دوسری قوی دلیل کے وہ ایک دوسرے سے ماخوذ نہیں سمجھے
جا سکتے۔ دنیا کی تمام شریعتیں تمام قوانین شرایع انبیا سے ماخوذ ہیں کیونکہ شرایع
انبیا سب سے اول ہیں پھر جس کسی نے بنایا انہیں کو دیکھکر بنایا۔ انہیں میں اپنی
خواہش و مرضی کی موافق ترمیم و تنسیخ کی رومن لا کی بنیاد (۷۵۰) قبل مسیح میں پڑی
اس وقت تک ہزاروں انبیاء گزر چکے تھے۔ توریت و زبور رایج ہو چکی تھیں
حضرات داؤد و سلیمان و یوسف علیہم السلام کا عادلانہ اور باقاعدہ دور حکومت گزر
چکا تھا۔ اور جو رومن لا کی خاص تدوین کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں انجیل مقدس
کی تعلیم شایع ہو چکی تھی۔ ہندوستان میں عرصہ دراز سے منو شاستر جاری تھا
چین و ایران میں متمدن حکومتیں موجود تھیں۔ پس رومن لا میں جس قدر احکام قرین
حق و انصاف ہیں وہ شرایع انبیا سے ماخوذ ہیں اور جو ایجاد بندہ ہیں وہ عیوب و نقایص
کا معدن ہیں۔ سر ہنری مین کی رائے میں قدیم تخیلات قانونی کا پرتو تھمسٹس میں نظر
آتا ہے جو شاہان قدیم کے الہامی فیصلے تھے) قانون اور مذہب میں جو قریبی رشتہ
ہے اور جو ابتدائی سوسائٹی کی ایک خصوصیت ہے۔ اس سے یہ آسانی باور کرلیا
جا سکتا ہے کہ ابتداءً روما میں قانون کا عمل و علم کلیتاً کلیہ احبار (جماعت علما و مذہب)
کے ہاتھ میں تھا۔ (قانون روما مصنفہ آرڈ بلیو لیچ ایم۔ اے۔ بی۔ سی ال۔) رومن لا
بہت سے قوانین کی خوشہ چینی اور بہت سے تغیرات کے بعد مرتب ہوا مگر پھر بھی
نقایص سے خالی نہ رہا اور زیادہ عرصہ تک دنیا کا ساتھ نہ دے سکا مسٹر آسٹن
لکھتے ہیں تمام نظاموں میں صرف رومیوں کا ملکی قانون سوائے انگلستان کے

قانون کے ایک ایسا قانون ہے جس میں سے مثالیں اخذ کیجا سکتی ہیں۔ انگلستان میں بھی وہ دعوے جو برنائے نصفت شعاری دایر ہوتے ہیں۔ اس کا مذہبی قانون اور ایک حد تک ملکی قانون بھی رومیوں کے قانون سے براہ راست اخذ کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان اصولوں میں سے اکثر ایسے تھے کہ رومیوں کی تہذیب سے قبل کے تھے اور قانون کی غرض و غایت کے لحاظ سے ناموزوں تھے۔ اور جن نتایج پر ان اصولوں کی مدد سے رہنمائی ہوتی تھی۔ وہ بوجہ اس کے کہ ناقص اصولوں کے منطقی نتایج تھے اون خامیوں اور کمزوریوں سے پاک نہیں تھے جو خود اصولوں میں پائی جاتی تھیں۔ (مسایل قانون و حکومت جو مسٹر آسٹن کے طرف منسوب ہیں مرتبہ نواب معشوق یار جنگ بہادر بی۔ اے ایل ایل بی شریک معتمد مالگزاری حیدرآباد) یہ (رومن لا) ایک بہت وسیع اور بے ڈھنگے خرافات قانون کا مجموعہ ہے۔ جو مدت مدید سے ناقابل عمل ہونے کے باعث ترک اور موقوف تھا۔ (سر ولیم جونس) روما کا قانون فوجداری جو خصوصیات قومی کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا کبھی بھی اس قابل نہ تھا کہ قانونی مفسرین اُسے رفاہ عام کا ذریعہ بنا سکیں (پالینڈ جورس سپروڈنس باب ۱۷) رومن لا تیرہ سو برس میں قوانین یونان اور دیگر قدیم قوانین کی مدد سے بہت سے مقننین کی کد و کاوش کے بعد مرتب ہوا۔ اور اس عرصہ میں اس نے صرف پانچ مرتبہ جنم لیا۔ مگر پھر بھی قبول عام کے قابل نہ ہوا۔ اگر اس کی بنیاد عقل و انصاف پر ہوتی تو گرگٹ کی طرح بار بار رنگ بدلنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ رومن لا کی بنیاد ٹینی دوازدہ الواح سے پہلے روما میں (جس جسٹینیم) نام سے ایک ضابطہ جاری تھا۔ یہ ضابطہ اور یونانی قوانین رومن لا کا مذہبی اور یہ دونوں مذہبی بعض قوانین کی محرف شکلیں ہیں۔ رومن لا کے زمانہ تدوین کے تین دور ہیں۔ پہلا دور دار السلطنت روما کی بنیاد سے دوازدہ الواح (ٹویلو ٹائیبل) کی ترتیب تک یہ دور (۷۵۳) قبل مسیح سے شروع ہو کر (۴۴۹) قبل مسیح پر ختم ہوتا ہے۔

یعنی اگسٹس کی سلطنت قایم ہونے تک لیکن یہ پہلا دور کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا
کیونکہ اس وقت گو بظاہر جمہوری حکومت قایم ہوگئی تھی۔ مگر درحقیقت وہ شخصی حکومت
تھی اس لئے اس زمانہ کے احکام کا دوازدہ الواح میں کم لحاظ کیا گیا ہے دوسرا دور
(۴۴۹) قبل مسیح سے (۳۱) سال قبل مسیح تک ہے۔ تیسرا دور (۳۱) سال قبل مسیح
سے ۵۵ء تک ہے۔ یہ قانون اس طرح مرتب کیا گیا کہ (۴۵۴) سال قبل مسیح روما
سے تین آدمی یونان بھیجے گئے۔ کہ وہاں کے قوانین وفیصلہ جات جمع کرلائیں۔ وہ
لوگ تحقیقات کرکے کئی لاکھ فیصلے لے کر آئے اب دس مجسٹریٹ ایک سال کے
لئے مقرر کئے گئے۔ کہ اس مواد سے قوانین مرتب کریں ان مجسٹریٹوں نے ایک ایک
لوح مرتب کرکے مشتہر کی اور دوسرے سال دو لوحیں مرتب کیں۔ پھر ان قوانین پر
ارکان سلطنت نے غور کیا۔ اور اس کو پاس کرکے تانبے کی بارہ تختیوں پر کندہ کرایا
اس وجہ سے اس کو انگریزی میں ٹویلو ٹا ئبل (دوازدہ الواح) کہتے ہیں (لاز آف
انگلینڈ جلد اول) ان کئی لاکھ فیصلوں اور قدیم قوانین سے ایسے ایسے مقننوں اور
مدبروں نے اتنی مدت مدید میں جو قوانین تیار کرکے کندہ کرائے۔ وہ کیا تھے۔
(کوہ کندن وکاہ برآوردن) بارہ تختیاں ان میں کل (۵۸) دفعات وہ بھی لغو اور
مضحکہ انگیز۔

لوح ۱ ۔ میں مقدمات کی ابتدائی کارروائی وحاضری مدعاعلیہ کل پانچ
دفعات ہیں۔

لوح ۲ ۔ میں ضمانت کی کارروائی اور گواہوں کا حاضر کرنا کل تین دفعات ہیں

لوح ۳ گرفتاری مدیون کل پانچ دفعات ہیں۔

لوح ۴ باپ کے اختیارات کل چار دفعات ہیں۔

لوح ۵ وراثت وسرپرستی کل سات دفعات ہیں اس میں پروفیسر شیلڈن

کی بیان کردہ تفصیل حصص و وراثت نہیں شاید کسی کتاب میں ہو۔
لوح ۶ قبضہ کے ساتھ ملکیت کا انتقال کل چار دفعات ہیں۔
لوح ۷ قانون جائداد غیر منقولہ کل سات دفعات ہیں۔
لوح ۸ ازالہ حیثیت عرفی دچوری و آتش زدگی و زہر خورانی و جادو کی تعزیرات کل چودہ دفعات ہیں۔ لوح ۹ قانون مجلس وضع قوانین کل تین دفعات ہیں۔ لوح ۱۰ قانون تدفین میت کل دو دفعات ہیں۔ لوح ۱۱ شادی اہل دیہات کل ایک دفعہ ہے۔ لوح ۱۲ ایک دفعہ متعلق سرقہ ایک متعلق غلط قبضہ ایک متعلق منسوخی قوانین سابق کل تین دفعات ہیں۔ ان الواح کی اس تفصیل ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک لغو قانون ہے جس سے کوئی ایک منشا بھی منشاء قوانین میں سے پورا نہیں ہوتا ان الواح کی اکثر دفعات کے احکام ظالمانہ و وحشیانہ و خلاف عقل و انصاف و مضحکہ انگیز ہیں۔

لوح نمبر ۱

دفعہ (۱) اگر مدعا علیہ مدعی کے کہنے سے مجسٹریٹ کے پاس نہ جائے تو مدعی کسی تماشہ میں یا راستہ چلنے والوں سے کہہ کر اس کو ٹھیراے اور زبردستی کر کے اس کو عدالت میں پکڑ لائے۔ دفعہ (۵) فریقین میں سے کوئی فریق دوپہر تک حاضر نہ ہو تو مجسٹریٹ فریق حاضر کے حق میں اس مقدمہ کا فیصلہ صادر کریگا۔

لوح نمبر ۲

دفعہ (۳) جو فریق شہادت میں گواہوں کے پیش کرنے پر مجبور ہو تو اس کو چاہیئے کہ گواہ کے مکان پر جا کر اس کے دروازہ پر اس کو بلند آواز سے پکارے

اس طریقہ سے اس کو بلائے کہ تیسرے بازار کے روز صبح کو وہ حاضر ہو جائے۔
نوٹ۔ یونان میں ہفتہ میں ایک دن بازار ہوتا تھا جیسے ہمارے ملک میں پینٹھ ہوتی ہے۔

لوح نمبر ۳

دفعہ (۳) جب تک قرضہ کی ادائی نہ کرے یا کوئی معتبر شخص ادائی کا ضامن نہ ہو تو داین مجاز ہوگا کہ مدیون کو اپنے ساتھ لیجائے اور اس کو چمڑے کے تسموں سے باندھ دے یا پاؤں میں زنجیر ڈال کر قید کرے مگر شرط یہ ہے کہ زنجیر کا وزن ۷½ سیر سے زیادہ نہ ہو۔

دفعہ (۴) تین بازاروں کے گزرنے کے بعد اگر مدیون ادائی کی کوئی صورت نہ نکالے تو وہ مدیون قتل کر دیا جائے گا یا دریائے ٹائی بر کے پار لیجا کر فروخت کر ڈالا جائے گا۔

دفعہ (۵) اگر داین ایک سے زیادہ ہوں اور مدیون دین کی ادائی کی سبیل نہ کر سکے تو تیسرے بازار کے دن کے بعد مدیون کے جسم کے گوشت کے متعدد حصے دائنین قطع کر سکتے ہیں اور اگر کوئی داین کم یا زیادہ حصہ مدیون کے جسم کا قطع کرے تو وہ مرتکب جرم خیال نہیں کیا جائے گا۔

لوح نمبر ۴

دفعہ (۱) باپ اپنے ناکارہ اور ناقص الخلقت اولاد کو قتل کر ڈالنے کا مجاز ہے۔

دفعہ (۲) باپ اپنے صحیح النسب فرزند کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا عہدیدار ہو یا

قومی لیڈر ہو قید کر سکتا ہے قتل کر سکتا ہے فروخت کر سکتا ہے۔

دفعہ (۳) اگر باپ اپنے کسی بیٹے کو تین دفعہ فروخت کر چکا ہو تو پھر وہ بیٹا باپ کے اس قسم کے تصرفات اور حقوق کی ادائی سے مستثنیٰ ہے۔

لوح نمبر ۵

دفعہ (۱) ہر عورت کسی مرد کے زیر ولایت رہیگی مگر باکرہ اور پاکدامن لڑکیاں کسی کی ولایت میں نہیں رہینگی۔

دفعہ (۳) جب داد ہیال کا کوئی رشتہ دار نہ ہو تو غلام وارث ہوگا۔

لوح نمبر ۶

دفعہ (۳) رومتہ الکبریٰ کے باشندے کے مقابلہ میں کسی غیر ملکی شخص کو کسی جائداد پر قبضہ سے گو وہ کتنی ہی مدت تک قابض رہے کوئی حق پیدا نہ ہوگا۔

لوح نمبر

دفعہ (۱) اگر کوئی شخص کسی شخص کی ازالہ حیثیت عرفی اس طرح کرے کہ جس کے ذریعہ سے اس کی جانب کسی جرم کا ارتکاب منسوب ہوتا ہو یا بداخلاقی کا اظہار ہوتا ہو تو وہ اس قدر لکڑیوں سے پیٹا جائے گا کہ مر جائے۔

دفعہ (۸) اگر کوئی شخص بالغ اپنے ہمسایہ کے زمین کی پیداوار کو آنکھ بچاکر لیجائے تو پھانسی پر چڑھا کر اسے سزائے موت دیجائیگی۔

دفعہ (۹) اگر کوئی شخص عمداً کسی کا مکان جلادے تو وہ پہلے باندھ کر خوب پیٹا جائے گا۔ اور پھر وہ زندہ جلادیا جائے گا۔

دفعہ (۱۳) جھوٹے گواہ پہاڑی کی چوٹی پر سے گرا دیے جائینگے۔
دفعہ (۱) دیہاتی لوگوں کی شادی شہری لوگوں سے نہ کیجائے۔

سنہ ۵۲۸ء میں شہنشاہ (جسٹی نین) نے دس مقننین مقرر کئے ان میں مقنن ٹریبون بھی تھا کہ وہ موجودہ قوانین کے ذریعہ سے قانون مدون و وسیع کریں انہوں نے چودہ مہینہ میں ایک مجموعہ مرتب کیا جو سنہ ۵۲۹ء سے لیکر سنہ ۵۳۴ء تک جاری رہا سنہ ۵۳۰ء میں پھر شہنشاہ نے چار شخصوں کو اصلاح و تدوین و توسیع قانون پر مامور کیا یہ قانون سنہ ۵۳۴ء میں مدون ہو کر (کوڈکس میڈ یٹینی پری لکشنس) کے نام سے موسوم ہوا یہ بارہ کتابوں کا مجموعہ تھا ہر کتاب کے ابواب علیحدہ علیحدہ مرتب کئے گئے تھے پھر شہنشاہ نے ٹریبون کو معہ سولہ اشخاص کے مقرر کیا کہ قانون میں اصلاح و توسیع کریں یہ مجموعہ تین سال میں مرتب ہو کر (ڈائی جسٹ پیانڈکٹس) کے نام سے موسوم ہوا یہ قانون پچاس جلدوں میں تھا۔ (رومن لا مولفہ ہنٹر) یہ ہے رومن لا کی مختصر تاریخ و سرگزشت اس کے متعلق بعض محققین کی رائیں پہلے نقل کیجا چکی ہیں اس کے بنیادی اصول دوازدہ الواح کی کیفیت بھی تحریر کیجا چکی ہے اب ڈائی جسٹ کی پچاس جلدوں پر رائے زنی کرنے کا موقع نہیں کیونکہ میں نے اپنے اصل مضمون (تاریخ فقہ) ہی کو بخوف طوالت کمال اختصار سے لکھا ہے اور یہ تو ایک ضمنی بات ہے۔ اس کے علاوہ پروفیسر صاحب کے اعتراض کا ایسا کافی جواب ہو چکا ہے کہ اب مزید کد و کاوش کی حاجت نہیں معلوم ہوتی۔ رومن لا اہل حق اور عورتوں کے حقوق کا پامال کرنے والا غلامی کا موید اور ایک ظالمانہ قانون ہے پچاس جلدوں کے انتخاب اس کے ہر ہر باب پر تبصرے کا تحمل اس مختصر تالیف کو نہیں ہو سکتا۔ سرسری طور پر بعض دفعات و مطالب کو نقل کیا جاتا ہے۔ جس سے اس مضمون کے پڑھنے والوں کو تصدیق

ہوجائیگی کہ اس قدر اصلاحات و ترمیمات کے بعد بھی یہ لغو و مہمل ہی رہا۔ قانون روما میں وہ افعال جو آجکل قطعی طور پر جرایم سے تعبیر کئے جاتے ہیں آخر تک دیوانی خلاف ورزیوں کے تحت میں محسوب ہوتے رہے۔ جرایم کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ سوائے فریق متضرر کے اور کسی پر ان کا اثر نہیں پڑتا اور اس لحاظ سے فریق مذکور کے نقصان کی تلافی بذریعہ تاوان یا ہرجانہ ہوسکتی ہے۔ جب یہ خیال اچھی طرح سے اہل جرمن کے ذہن نشین ہوگیا کہ ارتکاب افعال ناجائز سے شخص متضرر ہی پر اثر مترتب نہیں ہوتا۔ بلکہ خود ریاست پر بھی اس کی وجہ سے اثر پڑتا ہے (ہالینڈس جورس) ع۲ وکلاء اور پیمایش کنندگان اور معلمین صرف و نحو و فلسفہ کسی محنتانہ یا تنخواہ کے مستحق نہیں ع۳ قانون روما میں یہ قیاس مستقلاً قایم ہے کہ مال مبیعہ اس وقت تک مشتری کے قبضہ میں جاتا ہی نہیں جب تک اس کی قیمت ادا نہ ہوجائے ع۴ قانون روما ایسے قبضہ کو تسلیم کرتا ہے جو بوقت آغاز کبھی شئے مقبوضہ پر پورے جسمانی تصرف کے مساوی نہ تھا۔ یعنی کسی جائداد کا معطی لہ جائداد کے ایک حصہ میں دخیل ہوکر پوری جائداد کا قبضہ حاصل کرسکتا ہے بلکہ اگر پاس سے اُسے یہ جائداد دیتے وقت اشارہ سے دکھا دیجائے تب بھی وہ اس پر قابض ہوسکتا ہے ع۵ کوئی شخص جنگل میں لکڑی خرید کر کاٹ کر وہیں چھوڑ آئے تو وہ بدستور اسی ہی کی مقبوضہ متصور ہوگی۔ لیکن اگر اس کی جیبی گھڑی وہیں پڑی رہجائے تو وہ مال گم شدہ کے ذیل میں آجائے گی۔ ع۶ حق آسایش کی دو قسمیں ہیں ایک ادنیٰ دوسرے اعلیٰ ادنیٰ یہ کہ شئی کا استعمال کیا جائے مگر اس کے محاصل سے فائدہ نہ حاصل کیا جائے۔ اعلیٰ یہ کہ شئی کا استعمال کیا جائے اور اس کے محاصل سے بھی فائدہ اٹھایا جائے جب تک کسی کو یہ حق حاصل رہے اصل مالک کو اس کے مقابلہ میں تصرف و تمتع کا حق نہیں ع۷ اگر افراد خاندان بخلاف

ہوں تو کوئی شخص اپنی ملکیت کی کوئی شئی کسی کو ہبہ نہیں کر سکتا۔ ع۸ بالغ اس امر کا
ذمہ دار نہیں ہے کہ مشتری کو مالک مال مبیعہ بنا دے۔ ہاں اس کا ذمہ دار ہے کہ مشتری
مال مبیعہ کے قبضہ سے محروم نہ رہے۔ ع۹ اگر چور چوری کرتے پکڑا جائے تو اسے نہ کوڑے
تازیانہ دی جائے اور پھر اس کو مالک مال مسروقہ کے حوالہ بطور غلام کر دیا جائے ع۱۰
غیر شادی شدہ اشخاص کو یا ان کو جن کے اولاد نہ ہوتی ہو یہ سزا دیجائے کہ ان کی
جائداد متروکہ کلاً یا جزءً ضبط کر لی جائے۔ ع۱۱ غلام شئی متصور ہونا چاہیئے نہ کہ شخص
ع۱۲۔ غیر صحیح النسب یا ناجایز پیدا شدہ بچہ کو اس کا باپ مجلس عشریہ کا رکن بنوا دے
تو صحیح النسب تسلیم کر لیا جائے گا۔ ع۱۳ مدنیت زائل ہونے سے رشتہ ازدواج منقطع ہوتا ہے چاہیے
ع۱۴۔ اگر زید نے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہو اور زید اپنی کل جائداد لڑکوں کے حق میں
وصیت کر دے لیکن لڑکی کو محروم الارث نہ لکھے تو لڑکی اسی قدر حصہ پائیگی جس قدر
عدم وصیت کی صورت میں پاتی۔ ع۱۵ رشتہ داران جدی کو جن کی قانونی حیثیت
میں تنزل ہوا ہو۔ حق وراثت نہیں رہتا۔ وہ ہم جدی کی تعریف سے خارج
ہو جاتے ہیں۔ ع۱۶۔ قریب ترین ہم جدی کے نہ ہونے کی صورت میں رشتہ داران
بعید کا کوئی حق نہیں۔ ع۱۷۔ فریب یا بدنیتی سے کسی شخص کی چیز پر قبضہ کرنا یا اس
کا استعمال کرنا سرقہ ہے۔ ع۱۸ اگر کوئی جعلی دستخط بنائے تو جعلساز اگر غلام ہے تو
قتل کیا جائے اگر حر ہے تو جلا وطن کیا جائے۔

وہ لوگ جن کو اسلام اور قانون اسلام اور بزرگان اسلام کے حالات سے
واقفیت ہے ہرگز اس امر کو باور نہیں کر سکتے کہ ایسے ہیچ د پوچ قانون پر ائمہ
اسلام نے نظر کی ہوگی مجتہدین اسلام خالفوا المشرکین (مخالف کرو مشرکین کی) سختی
سے پابند تھے۔ (مجتہدین مسایل شرعیہ میں اور ادیان و قوموں کے مسایل کا داخل
کرنا قطعی حرام سمجھتے تھے۔ (شرح فقہ اکبر ملا علی قاری) کیا ایسے قانون سے کوئی

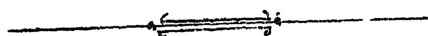
معقول قانون مستنبط ہو سکتا ہے۔ ہاں ایک صورت میں رومن لا ضرور مستحق تعریف ہے کہ جس سرزمین میں اس نے جنم لیا اس سے پہلے وہاں کوئی اس قسم کا قانون مرتب نہ ہوا تھا اس نے ایک منتظم قانونی شکل پیدا کر دی اور اہل یورپ کو اس ہی نے قریب قریب قانون سازی سکھلائی باقی دیگر ممالک اور قوموں نے اس سے کوئی استفادہ نہیں کیا فقہ اسلام وہ مکمل قانون ہے جو تیرہ سو برس ہوئے کہ ایک بار مرتب ہو چکا ہے۔ پھر اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ اور وہ ہر زمانہ میں ہر حالت میں ہر ملک میں ہر قوم کے مناسب حال ثابت ہوا ہے۔ اس کے تمام ضوابط موافق عقل و انصاف ہیں۔ تاریخ فقہ اسلام کی متعلق یہ ایک مختصر تالیف ہے جو کسی درجہ میں بھی کافی نہیں۔ خداوند کریم ہمارے علماء کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اس طرف توجہ کر کے کوئی مستند ضخیم مجموعہ مرتب کر دیں تاکہ اردو داں مسلمان بھائی اس سے مستفید ہو سکیں۔ اور ان کے بعض خیالات کی اصلاح ہو جائے۔ ہر قرن میں کثیر التعداد فقہا گزرے ہیں۔ میں نے ان میں سے چند حضرات کے حالات بطور تعارف لکھ دیے ہیں جن کے حالات لکھے ہیں اور جن کا تذکرہ نہیں کیا وہ سب میرے پیشوا و مقتدا ہیں۔ میں ان کے مراتب میں کچھ فرق نہیں کرتا۔ حاشا ثم حاشا۔ ان سب کی محبت و عظمت میرا ایمان ہے اور یہی مسلک میرے والد ماجد مرحوم اور میرے اساتذہ اور میرے مرشدوں کا تھا۔ (بریں زادم و ہم بریں بگذرم) الہ العالمین تو ان سب پر اپنی رحمت کاملہ نازل فرما اور

سلام شوق و محبت ز ناظم عاجز
بہ آں جماعت اطہر یگاں یگاں برساں

اللھم اھدنا فی من ھدیت و عافنا فی من عافیت، و بارک لنا فیما اعطیت و تولنا فی من تولیت و قنا شر ما قضیت فانک تقضی و لا

یقضی علیك وانه لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرك ونتوب الیك وصلی الله علی النبی وسلم۔

شد ختم بر حدیث تو آخر بیان ما
باشد نگین نام تو مهر دهان ما



اشتہار کتب

مصنف کتاب ہٰذا کی بعض مصنفہ کتابیں

قیمت	کیفیت
۲ر	امام طحاوی کے عربی رسالہ عقیدۃ الطحاوی کا اردو ترجمہ۔
۳ر	یہ نظم و نثر کہانیاں خالص اردو میں لکھی گئی ہیں جسمیں کوئی لفظ عربی فارسی کا نہیں آیا ملک کے مشہور انشاپردازوں نے پسند کی ہے۔
۴ر	غیر مسلم مورخین سلطان محمود غزنوی پر الزام لگاتے ہیں کہ فردوسی شاعر سے بدعہدی کی یہ رسالہ اس اعتراض کی مکمل تردید ہے مشہور پروفیسروں نے پسند کیا ہے
۱۲ر	سات مسلمان سلاطین (جن میں اورنگ زیب محمود غزنوی ٹیپو شہید بھی شامل ہیں) پر جو غیر مسلم مورخین نے الزامات لگائے ہیں ان کی مکمل تردید ہے اور جزیہ غلامی لوٹ انہدام معابد جبر وغیرہ پر محققانہ مضامین ہیں۔
۸ر	غازیان ہند کا خلاصہ اسکول و کالج کے طلبا کے لئے

مشہور پروفیسروں نے پسند کیا ہے۔

معجزات اسلام	۸/	دنیا کے تمام قابل لحاظ مذاہب پر اسلام کی فوقیت ثابت کی گئی ہے علماء نے پسند فرمائی ہے۔
میزان التحقیق	۶/	بعض اسلامی مسایل کی فلاسفی قربانی وغیرہ کا ثبوت پردہ کی تاریخ عربی زبان کے ام الالسنہ ہونے کا ثبوت علماء کرام نے پسند فرمائی ہے۔
کتاب المغازی۔	۸/	عہد رسول کریم صلعم کی تمام مہمات کو معہ وجوہات نہایت تحقیق سے جمع کیا ہے۔
حیات النبی صلعم	۴/	رسول کریم صلعم کی مختصر سوانح عمری کم خواندہ مردوں بچوں اور عورتوں کے لئے۔

ملنے کا پتہ

قاضی ظہور الحسن برمکان مولوی فیض الدین صاحب ایڈوکیٹ
محلہ آبد شاپ حیدرآباد دکن